پارہ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ط

اور کوئی جاندار روئے زمین پر چلنے والا ایسا نہیں کہ اُس کی روزی اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو اور وہ ہر ایک کی زیادہ رہنے کی جگہ کو اور چند روزہ رہنے کی جگہ کو جانتا ہے

كُلٌّ فِیْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۞ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ

سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں ہیں اور وہ اللہ ایسا ہے، کہ سب آسمان اور زمین کو چھ دن کی مادر میں پیدا کیا، اور اس وقت اُس کا عرش

عَلَی الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ط وَلَئِنْ قُلْتَ اِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْ بَعْدِ الْمَوْتِ

پانی پر تھا، تا کہ تم کو آزمائے، کہ تم میں اچھا عمل کرنے والا کون ہے۔ اور اگر آپ کہتے ہیں کہ یقیناً تم لوگ مرنے کے بعد

لَيَقُوْلَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۞

زندہ کئے جاؤ گے تو جو لوگ کافر ہیں وہ کہتے ہیں، کہ یہ تو نرا صاف جادو ہے۔

وَمَا اور نہیں	مِنْ سے	دَآبَّةٍ چلنے والا	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	اِلَّا مگر	عَلَی پر	اللّٰهِ اللہ	رِزْقُهَا اس کا رزق	وَيَعْلَمُ اور وہ جانتا ہے
مُسْتَقَرَّهَا اس کا ٹھکانا	وَمُسْتَوْدَعَهَا اور اسکے سونپے جانے کی جگہ	كُلٌّ سب کچھ	فِیْ میں	كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ روشن کتاب	وَهُوَ اور وہی	الَّذِیْ جو			
خَلَقَ پیدا کیا اس نے	السَّمٰوٰتِ آسمان	وَ اور	الْاَرْضَ زمین	فِیْ میں	سِتَّةِ اَيَّامٍ چھ دن	وَكَانَ اور تھا	عَرْشُهٗ اس کا عرش	عَلَی الْمَآءِ پانی پر	
لِيَبْلُوَكُمْ تاکہ تمہیں آزمائے	اَيُّكُمْ تم میں کون	اَحْسَنُ بہتر	عَمَلًا عمل میں	وَلَئِنْ اور اگر	قُلْتَ آپ کہیں	اِنَّكُمْ کہ تم			
مَّبْعُوْثُوْنَ اٹھائے جاؤ گے	مِنْ بَعْدِ بعد	الْمَوْتِ موت	لَيَقُوْلَنَّ تو ضرور کہیں گے وہ	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	كَفَرُوْٓا انہوں نے کفر کیا				
اِنْ هٰذَآ نہیں یہ	اِلَّا مگر	سِحْرٌ جادو	مُّبِيْنٌ کھلا						

علم الٰہی کی وسعت

حق تعالیٰ ہر چیز کو ہر حالت میں جانتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ سے کوئی اپنے آپ کو چھپا نہیں سکتا۔ وہ دلوں کے ارادہ اور انسان کی نیتوں سے خوب واقف ہیں تو زبان سے نکلی ہوئی باتیں گو وہ چپکے چپکے کی جائیں یا ظاہر کر کے وہ کہاں اللہ سے مخفی رہ سکتی ہیں۔ اب حق تعالیٰ کا علم محیط ہونے کی ایک اور دلیل دی جاتی ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ زمین پر چلنے والا ہر جاندار جس میں انسان، حیوان، چرند، پرند، درند، کیڑے مکوڑے سب آ گئے جسے رزق کی احتیاج ہو اس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ کر لیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لئے مقدر ہے وہ یقیناً پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل اور اسباب بندہ اختیار کرتا ہے وہ محض روزی پہنچنے کے دروازہ ہیں اور خدا کی قدرت کو ان اسباب میں محصور و مقید نہ سمجھا جائے۔ وہ کبھی سلسلہ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچا دیتا ہے۔

بہر حال جب تمام جان رکھنے والوں کو حسب استعداد غذا اور معاش مہیا کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اس کا علم ان سب پر محیط ہو ورنہ ان کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔ اس لئے ہر جاندار جو روئے زمین پر موجود ہے اس کے مستقل اور عارضی قیام کی جگہ اللہ تعالیٰ کے علم میں ہے اور ہر ایک کو وہیں رزق پہنچاتا ہے اور گو سب چیزیں علم الٰہی میں تو ہیں ہی مگر اس کے ساتھ ہی سب چیزیں کتاب مبین یعنی لوح محفوظ میں منضبط بھی ہیں۔ یعنی قضا و قدر میں جو رزق اس کا مقدر اور معین ہو چکا ہے وہ اس کو پہنچ کر رہے گا۔

ایک سوال اوراس کا جواب

اب یہاں ایک سوال پیدا ہوسکتا ہے کہ جب ہر جاندار کا رزق اللہ تعالیٰ نے اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ایسے واقعات پیش کیوں آتے ہیں شدید قحط وغیرہ کے۔ کہ بہت سے جانور اور انسان غذا نہ ملنے کے سبب بھوک پیاس سے مرجاتے ہیں۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ خدا کے رزق کے خزانوں میں تو کوئی کمی نہیں۔ پس اگر کوئی بھوک اور فاقہ سے مر جائے تو اس کی یہ وجہ نہیں کہ خدا کے خزانہ میں رزق نہیں رہا بلکہ اس کی وجہ یہ ہے کہ خدا کو اب اس کا زندہ رکھنا ہی مقصود نہیں۔ وہ کسی کو فاقہ سے مارتا ہے کسی کو بیماری وغیرہ سے۔ جس کی جب عمر پوری ہوگئی تو اس کو بہر حال مرنا ہے اور اس جہان سے گزرنا ہے۔ جس کے مختلف اسباب ہوتے ہیں۔ کبھی جلنا، کبھی ڈوبنا، کبھی چوٹ سے اور زخم سے کبھی قتل سے، کبھی کسی بیماری اور مرض سے تو انہی اسباب میں سے ایک یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس کا رزق بند کر دیا جائے اور اس سے موت واقع ہوجائے۔

حضرت موسیٰ اور حضرت ابو مالک رضی اللہ عنہما کا واقعہ

امام قرطبیؒ نے اس آیت میں ومامن دآبۃ فی الارض الاعلی اللہ رزقھا کے تحت حضرت ابو موسیٰ اور ابو مالک اشعریؓ کا ایک واقعہ ذکر کیا ہے کہ قبیلہ اشعری کے یہ لوگ جب ہجرت کر کے مدینہ پہنچے تو جو کچھ توشہ اور کھانے پینے کا سامان ان کے ساتھ تھا وہ سب ختم ہوگیا تھا۔ انہوں نے اپنا ایک آدمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں اس غرض کے لئے بھیجا کہ ان کے کھانے وغیرہ کا کچھ انتظام فرمائیں۔ یہ صاحب جب رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دروازے پر پہنچے تو اندر سے آواز آئی کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ آیت پڑھ رہے ہیں۔ وما من دآبۃ فی الارض الا علی اللہ رزقھا۔ ان صاحب کو یہ آیت سن کر خیال آیا کہ جب اللہ نے سب جانداروں کا رزق اپنے ذمہ لے لیا ہے تو پھر ہم اشعری بھی اللہ کے نزدیک دوسرے جانوروں سے گئے گزرے نہیں وہ ضرور ہمیں بھی رزق دیں گے۔ یہ خیال کر کے وہ وہیں سے واپس ہوگئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنا حال نہیں بتلایا۔ واپس جا کر اپنے ساتھیوں سے کہا کہ خوش ہوجاؤ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ کی مدد آرہی ہے۔ ان کے اشعری ساتھیوں نے اس کا یہ مطلب سمجھا کہ ان کے ساتھی نے حسب قرارداد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی حاجت کا ذکر کیا ہے اور آپ نے انتظام کرنے کا وعدہ فرما لیا ہے۔ وہ یہ سمجھ کر مطمئن بیٹھ گئے۔ وہ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ دیکھا کہ دو آدمی ایک بڑے برتن مثل تشلہ یا سینی گوشت اور روٹیوں سے بھرا ہوا اٹھائے لارہے ہیں۔ لانے والوں نے یہ کھانا ان اشعرین کو دے دیا۔ انہوں نے خوب شکم سیر ہو کر کھانا کھایا پھر بھی بچ رہا تو ان لوگوں نے یہ مناسب سمجھا کہ باقی کھانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس واپس بھیج دیں تا کہ اس کو آپ اپنی ضرورت میں صرف فرماویں۔ اپنے دو آدمیوں کو یہ کھانا دے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ یارسول اللہ آپ کا بھیجا ہوا کھانا بہت زیادہ اور بہت نفیس ولذیذ تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے تو کوئی کھانا نہیں بھیجا۔ تب انہوں نے پورا واقعہ عرض کیا کہ ہم نے اپنے فلاں آدمی کو آپ کی خدمت میں بھیجا تھا۔ اس نے واپس آکر یہ جواب دیا۔ جس سے ہم یہ سمجھے کہ کھانا آپ نے بھیجا ہے۔ یہ سن کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ میں نے نہیں بلکہ اس ذات قدوس نے بھیجا ہے۔ جس نے ہر جاندار کا رزق اپنے ذمہ لیا ہے۔

قدرت الٰہی

الغرض یہاں حق تعالیٰ اپنی ربوبیت اور احاطہ علمی سے اپنی الوہیت پر استدلال فرمارہے ہیں آگے ربوبیت کے بعد اپنی قدرت کا اظہار فرمایا جاتا ہے اور شان خلاقیت سے الوہیت کو ثابت کیا جاتا ہے۔ اور بتایا جاتا ہے کہ اللہ ایسی قدرت والا ہے کہ جس نے تمام آسمان اور زمین کو اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ یہی بات یعنی آسمانوں اور زمین کا چھ دن میں پیدا کیا جانا سورۂ اعراف میں بھی بیان فرمایا گیا تھا اور وہاں یہ بتلایا جاچکا ہے کہ بعض مفسرین نے یہ چھ دن دنیا کی مقدار کے برابر لئے ہیں اور بعض مفسرین کا کہنا ہے کہ چھ دن سے عالم آخرت کے چھ دن کی مقدار مراد ہے کہ جہاں ایک دن ایک ہزار سال کا ہوگا۔ گویا موجودہ زمین و آسمان چھ ہزار سال میں بمجمع مرتب و موجود ہوئے اور اس آسمان اور زمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا

جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا۔ اس وقت عرش خداوندی اسی کے اوپر تھا۔ جیسے اب ساتوں آسمان کے اوپر ہے۔

تخلیق کائنات کے مراحل

حدیث میں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے پہلے پانی کو پیدا کیا اور پھر عرش کو پیدا کیا پھر قلم کو پھر لوح محفوظ کو اور پھر پچاس ہزار سال بعد آسمان اور زمین پیدا کئے۔ اور ایک حدیث میں ہے کہ ایک وقت ایسا تھا کہ صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پاک تھی اور اس کے سوا اور کوئی چیز نہ تھی۔ اور ایک حدیث میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت جابرؓ کو خطاب کر کے ارشاد فرمائی ہے کہ اے جابر اللہ تعالیٰ نے تمام اشیاء سے پہلے تیرے نبی کا نور اپنے نور سے (یعنی اپنے نور کے فیض سے) پیدا کیا پھر وہ نور قدرت الٰہیہ سے جہاں اللہ تعالیٰ کو منظور ہوا سیر کرتا رہا اور اس وقت نہ لوح تھی نہ قلم تھا اور نہ بہشت تھی نہ دوزخ تھی۔ نہ فرشتہ تھا نہ آسمان تھا اور نہ زمین تھی اور نہ سورج تھا۔ نہ چاند تھا نہ جن تھا نہ انسان تھا۔ پھر جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا کرنا چاہا تو اسی نور کے چار حصہ کئے اور ایک حصہ سے قلم پیدا کیا۔ دوسرے سے لوح۔ تیسرے سے عرش۔ پھر طویل حدیث ہے تو اس حدیث سے نور محمدی کا اول الخلق ہونا ثابت ہوا۔ (نشر الطیب از حضرت تھانویؒ)

تخلیق کائنات کا مقصد

آگے بتلایا جاتا ہے کہ یہ سارے نظام کے پیدا کرنے اور ترتیب دینے سے مقصود انسان کو یہاں دنیا میں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب وغریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے انسان خالق و مالک کی صحیح معرفت حاصل کرتا ہے اور محسن شناسی اور سپاس گزاری کا فطری فرض بجالاتا ہے۔ گویا یہ مقام انسان کی آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ انسانوں میں کون غلام صادق' اخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

موت کے بعد اٹھنا

الغرض جب یہ دنیا امتحان اور آزمائش کی جگہ ہے تو ضرور اس کے بعد جزا و سزا انعام و انتقام کا سلسلہ شروع ہوتا ہے کہ مومنین شاکرین اور کافرین کو اپنے اپنے کئے کا پھل ملے۔ اسی لئے یہاں مرنے کے بعد پھر زندہ ہونے کا ذکر کیا گیا۔ مگر کفار مکہ کو یقین نہیں آتا تھا کہ مرنے کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ اس لئے جب وہ قرآن میں یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے مرنے کے بعد دوبارہ زندہ ہونے کا موثر بیان سنتے تو کہتے کہ یہ بیان تو کھلا ہوا جادو ہے۔ یعنی دوبارہ زندگی کی بات مثل جادو کے دھوکہ اور فریب ہے۔ جس کی حقیقت کچھ نہیں۔ مطلب یہ کہ اس قرآن میں جادو کی باتیں ہیں جن میں سے ایک یہ بھی ہے کہ لوگ مرنے کے بعد پھر دوبارہ زندہ ہو کر اٹھیں گے۔ جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب اور مسحور کر لیا کہ جو اس بات کو مان گئے مگر ہم پر جادو چلنے والا نہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے اپنی مخلوق کے لئے جو رزق کا وعدہ فرمایا ہے اس پر ہم کو یقین کامل نصیب فرمائیے۔ اور جو کچھ یا اللہ ہم کو آپ رزق عطا فرمائیں وہ آپ ہی کی بندگی واطاعت اور فرمانبرداری میں کام آئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَئِنْ اَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ اِلٰٓى اُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ؕ اَلَا يَوْمَ يَاْتِيْهِمْ

اور اگر تھوڑے دنوں تک ہم ان سے عذاب کو ملتوی رکھتے ہیں تو کہنے لگتے ہیں' کہ اس عذاب کو کون چیز روک رہی ہے؟ یاد رکھو جس دن وہ عذاب اُن پر

لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٨ وَلَئِنْ اَذَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنَّا

آ پڑیگا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا' اور جس عذاب کے ساتھ یہ استہزاء کر رہے تھے وہ اُن کو آ گھیرے گا۔ اور اگر ہم انسان کو اپنی مہربانی کا مزہ چکھا کر

رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ اِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝٩ وَلَئِنْ اَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ

اس سے چھین لیتے ہیں تو وہ نا اُمید اور ناشکر ہو جاتا ہے۔ اور اگر اس کو کسی تکلیف کے بعد جو کہ اُس پر واقع ہوئی ہو کسی نعمت کا مزہ چکھا دیں تو کہنے لگتا ہے

ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ؕ اِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝١٠ اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ

کہ میرا سب دُکھ درد رخصت ہوا۔ پس وہ اترانے لگتا ہے' شیخی بگھارنے لگتا ہے' مگر جو لوگ مستقل مزاج ہیں' اور نیک کام کرتے ہیں' وہ ایسے نہیں ہوتے۔ ایسے لوگوں

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ۝١١

کے لئے بڑی مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

وَلَئِنْ اور اگر	اَخَّرْنَا ہم روک رکھیں	عَنْهُمُ اُن سے	الْعَذَابَ عذاب	اِلٰٓى تک	اُمَّةٍ ایک مدت	مَّعْدُوْدَةٍ گنی ہوئی معین	لَّيَقُوْلُنَّ تو وہ ضرور کہیں گے	
مَا يَحْبِسُهٗ کیا روک رہی ہے اسے	اَلَا یاد رکھو	يَوْمَ جس دن	يَاْتِيْهِمْ اُن پر آئے گا	لَيْسَ نہ	مَصْرُوْفًا ٹالا جائے گا	عَنْهُمْ اُن سے وَ اور		
حَاقَ گھیر لے گا وہ	بِهِمْ نہیں	مَا جو	كَانُوْا تھے	بِهٖ اس کا	يَسْتَهْزِءُوْنَ مذاق اڑاتے	وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنَا اسے چکھا دیں	الْاِنْسَانَ انسان کو
مِنَّا اپنی طرف سے	رَحْمَةً کوئی رحمت	ثُمَّ پھر	نَزَعْنٰهَا ہم چھین لیں وہ	مِنْهُ اس سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَيَئُوْسٌ البتہ مایوس	كَفُوْرٌ ناشکرا	
وَلَئِنْ اور اگر	اَذَقْنٰهُ اسے چکھا دیں	نَعْمَآءَ نعمت	بَعْدَ ضَرَّآءَ سختی کے بعد	مَسَّتْهُ اسے پہنچی	لَيَقُوْلَنَّ تو وہ ضرور کہے گا	ذَهَبَ جاتی رہیں		
السَّيِّاٰتُ برائیاں	عَنِّيْ مجھ سے	اِنَّهٗ بیشک وہ	لَفَرِحٌ اترانے والا	فَخُوْرٌ شیخی خور	اِلَّا مگر	الَّذِيْنَ صَبَرُوْا جن لوگوں نے صبر کیا		
وَعَمِلُوا اور عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	لَهُمْ ان کیلئے	مَّغْفِرَةٌ بخشش	وَّاَجْرٌ اور ثواب	كَبِيْرٌ بڑا		

اپنے مقررہ وقت پر قیامت آ کر رہے گی

گذشتہ آیات میں اس عالم کی پیدائش اور اس کی غرض و غایت کا ذکر تھا کہ اللہ تعالیٰ نے اس عالم کو انسانوں کی آزمائش کے لئے پیدا کیا کہ کون اچھا عمل کرتا ہے اور ابتلاء اور امتحان کے لئے جزا و سزا ضروری ہے۔ اس لئے سب انسان اس دنیا میں زندگی گزارنے اور مر جانے کے بعد قیامت میں دوبارہ زندہ کر کے برائے حساب کتاب اٹھائے جائیں گے۔ تو کفار مکہ جب قرآن کریم میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مر کر دوبارہ زندہ ہونے کے متعلق سنتے تو انہیں یقین نہ آتا اور کہتے کہ یہ کیسے ممکن ہے جو اس پر یقین لایا جائے اور اہل اسلام جنہوں نے اس نظریہ کو تسلیم کر لیا تھا ان کے متعلق کہتے کہ یہ محض سحر اور جادو کے اثر سے مسحور و مرعوب ہو گئے ہیں جو ایسی محال چیز کو مان لیا۔ اب انہیں کفار مکہ کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ جب ان کو ان کے کفر و شرک اور تکذیب قیامت و آخرت وغیرہ پر عذاب سے ڈرایا جاتا تو تکذیب اور استہزاء کے طور پر کہتے کہ وہ عذاب کہاں ہے۔ آخر

آتا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اسے پکڑ رکھا ہے؟ کفار کے ان اقوال کے جواب میں حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ اے منکرو تم کیا عذاب کا مذاق کرتے ہو۔ وقت معین پر جب عذاب آئے گا تو پھر کسی کے ٹالے نہ ٹل سکے گا اور ہر طرف سے گھیر کر تباہ و برباد کر کے چھوڑے گا۔

حضرت انسان کی کمزوری

نیز بتلایا گیا کہ یہ کفار اب تو کہتے ہیں کہ عذاب کہاں ہے؟ کیوں نہیں آتا؟ لیکن انسان ایسا بودا اور کمزور دل ہے کہ خدا اگر چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور ناامید ہو کر آئندہ کے لئے آس توڑ بیٹھتا ہے۔ گذشتہ پر ناشکری اور آئندہ سے مایوسی یہی اس کی زندگی کا حاصل ہے۔ اور اگر مصیبت کے بعد خدا آرام و آسائش نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لئے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا۔ پچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیاں مارتا اور اتراتا پھرتا ہے۔ حالانکہ چاہئے تھا کہ پچھلی حالت یاد کر کے خدا کا شکر ادا کرتا اور اس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

اولوالعزم وفادار بندے

یہ حال جو عام انسانوں کا بیان ہوا۔ اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکالیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے ہیں اور امن و راحت کے وقت شکر گزاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولوالعزم وفاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔ اور ان کو وہم و گمان سے بڑھ کر اجر و ثواب ملے گا۔

مومن و کافر کا فرق

یہاں کافر اور مومن کے امتیازی فرق کو بیان فرمایا اور بتلایا گیا کہ مصیبت کے وقت راحت سے مایوسی یا راحت و آرام کے وقت مصیبت سے بے خوف ہو کر مغرور ہو جانا یہ مومن کی خصلت نہیں۔ مومن تو کسی حالت میں بھی نیکوکاری کو ترک نہیں کرتا۔ مایوس ہو جانا اترانا اور فخر کرنا یہ کافروں کی خصلتیں ہیں۔ رنج پر صبر کرنا۔ نعمت پر شکر کرنا اور دنیا کے دکھ سکھ میں پڑ کر نیکوکاری کو ترک نہ کرنا یہ مومن اور اہل حق کی نشانی ہے۔

دنیا کا رنج و راحت عارضی ہے

یہاں ان آیات میں یہ بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا کی نعمت اور کلفت دونوں کے بارہ میں قرآن کریم نے اذقنا یعنی چکھانے کا لفظ استعمال کیا ہے۔ جس میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ اصل نعمت اور کلفت تو آخرت کی ہے۔ دنیا میں نہ راحت مکمل ہے نہ کلفت بلکہ ذائقہ چکھنے اور نمونہ کے درجے میں ہے تاکہ انسان کو آخرت کی نعمتوں اور کلفتوں کا کچھ اندازہ ہو سکے۔ اس بنا پر بھی دنیا کی راحت نہ کچھ زیادہ خوش ہونے کی چیز ہے نہ مصیبت کچھ زیادہ غم کرنے کی۔ اس لئے مومن کامل وہی ہے کہ دنیا میں اگر زوال نعمت کا وقت آ پڑے تو صبر و استقلال سے کام لے اور اگر عطاء نعمت کا وقت دیکھنا نصیب ہو تو اس وقت شکر و طاعت بجالائے اور ہر تغیر اور انقلاب اور ہر رنج و راحت میں خداوند قدوس کی طاقت و قدرت کا مشاہدہ کرے اور اسباب سے زیادہ مسبب الاسباب کی طرف نظر کرے اور اس سے اپنا تعلق اور رشتہ مضبوط کرے۔ اللہ تعالیٰ اپنے کرم سے ہمیں بھی اس کی توفیق نصیب فرمائیں۔ آمین۔

دعا کیجئے

یا اللہ! نعمت مل کر ان پر غافل اور مغرور ہو جانا اس کافرانہ خصلت سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔

یا اللہ! ہم کو ان اہل حق کی جماعت میں شامل رکھئے کہ جن کے صبر اور عمل صالح پر مغفرت اور اجر عظیم کا وعدہ فرمایا گیا ہے۔ اور جو کسی حال میں آپ کے ذکر و فکر سے غافل نہیں ہوتے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ

سو شاید آپ ان احکام میں سے جو کہ آپ کے پاس وحی کے ذریعے سے بھیجے جاتے ہیں بعض کو چھوڑ دینا چاہتے ہیں اور آپ کا دل اس بات سے تنگ ہوتا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر یہ نبی ہیں تو ان پر کوئی خزانہ کیوں

كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ﴿۱۲﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ

نہیں نازل ہوا؟ یا اُن کے ہمراہ کوئی فرشتہ کیوں نہیں آیا؟ آپ تو صرف ڈرانے والے ہیں۔ اور پورا اختیار رکھنے والا ہر شے پر تو اللہ ہی ہے۔ کیا یوں کہتے ہیں

افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کہ آپ نے اس کو اپنی طرف سے خود بنا لیا ہے۔ آپ فرما دیجئے کہ تم بھی اس جیسی دس سورتیں جو تمہاری بنائی ہوئی ہوں لے آؤ اور جن جن غیر اللہ کو بلا سکو بلا لو

اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۳﴾ فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ

اگر تم سچے ہو۔ پھر یہ کفار اگر تم لوگوں کا کہنا نہ کر سکیں تو تم (اُن سے کہہ دو کہ اب تو) یقین کر لو کہ قرآن اللہ ہی کے علم سے اُترا ہے اور یہ بھی (یقین کر لو)

اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۴﴾

کہ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں، تو پھر اب بھی مسلمان ہوتے ہو؟

فَلَعَلَّكَ تو شاید تم	تَارِكٌۢ چھوڑ دو گے	بَعْضَ کچھ حصہ	مَا جو	يُوْحٰى وحی کیا گیا	اِلَيْكَ تیری طرف	وَضَآئِقٌۢ اور تنگ ہوگا	بِهٖ اسے	
صَدْرُكَ تیرا سینہ	اَنْ يَّقُوْلُوْا کہ وہ کہتے ہیں	لَوْلَآ کیوں نہ	اُنْزِلَ اترا	عَلَيْهِ اس پر	كَنْزٌ خزانہ	اَوْ یا	جَآءَ آیا	مَعَهٗ اس کے ساتھ
مَلَكٌ فرشتہ	اِنَّمَآ اسکے سوا نہیں	اَنْتَ کہ تم	نَذِيْرٌ ڈرانے والے	وَاللّٰهُ اور اللہ	عَلٰى پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	وَكِيْلٌ اختیار رکھنے والا	
اَمْ يَقُوْلُوْنَ کیا وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ اس کو خود گھڑ لیا ہے	قُلْ آپ کہدیں	فَاْتُوْا تو تم لے آؤ	بِعَشْرِ سُوَرٍ دس سورتیں	مِّثْلِهٖ اس جیسی			
مُفْتَرَيٰتٍ گھڑی ہوئی	وَّادْعُوْا اور تم بلالو	مَنِ اسْتَطَعْتُمْ جس کو تم بلا سکو	مِّنْ دُوْنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	اِنْ كُنْتُمْ اگر تم ہو	صٰدِقِيْنَ سچے		
فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا پھر اگر وہ جواب نہ دے سکیں	لَكُمْ تمہارا	فَاعْلَمُوْٓا تو جان لو	اَنَّمَآ کہ یہ تو	اُنْزِلَ نازل کیا گیا ہے	بِعِلْمِ اللّٰهِ اللہ کے علم سے			
	وَاَنْ اور یہ کہ	لَآ اِلٰهَ کوئی معبود نہیں	اِلَّا هُوَ اسکے سوا	فَهَلْ پس کیا	اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ تم اسلام لاتے ہو			

مشرکین مکہ کی ذہنی ایذا رسانیاں

جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کفار مکہ کو قرآن سناتے اور قرآنی عقائد کی تبلیغ فرماتے تو کفار مکہ کبھی تو معاذ اللہ قرآن کو سحر کہتے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر معاذ اللہ ساحر ہونے کا الزام لگاتے۔ کبھی کہتے کہ اس قرآن میں ہمارے بتوں کو برا کہا گیا ہے اس لئے ہم اس پر ایمان نہیں لا سکتے۔ اور فرمائش کرتے کہ یا تو آپ کوئی دوسرا قرآن لائیں یا اسی کو بدل کر اس میں ترمیم کر دیں۔ پھر شرک اور بت پرستی کی جتنی آپ تردید فرماتے مشرکین اس پر غیظ کھاتے اور ان کے غصہ کی آگ بھڑکتی۔ کبھی کوشش کرتے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی اور اہم مسئلہ توحید کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کرتے۔ جب اس سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجیب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے۔ مثلاً کبھی کہتے کہ ہم آپ کی نبوت و رسالت کو جب مانیں گے جب یہ جبل احد سونے کا پہاڑ بن جائے۔ کبھی کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ مال و دولت کا خزانہ خدا کے

یہاں سے آنا چاہئے تھا۔ یا آسمان سے کوئی فرشتہ آتا اور وہ آپ کے ساتھ یہ تصدیق کرتا پھرے کہ یہ بیشک اللہ کے رسول ہیں۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ان بیہودہ اور لغو فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے۔ ان کی تکذیب اور عناد کی وجہ سے آپ کا دل تنگ ہوتا کیونکہ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ بھی ممکن نہ تھا کہ ان کفار مشرکین کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور ان کے ایمان لانے کی فکر کو دل سے نکال دیں اور نہ یہ ممکن تھا کہ ان کی بیہودہ فرمائشوں کو پورا کریں کیونکہ اول تو یہ فرمائشیں نری بے عقلی پر مبنی تھیں۔ پھر بت اور بت پرستی اور دوسری کفر و شرک کی چیزوں کو برا نہ کہا جائے تو ہدایت کیسے ہو۔ غرض کہ وہ ایسا نازک اور سخت وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی اور صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کی زبان مبارک سے حق کی آیات نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھیں۔ آپ چاروں طرف سے موذی دشمنوں کے نرغہ میں گھرے رہتے تھے۔ کوئی جھٹلاتا' کوئی طعن کرتا' کوئی مذاق اڑاتا' اس ماحول کا تصور کیجئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قلب اور ہمت مردانہ کا اندازہ لگائیے۔ آپ جب مغموم و محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز ہی سے تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے۔ (صلی اللہ علیہ وسلم

اللہ تعالیٰ کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور مشرکین عرب کو چیلنج

اسی سلسلہ میں آپ کی تسلی کے لئے یہ آیتیں نازل ہوئیں جن میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے خطاب فرمایا گیا کہ اے نبیؐ آپ ان لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں۔ نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں۔ کہیں ایسا ہوسکتا ہے کہ وحی الٰہی نے جو چیزیں آپ کو سکھلائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اس کے بعض حصہ کو ان لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ بیٹھیں۔ جب یہ نہیں ہوسکتا کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگدل ہونے سے کیا فائدہ۔ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے۔ ان کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے ان کا معاملہ بھی اسی کے سپرد کیجئے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائض تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہئے۔ اور ان کی ہرزہ سرائیوں کی طرف التفات نہ کیجئے۔ یہ فرمائشی معجزہ طلب کرتے ہیں جن کا دیا جانا مصلحت نہیں اور جو سب سے بڑا معجزہ قرآن ان کے سامنے ہے اسے مانتے نہیں۔ کہتے ہیں یہ تو معاذ اللہ تمہاری بنائی ہوئی بات ہے۔ اس کا جواب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ کہہ دیجئے کہ آخر تم بھی عرب ہو۔ فصاحت و بلاغت اور زبان دانی کا دعویٰ رکھتے ہو۔ سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو۔ اور اس کام میں مدد دینے کیلئے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے ان معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو۔ اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ یہ ایسا کلام خالق ہی کا ہوسکتا ہے جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز ہے۔ تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے پیغمبر پر اتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہوسکتا تو اس کی ذات و صفات میں کون شریک ہوسکتا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔

کیا اب بھی نہ مانو گے؟

قرآن کریم نے اس جگہ دس سورتیں مقابلہ میں بنا کر لانے کو ارشاد فرمایا اور جب وہ اس سے عاجز ہو گئے تو پھر ان کے عاجز ہونے کو اور زیادہ واضح کرنے کے لئے سورۂ بقرہ جو بعد میں مدینہ میں نازل ہوئی وہاں فرمایا گیا کہ اگر تم قرآن کو کسی انسان کا کلام سمجھتے ہو تو تم بھی زیادہ نہیں صرف ایک ہی قرآن جیسی سورۃ بنا لاؤ۔ مگر ساتھ ہی یہ پیشینگوئی بھی وہاں فرما دی گئی کہ تم قیامت تک بھی ایسا نہ کر سکو گے تو اس چیلنج سے بھی قرآن پاک کا اللہ کا کلام ہونا ثابت ہو گیا۔ اسی لئے آخر میں یہاں فرمایا۔ **فھل انتم مسلمون** کیا تم اب بھی مسلمان اور اللہ کے اطاعت گزار بنو گے یا اسی خواب غفلت میں رہو گے۔

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا

جو شخص محض حیات دنیوی اور اس کی رونق چاہتا ہے تو ہم ان لوگوں کے اعمال (کی جزا) ان کو دنیا ہی میں پورے طور سے بھگتا دیتے ہیں اور اُن کے لئے

يُبْخَسُوْنَ ۝۱۵ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ

دنیا میں کچھ کمی نہیں ہوتی۔ یہ ایسے لوگ ہیں کہ ان کے لئے آخرت میں بجز دوزخ کے اور کچھ نہیں اور انہوں نے جو کچھ کیا تھا وہ آخرت میں سب کا سب ناکارہ ہوگا اور جو کچھ کر رہے ہیں

مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۶ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ

اور سب بھی بے اثر ہے۔ کیا منکر قرآن ایسے شخص کی برابری کرسکتا ہے جو قرآن پر قائم ہو جو کہ اسکے رب کی طرف سے آیا ہے۔ اور اس (قرآن) کے ساتھ ایک گواہ تو اسی میں موجود ہے

كِتٰبُ مُوْسٰٓى اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ

اور ایک اس سے پہلے موسیٰ کی کتاب ہے جو کہ امام ہے اور رحمت ہے۔ ایسے لوگ اس قرآن پر ایمان رکھتے ہیں۔ اور جو شخص دوسرے فرقوں میں سے اس کا انکار کرے گا۔ تو دوزخ اس کے

فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۷

وعدہ کی جگہ ہے۔ سو (اے مخاطب) تم قرآن کی طرف سے شک میں مت پڑنا بلاشک و شبہ وہ سچی کتاب ہے تمہارے رب کے پاس سے آئی ہے۔ لیکن بہت سے آدمی ایمان نہیں لاتے

مَنْ جو	كَانَ يُرِيْدُ چاہتا ہے	الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا دنیا کی زندگی	وَزِيْنَتَهَا اور اس کی زینت	نُوَفِّ ہم پورا کریں گے	اِلَيْهِمْ ان کیلئے		
اَعْمَالَهُمْ ان کے عمل	فِيْهَا اس میں	وَهُمْ اور وہ	فِيْهَا اس میں	لَا نہ	يُبْخَسُوْنَ کمی کئے جائیں گے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	الَّذِيْنَ وہ جو کہ
لَيْسَ لَهُمْ ان کیلئے نہیں	فِي الْاٰخِرَةِ آخرت میں	اِلَّا النَّارُ آگ کے سوا	وَحَبِطَ اور اکارت گیا	مَا جو	صَنَعُوْا انہوں نے کیا	فِيْهَا اس میں	
وَبٰطِلٌ اور نابود ہوئے	مَا جو	كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	اَفَمَنْ پس کیا جو	كَانَ ہو	عَلٰى پر	بَيِّنَةٍ کھلا راستہ	مِنْ رَّبِّهٖ اپنے رب کے
وَيَتْلُوْهُ اور اس کے ساتھ ہو	شَاهِدٌ گواہ	مِنْهُ اس سے	وَ اور	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے پہلے	كِتٰبُ مُوْسٰٓى موسیٰ کی کتاب	اِمَامًا امام	
وَرَحْمَةً اور رحمت	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	يُؤْمِنُوْنَ ایمان لاتے ہیں	بِهٖ اس پر	وَمَنْ اور جو	يَّكْفُرْ بِهٖ منکر ہو اس کا	مِنَ الْاَحْزَابِ گروہوں میں	
فَالنَّارُ تو آگ	مَوْعِدُهٗ اس کا ٹھکانہ	فَلَا تَكُ پس تو نہ ہو	فِيْ مِرْيَةٍ شک میں	مِّنْهُ اسی سے	اِنَّهُ الْحَقُّ بیشک ہو حق	مِنْ رَّبِّكَ تیرے رب سے	
وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے					

قرآن پر ایمان کے بغیر کوئی نیک عمل آخرت میں کام نہ دے گا

گذشتہ آیات میں فرمایا گیا تھا کہ یقیناً یہ قرآن پاک وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علم کامل سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اتارا ہے۔ ایسا بے مثال کلام اسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ یہ سنا کر کفار و مشرکین کو دعوت توحید و اسلام کی دی گئی تھی کہ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے۔ مگر جب منکرین قرآن اور منکرین توحید و رسالت کو قیامت و آخرت کے عذاب کی وعیدیں سنائی جاتیں تو منجملہ دیگر جوابات کے وہ یہ بھی کہتے کہ اگر بالفرض قیامت و آخرت ہوئی اور جزا و سزا کی نوبت آئی تو ہم بھی بڑے بڑے نیک کام کرتے ہیں اور وہ سند میں اپنی خیرات و صدقات، غربا پروری، صلہ رحمی اور مہمان نوازی، اور خدمت خلق اور رفاہ عام کے کاموں

کو پیش کرتے کہ ہم ایسے نیک کام کرتے ہیں تو پھر ہم کو عذاب کیوں ہوگا؟ تو کفار کے اس زعم باطل کی تردید فرمائی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ جو شخص ایسے واضح ثبوت کے بعد قرآن پر ایمان نہیں لاتا یا اس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چند روزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلہ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے اگر بظاہر کوئی نیک کام مثل صدقات' خیرات وغیرہ کرتا ہے تو اس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی۔ محض دنیوی فوائد حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ جیسے دنیا میں اس کی نیک نامی' شہرت وعزت ہو۔

ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین و منافقین یا دنیا پرست ریا کار مسلمان یہاں بتلا دیا کہ دنیا ہی میں ان کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصول دنیا کے لئے کریں گے ان کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم وحکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں دنیا میں عطا فرما دے گا

کافروں کی بھلائیوں کا صلہ دنیا میں پورا کر دیا جاتا ہے

احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اس کی یہ ظاہری حسنات جو روح ایمان سے یکسر خالی ہیں دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے کمال عدل وانصاف کی بنا پر ان کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ تندرستی' مال' اولاد' عزت' حکومت وغیرہ دنیا میں دے کر سب کھاتہ بے باق کر دیتے ہیں۔ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اس کے کام آنے والی نہیں۔ جس کافر کے لئے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں۔ اور وہ آخرت میں ان اعمال ظاہری پر دوزخ کے سوا کسی اور چیز کے مستحق نہیں۔ کفار ومشرکین ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مدت کے لئے۔ ہاں خدا تعالیٰ بعض ایسے مسلمانوں کو محض اپنے فضل وکرم سے معاف فرما دے وہ الگ بات ہے۔

الغرض آخرت میں جو اعمال اخلاص اور للّٰہیت سے خالی ہوں وہ کچھ کام نہ آئیں گے بلکہ الٹا باعث عذاب ہوں گے۔

قرآن کا پیروکار اور منکر برابر نہیں ہے

اس لئے آگے ان آیات میں بھی بتلایا جاتا ہے کہ جو ایک شخص فطرت کے صحیح راستہ پر چل رہا ہے یعنی توحید' اسلام اور قرآن کے راستہ پر وہ اور یہ ریا کار دنیا پرست جن کا ذکر اوپر ہوا ہرگز برابر نہیں ہو سکتے۔ قرآن عظیم جو اپنی حقانیت کا خود گواہ ہے گواہی دیتا ہے کہ دین فطرت یعنی توحید واسلام پر چلنے والا بیشک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور پھر قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی تھی وہ بھی ''دین فطرت'' کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب توریت اتاری گئی۔ قرآن سے پہلے وہ شاہد تھی ان لوگوں کی حقانیت پر جو دین فطرت کے صحیح راستہ پر چلے۔ اس طرح یہاں صراحت فرمائی گئی کہ جو راستہ قرآن دکھلاتا ہے وہی حق ہے۔

اب اس کے بعد اعلان عام فرمایا گیا ہے کہ جو بھی خواہ کسی فرقہ اور گروہ سے ہو۔ یہود' نصاریٰ' بت پرست' مجوس' عرب' عجم' مشرق' مغرب' یورپ' ایشیا' کسی فرقہ جماعت' ملک وملت سے تعلق رکھتا ہو۔ جب تک قرآن کو نہ مانے گا۔ نجات نہیں ہو سکتی۔ اور یہ خطاب اور اعلان ہر شخص کے لئے ہے جو قرآن سنے کہ قرآن کی صداقت اور اس کے منجانب اللہ ہونے میں قطعاً شک وشبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔

یہاں قرآن کی حقانیت وصداقت کے اعلان کے ساتھ ایک بڑی تلخ مگر گہری حقیقت کا اظہار فرمایا گیا اور وہ یہ کہ جو لوگ یا قوم سرتا سر دنیا ہی کو اور اسی کی ترقیوں اور اسی کی زینت کو منتہائے نظر اور نصب العین بنائے ہوئے ہیں اور اپنی ساری سرگرمیوں کا مرکز اسی کو قرار دیئے ہوئے ہیں وہ گھبرائیں نہیں انہیں مایوسی نہیں ہوگی انہیں اپنی ساری جدوجہد کا صلہ یہیں دنیا میں مل جاتا ہے۔ خواہ دولت یا حکومت یا عزت وناموری' باقی حیات دنیوی اور زینت دنیوی کو آخرت کی طرف سے آنکھیں بند کر کے اپنا مقصود بنا لینا اس کا انجام آخرت کے لحاظ سے بھی بتلا دیا گیا۔

وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰی عَلَی اللّٰہِ کَذِبًا ؕ اُولٰٓئِکَ یُعْرَضُوْنَ عَلٰی رَبِّہِمْ وَیَقُوْلُ

اور ایسے شخص سے زیادہ کون ظالم ہوگا جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھے۔ ایسے لوگ اپنے رب کے سامنے پیش کئے جائیں گے اور گواہ فرشتے

الْاَشْہَادُ ہٰٓؤُلَآءِ الَّذِیْنَ کَذَبُوْا عَلٰی رَبِّہِمْ ۚ اَلَا لَعْنَۃُ اللّٰہِ عَلَی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۱۸﴾ الَّذِیْنَ یَصُدُّوْنَ

ہوں کہیں گے کہ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے رب کی نسبت جھوٹی باتیں لگائی رکھتیں۔ سب سن لو کہ ایسے ظالموں پر خدا کی لعنت ہے۔ جو کہ دوسروں کو بھی

عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَیَبْغُوْنَہَا عِوَجًا ؕ وَہُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ہُمْ کٰفِرُوْنَ ﴿۱۹﴾ اُولٰٓئِکَ لَمْ یَکُوْنُوْا مُعْجِزِیْنَ

خدا کی راہ سے روکتے تھے اور اس میں کجی نکالنے کی تلاش میں رہا کرتے تھے اور وہ آخرت کے بھی منکر تھے۔ یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں

فِی الْاَرْضِ وَمَا کَانَ لَہُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰہِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ۘ یُضٰعَفُ لَہُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا کَانُوْا

کر سکتے تھے، یہ لوگ زمین پر بھی خدا تعالیٰ کو عاجز نہیں کر سکتے تھے اور نہ اُن کا خدا کے سوا کوئی مددگار ہوا ایسوں کو دونی سزا ہوگی۔ یہ لوگ

یَسْتَطِیْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ ﴿۲۰﴾ اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَہُمْ وَضَلَّ

نہ سن سکتے تھے۔ اور نہ دیکھتے تھے۔ یہ وہ لوگ ہیں جو اپنے آپ کو برباد کر بیٹھے اور جو معبود اُنہوں نے

عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۱﴾ لَا جَرَمَ اَنَّہُمْ فِی الْاٰخِرَۃِ ہُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿۲۲﴾

تراش رکھے تھے اُن سے سب غائب ہوگئے۔ لازمی بات ہے کہ آخرت میں سب سے زیادہ خسارہ میں یہی لوگ ہوں گے۔

وَمَنْ اور کون	اَظْلَمُ سب سے بڑا ظالم	مِمَّنِ اسے جو	افْتَرٰی باندھے	عَلَی اللّٰہِ اللہ پر	کَذِبًا جھوٹ	اُولٰٓئِکَ یہ لوگ			
یُعْرَضُوْنَ پیش کئے جائیں گے	عَلٰی رَبِّہِمْ اپنے رب کے سامنے	وَیَقُوْلُ اور کہیں گے وہ	الْاَشْہَادُ گواہ	ہٰٓؤُلَآءِ یہی ہیں	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے				
یَصُدُّوْنَ روکتے ہیں	الَّذِیْنَ وہ لوگ جو	الظّٰلِمِیْنَ ظالم	عَلَی پر	لَعْنَۃُ اللّٰہِ اللہ کی پھٹکار	اَلَا یاد رکھو	عَلٰی رَبِّہِمْ اپنے رب پر	کَذَبُوْا جھوٹ بولا		
عَنْ سے	سَبِیْلِ اللّٰہِ اللہ کا راستہ	وَیَبْغُوْنَہَا اور اس میں ڈھونڈتے ہیں	عِوَجًا کجی	وَہُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَۃِ آخرت سے	ہُمْ وہ	کٰفِرُوْنَ منکر		
اُولٰٓئِکَ یہ لوگ	لَمْ یَکُوْنُوْا نہیں ہیں	مُعْجِزِیْنَ عاجز کرنیوالے	فِی الْاَرْضِ زمین میں	وَمَا کَانَ اور نہیں ہے	لَہُمْ ان کیلئے	مِنْ سے	دُوْنِ سوا		
اللّٰہِ اللہ	مِنْ کوئی	اَوْلِیَآءَ حمایتی	یُضٰعَفُ دوگنا	لَہُمُ ان کیلئے	الْعَذَابُ عذاب	مَا نہ	کَانُوْا یَسْتَطِیْعُوْنَ وہ طاقت رکھتے تھے	السَّمْعَ سنتا	
وَمَا اور نہ	کَانُوْا یُبْصِرُوْنَ وہ دیکھتے تھے	اُولٰٓئِکَ یہی لوگ	الَّذِیْنَ وہ جنہوں نے	خَسِرُوْٓا نقصان کیا	اَنْفُسَہُمْ اپنی جانوں کا	وَضَلَّ اور گم ہوگیا			
عَنْہُمْ ان سے	مَا جو	کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ وہ افترا کرتے تھے	لَا جَرَمَ شک نہیں	اَنَّہُمْ کہ وہ	فِی الْاٰخِرَۃِ آخرت میں				
ہُمُ الْاَخْسَرُوْنَ وہ سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والے									

کفار و مشرکین کے جھوٹے وکھوکھلے عقیدے

اب کفار مکہ اور مشرکین عرب جو منکرین قرآن تھے ان کی ان آیات میں مذمت بیان فرمائی جاتی ہے اور ان کا انجام بتلایا جاتا ہے کہ جو

اپنے عقائد' اعمال اور اقوال میں افتراء پرداز اور کاذب تھے۔ بتوں کو اپنا شفیع سمجھتے تھے اور اسی بنا پر ان کی پرستش کرتے تھے۔ فرشتوں کو (نعوذ باللہ) اللہ تعالیٰ کی بیٹیاں کہتے۔ قرآن کو کلام بشر کہتے۔ قیامت کے منکر تھے۔ حشر ونشر' عذاب وثواب' جزا وسزا کو وہمی باتیں خیال کرتے۔ صفات الوہیت میں اللہ تعالیٰ کے ساتھ دوسروں کو شریک کرتے۔ ایسے لوگوں کے متعلق بتلایا گیا کہ ان سے زیادہ بے جا حرکت کرنے والا' ناشناس حق اور تباہ حال کون ہوسکتا ہے جو اپنے عقائد واعمال میں افترا پرداز اور کاذب ہوں اور خدا تعالیٰ پر جھوٹ باندھیں۔ اللہ تعالیٰ تو بار بار فرمائیں کہ یہ قرآن میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے کوئی جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ یہ تو خدا کا کلام نہیں تو محشر میں جب خدا تعالیٰ کے سامنے ایسے لوگ پیش ہوں گے اور ان کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اس وقت گواہی دینے والے ملائکہ' انبیاء' صالحین بلکہ خود ان کے ہاتھ پاؤں کہیں گے کہ یہی وہ بد بخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

لعنتی لوگ

آگے بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔ اللہ کی وحدانیت اور اس کی وحی کا انکار کرتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں۔ دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے ہیں اور راہ خدا یعنی دین اسلام میں کجی' شکوک و شبہات ڈھونڈتے رہتے ہیں کہ سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

خدائی گرفت سے کوئی بھاگ نہیں سکتا

آگے بتلایا جاتا ہے کہ اتنی وسیع زمین میں یہ لوگ نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ ان کو کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے۔ جو خدا کے عذاب سے ان کو بچالے یا چھڑا لے۔ ایسوں کو دوہری سزا دی جائے گی۔ ایک اپنی گمراہی کی اور ایک دوسروں کو گمراہ کرنے کی۔ یہ دنیا میں ایسے اندھے اور بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی نہ خدا کی نشانیوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا کہ راہ ہدایت پالیتے۔ قیامت کے روز ایسے لوگوں کی یہ حالت ہوگی کہ یہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوں گے۔ اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو جائیں گے۔ لہذا آخرت میں برباد' ذلیل اور ہلاک ہوں گے اور ان کی جتنی افترا پردازیاں تھیں سب کو بھول جاویں گے۔ اور ان کا یہ کہنا کہ فرشتے اور بت اور مسیح اور دیوی دیوتا ہماری شفاعت کریں گے سب غلط نکلا۔ پس لازمی نتیجہ اس کا یہی ہوگا کہ یہ گروہ آخرت میں سب سے زیادہ نقصان اٹھانے والا ہوگا۔

جھوٹے عقیدے گھڑنے والے کی ذلت وسزا

یہاں ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظالموں یعنی منکرین قرآن کی مندرجہ ذیل دس حالتوں اور ذلتوں کو بیان فرمایا ہے۔

۱- افترٰی علی اللہ یعنی اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولا اور خدا کی طرف غلط باتیں منسوب کیں۔
۲- مقام ذلت میں ان کو قیامت میں کھڑا کیا جائے گا۔
۳- خدائی گواہ گواہی دیں گے کہ ان لوگوں نے خدا پر جھوٹ بولا تھا۔
۴- یہ ظالم اللہ کے نزدیک ملعون ہیں۔
۵- یہ ظالم لوگوں کو حق سے روکتے ہیں۔
۶- دین میں شبہ نکالتے ہیں۔
۷- آخرت کے منکر ہیں۔
۸- خدا سے بھاگ کر چھپ نہیں سکتے۔
۹- ان کا کوئی حامی ومددگار نہ ہوگا۔
۱۰- ان کا عذاب دوچند ہے۔

تو ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ بولنا اور افترا کرنا سب سے زیادہ بے جا حرکت ہے۔ جو حکم اللہ تعالیٰ نے نہیں دیا اس کو اللہ کی طرف نسبت کرنا بدترین ظلم ہے۔ اور یہی حال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر افترا اور جھوٹ بولنے کا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ وَأَخْبَتُوا إِلَىٰ رَبِّهِمْ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْجَنَّةِ ۖ هُمْ

بیشک جو لوگ ایمان لائے' اور اُنہوں نے اچھے اچھے کام کئے اور دل سے اپنے رب کی طرف جھکے' ایسے لوگ اہل جنت ہیں۔ وہ

فِيهَا خَالِدُونَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيقَيْنِ كَالْأَعْمَىٰ وَالْأَصَمِّ وَالْبَصِيرِ وَالسَّمِيعِ ۚ هَلْ يَسْتَوِيَانِ

اس میں ہمیشہ رہا کریں گے۔ دونوں فریق کی حالت ایسی ہے جیسے ایک شخص اندھا بھی اور بہرا بھی ہو اور ایک شخص کو دیکھتا بھی اور سنتا بھی ہو' کیا یہ دونوں شخص

مَثَلًا ۚ أَفَلَا تَذَكَّرُونَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ أَرْسَلْنَا نُوحًا إِلَىٰ قَوْمِهِ إِنِّي لَكُمْ نَذِيرٌ مُبِينٌ ﴿٢٥﴾ أَنْ لَا تَعْبُدُوا

حالت میں برابر ہیں۔ کیا تم سمجھتے نہیں؟ اور ہم نے نوح (علیہ السلام) کو اُن کی قوم کے پاس رسول بنا کر بھیجا' میں تم کو صاف صاف ڈراتا ہوں۔ کہ تم اللہ کے سوا کسی کی

إِلَّا اللَّهَ ۖ إِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ أَلِيمٍ ﴿٢٦﴾

عبادت مت کرو۔ میں تمہارے حق میں ایک بڑے تکلیف دینے والے دن کے عذاب کا اندیشہ کرتا ہوں۔

إِنَّ بیشک	الَّذِينَ جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	وَعَمِلُوْا اور انہوں نے عمل کئے	الصّٰلِحٰتِ نیک	وَاَخْبَتُوْٓا اور عاجزی کی		
اِلٰی رَبِّهِمْ اپنے رب کے آگے	اُولٰٓئِكَ یہی لوگ	اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ جنت والے	هُمْ وہ	فِيْهَا اس میں	خٰلِدُوْنَ ہمیشہ رہیں گے		
مَثَلُ مثال	الْفَرِيْقَيْنِ دونوں فریق	كَالْاَعْمٰى جیسے اندھا	وَالْاَصَمِّ اور بہرا	وَالْبَصِيْرِ اور دیکھتا	وَالسَّمِيْعِ اور سنتا		
هَلْ يَسْتَوِيٰنِ کیا دونوں برابر ہیں	مَثَلًا مثال میں	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم غور نہیں کرتے	وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	نُوْحًا نوح		
اِلٰی طرف	قَوْمِهٖ اس کی قوم	اِنِّیْ بیشک میں	لَكُمْ تمہارے لئے	نَذِيْرٌ ڈرانے والا	مُبِيْنٌ کھلا	اَنْ کہ	لَا تَعْبُدُوْٓا نہ پرستش کرو تم
اِلَّا سوائے	اللّٰهَ اللہ	اِنِّیْٓ اَخَافُ بیشک میں ڈرتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب	يَوْمٍ اَلِيْمٍ دُکھ دینے والا دن		

سعادت و جنت مومنین کے لئے ہے

گذشتہ آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار و مشرکین کے ظلم و افتراء کا بیان فرمایا تھا۔ اب ان کے مقابلہ میں اہل ایمان کی حالت بیان کی جاتی ہے اور ان کا انجام خیر بتلایا جاتا ہے اور کافر اور مومن کی حالت تمثیلی بیان کی جاتی ہے اور ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ آخرت میں دوامی طور پر جنت کے مالک وہی لوگ ہوں گے جن میں یہ تین صفات موجود ہوں۔

(۱) ایک وہ مومن جو اللہ کی توحید' تمام انبیاء کی رسالت و نبوت اور تمام آسمانی کتابوں اور قیامت' حشر نشر مع ان کی تفصیلات کے مانتے ہوں۔ فرائض دینیہ کے منکر نہ ہوں قضا و قدر اور فرشتوں کے وجود کے قائل ہوں۔

(۲) دوسرے وہ مومن جو ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی کرتے ہوں یعنی وہ امور جن کے کرنے کا شریعت نے حکم دیا ہے اور جن امور سے عالم کی اصلاح و خیر وابستہ ہے ان کو اختیار کرتے ہیں اور وہ امور جن کے کرنے سے شریعت روکتی ہے اور جن کا ارتکاب دنیا میں فتنہ و فساد پیدا کرتا ہے ایسے امور کو ترک کرتے ہیں۔

(۳) تیسرے وہ مومن جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتے ہوں۔ متقی ہوں۔ اللہ تعالیٰ سے خوف رکھتے ہوں اور عاجزی کرتے ہوں۔ اللہ کے سامنے خشوع و خضوع کرتے ہوں۔ عبادت و نیکی ریاکاری سے نہیں بلکہ خدا کے ڈر سے کرتے ہوں۔ حاصل یہ کہ جو لوگ قولاً عملاً اور اعتقاداً نیکوکار اور حق پرست ہوں۔ وہی اہل نجات اور حامل سعادت ہیں۔ جنت انہی کو نصیب ہوگی۔

مومن وکافر کی حالت کی مثال

اس کے بعد کافر ومومن کی حالت مثال کے طریق پر بتلائی گئی ہے کہ کافر اندھے اور بہرے کی طرح ہے کہ جس کو نہ کچھ سنائی دیتا ہو نہ دیکھ سکتا ہو یعنی اس کے کان حق کو سننے سے بہرے ہیں اور اس کی آنکھیں صداقت کو دیکھنے سے اندھی ہیں رہا مومن تو وہ آنکھوں والا ہے۔حق ناحق کو دیکھتا ہے اور جھوٹ سچ میں تمیز کرتا ہے اور اس کے کان کھلے ہوئے ہیں جو نصیحت یا حکم سنتا ہے اس کو دل میں اتار لیتا ہے تو نتیجہ یہ کہ جس طرح بینا اور نابینا اور سننے والا اور بہرا برابر نہیں اسی طرح مومن وکافر برابر نہیں۔ دونوں کے شرف اور مرتبہ میں بڑا فرق ہے۔ دونوں کا انجام کس طرح یکساں ہوسکتا ہے۔گویا نصیحت یہاں یہ کی جارہی ہے کہ تم دل کے بینا بن جاؤ تاکہ آخرت کی تجارت کرسکو۔اور اگر خود بینا نہیں تو کسی بینا کی سنو اور اس پر چلو۔ اصل بینا وہ ہے کہ جو حق کو حق اور باطل کو باطل دیکھے اور حق کی پیروی کرے اور باطل سے بچے اور جو حق کو نہ دیکھتا ہو اور نہ سنتا ہو وہ حقیقتاً نابینا اور بہرا ہے۔آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید وتاکید میں پیش کیا جاتا ہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کا اعلان حق

قرآن پاک میں مختلف مقامات پر مختلف قصص بیان فرمائے ہیں بلکہ بعض قصوں کو تو چار چار پانچ پانچ مقامات پر قدرے طویل اور اختصار کے ساتھ بیان کیا ہے۔لیکن مقتضائے حال کے مطابق ہر موقع پر اتنا ہی قصہ بیان کیا ہے جتنی ضرورت تھی۔

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح فرمائی جاتی ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے قوم میں شرک اور بدافعالی کو پھیلتے دیکھا تو شروع میں توحید اور نیکی کی طرف راغب کیا جب کسی طرح کی ترغیب مفید نہ ہوئی تو عذاب الٰہی سے ڈرایا۔ کیونکہ انسان فطرتاً نفع حاصل کرنے سے زیادہ نقصان کو دور کرنے کا خواستگار ہوتا ہے۔غرض تبشیر اور ترغیب جب بے سود ثابت ہوئی تو مجبوراً انذار اور ترہیب کی طرف آپ مائل ہوئے اور انذار عذاب دنیا یعنی طوفان سے اور عذاب آخرت یعنی جہنم سے ڈرایا۔حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے روایت ہے کہ حضرت نوحؑ کو چالیس سال کی عمر میں نبوت ملی۔ ۹۵۰ برس قوم کو نصیحت وتبلیغ کرتے رہے اس کے بعد طوفان آیا۔طوفان کے ۶۰ برس بعد تک زندہ رہے۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ ونصائح کا اثر اگر کچھ لیا تو غریبوں نے لیا۔مگر دولت مند اور مال دار قوم کے سرداروں پر کوئی اثر نہ ہوا کیونکہ غرور اور تکبر کا سبب مال ودولت ہی اکثر ہوتا ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! آپ نے جو اپنے مومن بندوں کی صفات بتلائی ہیں وہ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی اس زندگی میں عطا فرما اور ہم کو اپنا وہ خوف وخشیت عطا فرما کہ جو ہم کو آپ کی اطاعت وفرمانبرداری میں لگائے رکھے اور ہر طرح کی نافرمانی سے بچائے رکھے۔

یا اللہ! بیشک اندھا اور بہرا اور سمیع وبصیر برابر نہیں۔یا اللہ! آپ ہم کو جب تک زندہ رکھیں سمیع وبصیر بنا کر زندہ رکھیں اور اندھا و بہرا ہونے سے بچالیں۔آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا

سو اُن کی قوم میں جو کافر سردار تھے' کہنے لگے' کہ ہم تو تم کو اپنے ہی جیسا آدمی دیکھتے ہیں۔ اور ہم دیکھتے ہیں کہ تمہارا اتباع انہی لوگوں نے کیا ہے'

الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِيَ الرَّاْيِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ بَلْ نَظُنُّكُمْ كٰذِبِيْنَ ﴿۲۷﴾

جو ہم میں بالکل رذیل ہیں پھر وہ بھی محض سرسری رائے سے' اور ہم تم لوگوں میں کوئی بات اپنے سے زیادہ بھی نہیں پاتے' بلکہ ہم تم کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔

فَقَالَ تو بولے	الْمَلَاُ سردار	الَّذِيْنَ كَفَرُوْا جن لوگوں نے کفر کیا	مِنْ قَوْمِهٖ اس کی قوم کے	مَا نَرٰىكَ ہم تجھے نہیں دیکھتے	اِلَّا مگر	بَشَرًا ایک آدمی
مِثْلَنَا ہمارے اپنے جیسا	وَ اور	مَا نَرٰىكَ ہم نہیں دیکھتے تجھے	اتَّبَعَكَ تیری پیروی کریں	اِلَّا سوائے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	هُمْ وہ
اَرَاذِلُنَا نیچ لوگ ہم میں	بَادِيَ الرَّاْيِ سرسری نظر سے	وَمَا اور نہیں	نَرٰى ہم دیکھتے	لَكُمْ تمہارے لئے	عَلَيْنَا ہم پر	مِنْ کوئی
فَضْلٍ فضیلت	بَلْ نَظُنُّكُمْ بلکہ ہم خیال کرتے ہیں تمہیں	كٰذِبِيْنَ جھوٹے				

سرداران کی طرف سے دعوت نوحؑ کا جواب

حضرت نوح علیہ السلام کی بعثت سے پہلے تمام قوم خدا کی توحید اور صحیح مذہبی روشنی سے یکسر ناآشنا ہو چکی تھی۔ اور حقیقی معبود خداوند قدوس کی جگہ خود ساختہ بتوں نے لے لی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے ان کی رشد و ہدایت کے لئے ان ہی میں سے ایک ہادی اور خدا کے سچے رسول حضرت نوح علیہ السلام کو مبعوث کیا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو راہ حق کی طرف پکارا اور سچے مذہب کی طرف دعوت دی لیکن قوم نے نہ مانا اور نفرت و حقارت کے ساتھ انکار پر اصرار کیا امرا اور سرداران قوم نے حضرت نوح علیہ السلام کی تکذیب و تحقیر کا کوئی پہلو نہ چھوڑا۔

حضرت نوح علیہ السلام کی تبلیغ حق کے جواب میں ان کی قوم کے سرداروں نے جو جواب حضرت نوح علیہ السلام کو دیا وہ اس آیت میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ ان کافر سرداروں نے حضرت نوح علیہ السلام کی دعوت و رسالت کو رد کیا اور اس کی تین وجوہات بتلائیں۔ ایک وجہ تو ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہئے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنس بشر سے ہو۔ رسول کو انسانیت کے درجہ سے بلند کوئی فرشتہ یا غیبی مخلوق ہونا چاہئے تھا۔ جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر تم بشر بھی ایسے نہیں کہ کوئی خاص برتری اور بڑائی ہم پر حاصل ہو مثلاً بڑے دولت مند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے جن کو نہ دولت و ثروت میں ہم پر برتری حاصل ہے نہ وہ انسانیت کے مرتبہ سے بلند ہے تو اس کو کیا حق ہے کہ وہ ہمارا پیشوا بنے اور ہم اس کے احکام کی تعمیل کریں؟ دوسری وجہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ ماننے کی ان کافر سرداروں نے یہ بیان کی کہ قوم کے چند غریب اور کمزور افراد جو تمہارے تابع ہوئے ہیں وہ بھی سب کے سب مفلس' رذیل' پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے سرداروں اور شریفوں کے لئے موجب ننگ و عار ہے۔ بھلا کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے۔ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے بے سوچے سمجھے اور بغیر غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ اور ایسے لوگوں کا آپ کے تابع ہو جانا آپ کے لئے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور یہ کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ یہ نہ ذی رائے ہیں کہ ہماری طرح جانچی پرکھی رائے سے کام لیتے اور نہ ذی شعور ہیں کہ حقیقت حال کو سمجھ لیتے۔

تیسری بات ان کافر سرداروں نے یہ کہی کہ تم کو اور تمہاری جماعت کو ہم پر کیا فضیلت حاصل ہے؟ کیا ساری خدائی میں سے تم

ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصب ورسالت پر مامور فرمایا۔ آخر ہم تم سے حسب نسب، مال ودولت، خلق وخلق کس بات میں کم تھے جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لئے نہ ہوا؟ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی (نعوذ باللہ) سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بے وقوفوں نے ہاں میں ہاں ملا دی تا کہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کر لیں۔ یہ ان ملعون منکر سرداروں کا جواب تھا جو یہاں آیت میں بیان فرمایا گیا ہے۔

مشرکین عرب کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں سوالات

ایسے ہی جاہلانہ اعتراضات کفار مکہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق پیش کرتے تھے کہ جو ہماری ہی طرح ایک معمولی انسان ہیں اور ہماری طرح کھاتے پیتے ہیں بازار میں چلتے پھرتے ہیں سوتے جاگتے ہیں ہم کیسے مان لیں کہ وہ خدا کی طرف سے پیغمبر ہو کر آئے ہیں؟ پھر ان کے پاس مال ودولت کے خزانے نہیں۔ پھر ان کے ماننے والے اکثر غریب کمزور غلام ہیں جن کے پاس اور برابر میں بیٹھنے میں بھی ہماری ہتک اور بے عزتی ہے۔ حالانکہ شروع سے عادۃ اللہ یہی رہی ہے کہ پیغمبروں پر اول ایمان لانے والے غربا اور فقرا ہی ہوتے ہیں۔ ہرقل شاہ روم کے پاس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تبلیغی نامہ مبارک دعوت اسلام کے لئے پہنچا تو اس کو یہ فکر ہوئی کہ معاملہ کی تحقیق کرے۔ چنانچہ اس وقت جو عرب کے لوگ ملک شام میں آئے ہوئے تھے ان کو بلا کر اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق کئی سوالات کئے اور ان کے جوابات سنے۔ اس کے سوالات میں سے ایک یہ بھی تھا کہ عرب قوم میں سے ان کی دعوت اسلام قبول کرنے والے اور ان کا اتباع کرنے والے قوم کے کمزور اور غریب لوگ ہیں یا قوم کے بڑے اور سردار۔ تو عربوں نے جواب دیا تھا کہ کمزور اور غریب لوگ اس پر ہرقل شاہ روم نے اقرار کیا یہ علامت تو سچے نبی ہونے کی ہے کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا اول اول اتباع کرنے والے یہی غریب لوگ ہوتے ہیں۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو وہ نور بصیرت عطا فرمادیں کہ جو ہم اپنے نبی پاک علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کے حقیقی کمالات کو مدنظر رکھ کر آپ کے اتباع کو اپنے اوپر لازم جانیں۔ آپ کی لائی ہوئی ہدایات وتعلیمات کا ہم کو پوری طرح اتباع نصیب ہو۔ اور آپ کی لائی ہوئی شریعت مطہرہ کی پوری پابندی ظاہر میں اور باطن میں ہم کو نصیب ہو۔

یا اللہ! حب دنیا کے مرض سے ہمارے دلوں کو پاک رکھئے اور مال ودولت کے فتنہ سے ہم کو بچا لیجئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

نوح (علیہ السلام) نے فرمایا کہ اے میری قوم! بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں اور اُس نے مجھ کو اپنے پاس سے رحمت عطا فرمائی

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَيٰقَوْمِ لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا ؕ

ہو پھر وہ تم کو نہ سوجھتی ہو تو کیا ہم اس کو تمہارے گلے مڑھ دیں۔ اور تم اُس سے نفرت کئے چلے جاؤ۔ اور اے میری قوم! میں تم سے اس پر کچھ مال تو نہیں مانگتا۔

اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ اِنَّهُمْ مُّلٰقُوْا رَبِّهِمْ وَلٰكِنِّيْۤ اَرٰىكُمْ

میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے۔ اور میں تو ایمان والوں کو نکالتا نہیں۔ یہ لوگ اپنے رب کے پاس جانے والے ہیں لیکن واقعی میں تم لوگوں کو

قَوْمًا تَجْهَلُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوْمِ مَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ طَرَدْتُّهُمْ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوْلُ

دیکھتا ہوں کہ جہالت کر رہے ہو۔ اور اگر میں ان کو نکال بھی دوں، تو مجھ کو خدا کی گرفت سے کون بچالے گا۔ کیا تم اتنی بات بھی نہیں سمجھتے؟۔ اور میں تم سے یہ

لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَاۤ اَقُوْلُ اِنِّيْ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ تَزْدَرِيْۤ

نہیں کہتا کہ میرے پاس اللہ کے تمام خزانے ہیں اور نہ میں تمام غیب کی باتیں جانتا ہوں۔ اور نہ یہ کہتا ہوں کہ میں فرشتہ ہوں۔ اور جو لوگ تمہاری نگاہوں میں حقیر ہوں۔

اَعْيُنُكُمْ لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيْرًا ؕ اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ ۚۖ اِنِّيْۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۳۱﴾

میں اُن کی نسبت (تمہاری طرح) یہ نہیں کہہ سکتا کہ اللہ تعالیٰ ہرگز اُن کو ثواب نہ دے گا۔ اُن کے دل میں جو کچھ ہو اس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ میں تو اگر ایسی بات کہہ دوں تو اس صورت میں ستم ہی کروں

قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ تم دیکھو تو	اِنْ اگر	كُنْتُ میں ہوں	عَلٰى پر	بَيِّنَةٍ واضح دلیل	مِّنْ رَّبِّيْ اپنے رب سے
وَاٰتٰىنِيْ اور اس نے دی مجھے	رَحْمَةً رحمت	مِّنْ عِنْدِهٖ اپنے پاس سے	فَعُمِّيَتْ وہ دکھائی نہیں دیتی	عَلَيْكُمْ تمہیں			
اَنُلْزِمُكُمُوْهَا کیا ہم وہ تمہیں زبردستی منوائیں	وَ اور	اَنْتُمْ تم	لَهَا اس سے	كٰرِهُوْنَ بیزار ہو	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم		
لَاۤ اَسْـَٔلُكُمْ میں نہیں مانگتا تم سے	عَلَيْهِ اس پر	مَالًا کچھ مال	اِنْ نہیں	اَجْرِيَ میرا اجر	اِلَّا مگر	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	وَمَاۤ اَنَا اور نہیں میں
بِطَارِدِ ہانکنے والا	الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وہ جو ایمان لائے	اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُّلٰقُوْا ملنے والے	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَلٰكِنِّيْۤ اور لیکن میں	اَرٰىكُمْ دیکھتا ہوں تمہیں	
قَوْمًا ایک قوم	تَجْهَلُوْنَ جہالت کرتے ہو	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	مَنْ يَّنْصُرُنِيْ کون بچائے گا مجھے	مِنَ سے	اللّٰهِ اللہ	اِنْ اگر	
طَرَدْتُّهُمْ میں ہانک دوں انہیں	اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ کیا تم غور نہیں کرتے	وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	لَكُمْ تمہیں	عِنْدِيْ میرے پاس		
خَزَآئِنُ اللّٰهِ اللہ کے خزانے	وَ اور	لَاۤ اَعْلَمُ میں نہیں جانتا	الْغَيْبَ غیب	وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	اِنِّيْ کہ میں	مَلَكٌ فرشتہ
وَ اور	لَاۤ اَقُوْلُ میں نہیں کہتا	لِلَّذِيْنَ ان لوگوں کو جنہیں	تَزْدَرِيْۤ حقیر سمجھتی ہیں	اَعْيُنُكُمْ تمہاری آنکھیں	لَنْ يُّؤْتِيَهُمُ ہرگز نہ دیگا انہیں		
اللّٰهُ اللہ	خَيْرًا کوئی بھلائی	اَللّٰهُ اللہ	اَعْلَمُ خوب جانتا	بِمَا جو کچھ	فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ انکے دلوں میں	اِنِّيْۤ بیشک میں	اِذًا اس وقت
لَمِنَ الظّٰلِمِيْنَ البتہ ظالموں سے							

سرداروں کے اعتراضات کا جواب

گذشتہ آیت میں حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کے کفار سرداروں کا قول نقل کیا گیا تھا جنہوں نے نہ صرف نوح علیہ السلام کی رسالت کا انکار کیا بلکہ تین شبہ اور اعتراض بھی ظاہر کئے۔

اب ان آیات میں حضرت نوح علیہ السلام کا جواب بتلایا جاتا ہے کہ نوح علیہ السلام نے ان کافر سرداروں سے جواباً فرمایا کہ تم کہتے ہو کہ میں تمہاری طرح انسان ہوں پھر مجھ کو خدا نے رسول کیوں بنایا۔ تو بیشک یہ صحیح ہے کہ میں انسان ہوں مگر انسان ہونا نبوت و رسالت کے منافی نہیں۔ بیشک مجھے نبوت کا کوئی ذاتی استحقاق نہیں لیکن یہ اللہ کی رحمت و عنایت ہے وہ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اس لئے مجھے راہ راست دکھائی۔ معجزات و نبوت عطا کی۔ پس میں خدا کی طرف سے اپنی نبوت و رسالت کے روشن دلائل لے کر آیا ہوں۔ تم کو کھلا ہوا سیدھا راستہ اور معجزات بھی نہ سوجھیں تو میرا اس میں کیا قصور۔ میں زبردستی حقانیت اور راستی کو تمہارے سر ڈال تو نہیں سکتا۔ رہی یہ بات کہ شاید تم یہ خیال کرو کہ میں نبوت و ہدایت کا دعویٰ کر کے تمہارا مال و دولت چھین کر مالدار بننا چاہتا ہوں تو یاد رکھو کہ میں بالکل تم سے مال کا خواستگار نہیں ہوں۔ تم سے کسی قسم کا معاوضہ نہیں چاہتا کہ جس کا دینا تم پر شاق اور گراں ہو میں تو اللہ کے حکم کی تعمیل کرتا ہوں اور اسی سے اجر کا طالب ہوں اور تم جو کہتے ہو کہ غریب اور کمزور طبقہ نے میرا ساتھ دیا اور وہی میرے ساتھ ہیں اور تم ان سے ملنا اور ان کے پاس بیٹھنا بھی گوارا نہیں کرتے تو اس کا جواب یہ ہے کہ جب یہ لوگ مومن ہو گئے میری رسالت کا انہوں نے اقرار کر لیا اور اپنے پچھلے عقائد چھوڑ دیئے اور میرے گروہ میں داخل ہو گئے تو یہ خدا کے مخلص بندے ہیں۔ ان کو میں کس طرح اپنے پاس سے نکال سکتا ہوں۔ جس کے تم خواہش مند ہو۔ اگر میں ان کے ساتھ ایسا معاملہ کروں تو یہ بے انصافی اور ظلم ہے اور میں تمہاری رعایت سے خدا کے مخلص بندوں کے ساتھ بے انصافی نہیں کر سکتا۔ خدانخواستہ اگر میں ایسا کروں تو مجھے خدا کی گرفت سے کون بچا سکے گا۔ میں تو خدا کے دردناک عذاب سے ڈرتا ہوں۔ اللہ کے یہاں اخلاص کی قدر ہے۔ امیر غریب کا وہاں کوئی سوال نہیں۔ ایمان اور اطاعت سے اللہ کے نزدیک عزت ملتی ہے یہ کمزور اور نادار افراد جو خدا پر سچے دل سے ایمان لائے ہیں تمہاری نگاہوں میں اس لئے حقیر و ذلیل ہیں کہ تمہاری طرح صاحب مال و دولت نہیں ہیں اور اسی لئے تمہارے خیال میں یہ نہ خیر حاصل کر سکتے ہیں اور نہ سعادت۔ سو واضح رہے کہ خدا کی خیر و سعادت کا قانون ظاہری دولت و حشمت کے تابع نہیں ہے۔ بظاہر تو یہ مومن ہیں اور مومن ہونا ان کے استحقاق خیر کی دلیل ہے۔ پھر تمہاری طرح میں ان کو کس طرح رذیل سمجھ کر دور کر سکتا ہوں۔ رہی میری فضیلت تو ظاہر ہے کہ مجھے نہ فرشتہ ہونے کا دعویٰ ہے نہ غیب دانی کا میں مدعی ہوں کہ میرے پاس اللہ کے غیبی خزانہ موجود ہیں۔ یعنی تمہارا یہ خیال ہی غلط ہے کہ نبی کو فرشتہ یا غیب دان ہونا چاہئے اور نہ یہ ضروری ہے کہ رسول کے پاس دولت کے انبار لگے ہوں۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس طرح ان کے جملہ اعتراضات کا جواب دے کر ان کو لاجواب کر دیا۔

اخلاق انبیاء

ان آیات سے معلوم ہوا کہ کھلی ہوئی حقانیت بھی دل کے اندھوں کو نہیں سوجھتی۔ اور جاہلوں کے جواب میں حلم اور بردباری سے کام لینا اخلاق انبیاء ہے۔ دولت اور افلاس کو معیار بلندی و پستی قرار دینا نادانی ہے۔ غریب طبقہ اگر مومن ہو گیا تو اس مالدار طبقہ سے بہتر ہے جو کافر اور بے ایمان رہا۔ یہ بھی معلوم ہوا کہ نبی نہ فرشتہ ہوتا ہے نہ غیب دان نہ خزائن الٰہیہ کا مالک۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰنُوْحُ قَدْ جٰدَلْتَنَا فَاَكْثَرْتَ جِدَالَنَا فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۳۲﴾

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے نوحؑ! تم ہم سے بحث کر چکے پھر بحث بھی بہت کر چکے سو جس چیز سے تم ہم کو دھمکایا کرتے ہو وہ ہمارے سامنے لے آؤ اگر تم سچے ہو

قَالَ اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ بِهِ اللّٰهُ اِنْ شَآءَ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِیْٓ اِنْ

انہوں نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اس کو بشرطیکہ اس کو منظور ہو تمہارے سامنے لاویگا۔ اور اُس وقت پھر تم اُس کو عاجز نہ کر سکو گے۔ اور میری خیر خواہی تمہارے کام نہیں آ سکتی گو

اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۳۴﴾

میں تمہاری کیسی ہی خیر خواہی کرنا چاہوں، جبکہ اللہ ہی کو تمہارا گمراہ کرنا منظور ہو۔ وہی تمہارا مالک ہے۔ اور اُسی کے پاس تم کو جانا ہے۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَعَلَيَّ اِجْرَامِيْ وَاَنَا بَرِيْۗءٌ مِّمَّا تُجْرِمُوْنَ ﴿۳۵﴾

کیا یہ لوگ کہتے ہیں، کہ محمد نے یہ قرآن تراش لیا ہے؟ آپ فرما دیجئے کہ اگر میں نے تراشا ہوگا تو میرا یہ جرم مجھ پر عائد ہوگا اور میں تمہارے جرم سے بری الذمہ رہونگا

قَالُوْا وہ بولے	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	قَدْ جٰدَلْتَنَا تو نے جھگڑا کیا ہم سے	فَاَكْثَرْتَ سو بہت	جِدَالَنَا پس لے آ	فَاْتِنَا ہم سے جھگڑا کیا	
بِمَا تَعِدُنَآ وہ جو تو ہم سے وعدہ کرتا ہے	اِنْ اگر	كُنْتَ تو ہے	مِنَ سے	الصّٰدِقِيْنَ سچے	قَالَ اس نے کہا	اِنَّمَا يَاْتِيْكُمْ صرف لائے گا تم پر
بِهٖ اس کو	اللّٰهُ اللہ	اِنْ شَآءَ اگر چاہے گا وہ	وَمَآ اَنْتُمْ اور تم نہیں	بِمُعْجِزِيْنَ عاجز کردینے والے	وَلَا يَنْفَعُكُمْ اور نہ نفع دے گی تمہیں	
نُصْحِیْٓ میری نصیحت	اِنْ اگر	اَرَدْتُّ میں چاہوں	اَنْ اَنْصَحَ کہ میں نصیحت کروں	لَكُمْ تمہیں	اِنْ اگر	كَانَ ہے
اللّٰهُ يُرِيْدُ اللہ چاہے	اَنْ يُّغْوِيَكُمْ کہ گمراہ کرے تمہیں	هُوَ وہ	رَبُّكُمْ تمہارا رب	وَاِلَيْهِ اور اسکی طرف	تُرْجَعُوْنَ تم لوٹ کر جاؤ گے	
اَمْ کیا	يَقُوْلُوْنَ وہ کہتے ہیں	افْتَرٰىهُ بنالایا ہے اس کو	قُلْ کہدیں	اِنِ افْتَرَيْتُهٗ اگر میں نے اسے بنالیا ہے	فَعَلَيَّ تو مجھ پر	
اِجْرَامِیْ میرا گناہ	وَاَنَا اور میں	بَرِیْٓءٌ بری	مِّمَّا اس سے جو	تُجْرِمُوْنَ تم گناہ کرتے ہو		

سرداران قوم کا لاجواب ہو کر عذاب کی فرمائش کرنا

حضرت نوح علیہ السلام قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس اپنی قوم میں رہے۔ شب و روز انہیں نصیحت فرماتے۔ ہر شبہ کا جواب دیتے۔ تبلیغ و تفہیم و بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا۔ بہر حال حضرت نوح علیہ السلام نے انتہائی کوشش کی کہ بد بخت قوم سمجھ جائے اور رحمت الٰہی کے آغوش میں آ جائے مگر قوم نے نہ مانا اور جس قدر آپ کی جانب سے تبلیغ حق میں جد و جہد ہوئی اسی قدر قوم کی جانب سے بغض و عناد میں سرگرمی کا اظہار ہوا۔ اور ایذا رسانی اور تکلیف دہی کے تمام وسائل کا استعمال کیا گیا۔ صدیاں اسی جھگڑے میں گزر گئیں۔ کفار نے حضرت نوح علیہ السلام کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز آ کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجئے۔ بس اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

حضرت نوحؑ کا جواب کہ عذاب اللہ کے حکم سے ہوگا

حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے جواب میں ارشاد فرمایا کہ یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں۔ خدا جس وقت اپنی حکمت کے

موافق چاہے گا عذاب نازل کردے گا۔ میرا فرض صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب کا لانا نہ لانا یہ خدا تعالیٰ کی قدرت اور اختیار میں ہے۔ جب اس کی مشیت نزول عذاب کی ہوگی تو پھر کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکو گے اور ایسا کون ہے جو معاذ اللہ خدا کو تھکا کر عاجز کر سکے۔ تمہارے کفر پر اصرار اور ضد اور انتہائی شوخ چشمی اور بے باکی سے نزول عذاب کی استدعا پتہ دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہ ہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کردے۔ بس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت و خیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں تو کچھ نافع اور موثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہی ہے جس کے قبضہ قدرت اور ملک و تصرف میں ہر چیز ہے جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے کوئی روک نہیں سکتا۔ سب کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزا و سزا دینے والا ہے۔

کفار مکہ کا رد

یہاں نوح علیہ السلام کے قصہ میں آگے کلام بطور جملہ معترضہ کے ہے اور روئے سخن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف ہے کہ یہ کفار مکہ کہتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم قرآن خود بنا لائے ہیں۔ اس کا تحقیقی جواب تو اسی سورۃ میں ایک رکوع پہلے گزر چکا کہ اگر یہ قرآن گھڑا ہوا ہے تو تم بھی اسی جیسی دس سورتیں ہی بنا کر لے آؤ۔ یہاں آخری جواب ہے کہ قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح اور محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جا چکا ہے ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ میں تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں اب جو غلطیاں تم کرو میں اس کا ذمہ دار نہیں۔ اگر بفرض محال میں نے افتراء کیا ہوگا تو اس کا گناہ مجھ ہی پر پڑے گا۔ اپنا جرم میں خود بھگت لوں گا تم اپنی خبر لو۔ یہ درمیان میں مشرکین مکہ کے اعتراض کو رد کیا جاتا ہے۔ آگے پھر قصہ حضرت نوح علیہ السلام کا جاری ہے۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہماری سعادت اور دین و دنیا کی صلاح و فلاح اسی میں ہے کہ ہم اپنے نبی الرحمۃ صلی اللہ علیہ وسلم کا دل و جان سے اتباع کریں اور آپ کے پکے و سچے امتی ہونے کا شرف حاصل کریں۔

یا اللہ! آپ ہی توفیق بخشنے والے ہیں ہم آپ ہی سے توفیق حسن کے طالب ہیں۔ ہمارے لئے اپنی ہدایت کے راستے کھول دے اور ہر طرح کی کجی و گمراہی سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاُوْحِيَ اِلٰى نُوْحٍ اَنَّهٗ لَنْ يُّؤْمِنَ مِنْ قَوْمِكَ اِلَّا مَنْ قَدْ اٰمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا

اور نوحؑ کے پاس وحی بھیجی گئی' کہ سوا اُن کے جو ایمان لا چکے ہیں، اور کوئی نیا شخص تمہاری قوم میں ایمان نہ لائے گا' سو جو کچھ یہ لوگ کر رہے ہیں

كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝۳۶ وَاصْنَعِ الْفُلْكَ بِاَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

اس پر کچھ غم نہ کرو۔ اور تم ہماری نگرانی میں اور ہمارے حکم سے کشتی تیار کر لو اور مجھ سے کافروں کے بارے میں کچھ گفتگو نہ کرنا

اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝۳۷ وَيَصْنَعُ الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَاٌ مِّنْ قَوْمِهٖ سَخِرُوْا مِنْهُ قَالَ

وہ سب غرق کئے جائیں گے۔اور وہ کشتی تیار کرنے لگے۔اور جب بھی اُن کی قوم میں کسی رئیس گروہ کا اُن پر گذر ہوتا تو اُن سے ہنسی کرتے۔آپ فرماتے

اِنْ تَسْخَرُوْا مِنَّا فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ كَمَا تَسْخَرُوْنَ ۝۳۸ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ

کہ اگر تم ہم پر ہنستے ہو تو ہم تم پر ہنستے ہیں جیسا تم ہم پر ہنستے ہو سو ابھی تم کو معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب

يُّخْزِيْهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ۝۳۹

آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کر دیگا اور اس پر دائمی عذاب نازل ہوگا۔

وَاُوْحِيَ اور وحی بھیجی گئی	اِلٰى نُوْحٍ نوح کی طرف	اَنَّهٗ کہ وہ	لَنْ يُّؤْمِنَ ہرگز ایمان نہیں لائیگا	مِنْ سے	قَوْمِكَ تیری قوم	اِلَّا سوائے		
مَنْ جو	قَدْ اٰمَنَ ایمان لاچکا	فَلَا تَبْتَئِسْ پس تو غمگین نہ ہو	بِمَا اس پر جو	كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ وہ کرتے ہیں	وَاصْنَعِ اور تو بنا	الْفُلْكَ کشتی		
بِاَعْيُنِنَا ہمارے سامنے	وَوَحْيِنَا اور ہمارے حکم سے	وَلَا تُخَاطِبْنِيْ اور نہ بات کو نا مجھ سے	فِي میں	الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا جن لوگوں نے ظلم کیا				
اِنَّهُمْ بیشک وہ	مُغْرَقُوْنَ ڈوبنے والے	وَيَصْنَعُ اور وہ بناتا تھا	الْفُلْكَ کشتی	وَكُلَّمَا اور جب بھی	مَرَّ گزرتے	عَلَيْهِ اس پر	مَلَاٌ سردار	
مِنْ سے	قَوْمِهٖ اس کی قوم	سَخِرُوْا وہ ہنستے	مِنْهُ اس سے	قَالَ اس نے کہا	اِنْ اگر	تَسْخَرُوْا تم ہنستے ہو	مِنَّا ہم سے	فَاِنَّا تو بیشک ہم
نَسْخَرُ ہنسیں گے	مِنْكُمْ تم سے	كَمَا جیسے	تَسْخَرُوْنَ تم ہنستے ہو	فَسَوْفَ سو عنقریب	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ يَّاْتِيْهِ کس پر آتا ہے		
عَذَابٌ ایسا عذاب	يُّخْزِيْهِ اس کو رسوا کرے	وَيَحِلُّ اور اُترتا ہے	عَلَيْهِ اس پر	عَذَابٌ عذاب	مُّقِيْمٌ دائمی			

دعوتی مرحلہ کا اختتام

حضرت ابن عباسؓ سے منقول ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام چالیس سال کی عمر میں مبعوث ہوئے اور نبوت سے سرفراز فرمائے گئے۔اور ۹۵۰ سال جیسا کہ بیسویں پارہ سورۂ عنکبوت میں تصریح ہے۔ دعوت ایمانی' تبلیغ اور سعی اصلاح میں مصروف رہے۔ پھر طوفان آیا اور طوفان کے بعد ۶۰ سال زندہ رہے۔ اس طرح حضرت نوح علیہ السلام کی کل عمر ۱۰۵۰ سال ہوئی۔

اس طویل مدت میں آپ برابر اپنی قوم کو دین حق اور کلمۂ توحید کی دعوت دیتے رہے۔قوم کی ایک نسل کے بعد دوسری نسل کو اور دوسری کے بعد تیسری کو اس امید پر دعوت شب و روز دیتے رہے کہ شاید حق کو قبول کرلیں۔ جب اس عمل پر صدیاں گزر گئیں اور قوم کی ایذا رسانی اور ظلم و تعدی حد سے بڑھ گیا قوم آپ کو دیوانہ اور مجنون کہتی اور آپ پر پتھراؤ کرتی یہاں تک کہ آپ بیہوش ہو جاتے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچ گئی تو حضرت نوح علیہ السلام نے بارگاہ

خداوندی میں فریاد کی۔ اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ (پ ۲۷ سورۂ قمر) کہ میں مغلوب وضعیف ہوں آپ ان سے بدلہ لے لیجئے اور دعا کی:۔ قَالَ رَبِّ انْصُرْنِیْ بِمَا كَذَّبُوْنِ (پ ۱۸ سورۂ مومنون) اے میرے پروردگار ان کی تکذیب کے بالمقابل آپ میری مدد کیجئے۔ اس پر حضرت نوح علیہ السلام کی تسلی کے لئے حق تعالیٰ کی طرف سے جو خطاب فرمایا گیا وہ ان آیات میں ذکر فرمایا گیا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا وہ لاچکے۔ اب اور کوئی شخص ان میں ایمان لانے والا نہیں ہے۔ لہٰذا اب آپ ان کی عداوت وتکذیب اور ایذارسانی سے زیادہ غمگین نہ ہوں۔ عنقریب اب خدا کی شمشیر بے نیام ہونے والی ہے۔ جو شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کرڈالے گی۔ اب دعوت اور حجت کا وقت ختم ہوا اور عقوبت اور سزا کا وقت قریب آگیا اور حضرت نوح علیہ السلام کو بتلایا گیا کہ عنقریب پانی کا ایک ایسا سخت طوفان آنے والا ہے جس سے یہ سب ظالمین اور مکذبین غرق کر کے ہلاک کئے جائیں گے۔ ان کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہوکر رہے گا۔ اور آپ کسی ظالم کافر کی سفارش وغیرہ کے لئے ہم سے کوئی بات نہ کریں اور ہمارے حکم، تعلیم اور الہام کے موافق ایک کشتی تیار کرنا شروع کریں۔

اہل ایمان کے تحفظ کے لئے کشتی کی تیاری

چنانچہ تعمیل ارشاد میں حضرت نوح علیہ السلام نے کشتی تیار کرنا شروع کردی۔ لیکن جب حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی بنانے کا حکم ملا تو اس وقت نہ وہ کشتی کو جانتے تھے نہ اس کے بنانے کو۔ روایات حدیث میں ہے کہ جبرئیل امین نے بذریعہ وحی الٰہی حضرت نوح علیہ السلام کو کشتی سازی کی تمام ضروریات اور اس کا طریقہ بتلایا۔ لکھا ہے کہ کشتی کئی سال میں تیار ہوئی اور وہ کشتی کیا تھی گویا بڑا جہاز تھا۔ جس میں الگ الگ درجہ تھے۔ بعض تاریخی روایات میں اس کی پیمائش یہ بتلائی گئی ہے کہ یہ تین سو گز لمبی، پچاس گز چوڑی اور تیس گز اونچی تین منزلی کشتی تھی۔ روایات میں بعض سلف سے نقل کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے جتنی صنعتوں کی ضرورت تھی ان سب کی ابتداء بذریعہ وحی الٰہی کسی پیغمبر کے ذریعہ عمل میں آئی ہے۔ پھر حسب ضرورت اس میں اضافے اور سہولتیں مختلف زمانوں میں ہوتی رہیں۔

قوم کے لوگوں کا استہزاء

الغرض جب اللہ کے حکم سے حضرت نوح علیہ السلام کشتی بنانے میں مشغول تھے تو قوم کے کافر سردار جب ادھر سے گزرتے تو ہنسی اڑاتے اور کہتے کہ پیغمبر سے اب بڑھئی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ تو آپ فرماتے کہ پانی کا طوفان آنے والا ہے۔ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور پانی میں ڈوبنے سے بچائے گا تو یہ سن کر قوم مذاق اڑاتی اور استہزاء کرتی کہ خشک زمین پر پانی سے ڈوبنے کا بچاؤ کیا جارہا ہے۔ چونکہ اس سے پہلے کشتی لوگوں نے دیکھی بھی نہ تھی اور نہ اس کے استعمال کے طریقہ سے واقف تھے اس لئے تعجب کرتے اور قہقہے لگاتے۔ حضرت نوح علیہ السلام جواب میں فرماتے کہ آج تم ہم پر ہنستے ہو اور ہمیں احمق بناتے ہو لیکن وہ وقت قریب ہے کہ جب تمہاری حماقت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا۔ کہ جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہوگے۔ اب زیادہ تاخیر نہیں ہے۔ جلد آشکارا ہوجائے گا کہ دنیا کا رسوا کن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے۔ غرض یہ کہ نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے اور سوال و جواب اور تمسخر کا سلسلہ جاری رہا یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا۔

دعا کیجئے: حق تعالیٰ کا بے انتہا شکر واحسان ہے کہ جس نے ہم کو اسلام اور ایمان سے نواز کر اپنے تمام انبیاء پر ایمان رکھنے والا بنایا۔ یا اللہ! ہم کو اپنے مومنین صادقین کے زمرہ میں شامل رہ کر جینا نصیب فرمائیے۔ اور حق کی نصرت حمایت اور تائید کی توفیق عطا فرمائیے۔ اور حق کی عداوت وتکذیب سے ہم کو محفوظ فرمائیے۔ یا اللہ! اسلام اور ایمان کی برکت سے آپ ہم کو دنیا میں ہر طرح کے عذاب سے مامون ومحفوظ فرمائیے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّوْرُ ۙ قُلْنَا احْمِلْ فِيْهَا مِنْ كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

یہاں تک کہ جب ہمارا حکم آ پہنچا اور زمین میں سے پانی اُبلنا شروع ہوا۔ ہم نے فرمایا کہ ہر قسم میں سے ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ یعنی دو عدد اس میں چڑھا

وَاَهْلَكَ اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ اٰمَنَ ؕ وَمَآ اٰمَنَ مَعَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝

لو اور اپنے گھر والوں کو بھی باستثنا اُس کے جس پر حکم نافذ ہو چکا ہے اور دوسرے ایمان والوں کو بھی اور بجز قلیل آدمیوں کے اُن کے ساتھ کوئی ایمان نہ لایا تھا

حَتّٰٓى یہاں تک کہ	اِذَا جَآءَ جب آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	وَفَارَ اور جوش مارا	التَّنُّوْرُ تنور	قُلْنَا ہم نے کہا	احْمِلْ چڑھا لے	فِيْهَا اس میں	
مِنْ سے	كُلٍّ زَوْجَيْنِ ہر ایک جوڑا	اثْنَيْنِ دو (نر و مادہ)	وَاَهْلَكَ اور اپنے گھر والے	اِلَّا سوائے	مَنْ جو	سَبَقَ ہو چکا	عَلَيْهِ اس پر	
	الْقَوْلُ حکم	وَمَنْ اور جو	اٰمَنَ ایمان لایا	وَمَآ اور نہ	اٰمَنَ ایمان لائے	مَعَهٗٓ اس پر	اِلَّا قَلِيْلٌ مگر تھوڑے	

عذاب کی آمد

حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام سے فرمایا تھا کہ جب آپ یہ دیکھیں کہ آپ کے گھر کے تنور سے پانی ابلنے لگا تو سمجھ لیں کہ طوفان آ گیا۔ یہاں آیت میں وفار التنور فرمایا گیا ہے یعنی جب تنور سے پانی ابلنا شروع ہوا۔ اس جگہ لفظ تنور کے معنیٰ میں مفسرین میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں۔ بعض نے لکھا ہے کہ ایک تنور حضرت حوا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا وہ ان کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب اس سے پانی ابلنے لگے تو سمجھ لیں کہ طوفان شروع ہو گیا۔ اور پھر کشتی میں سوار ہو جائیں۔ بعض نے کہا ہے کہ تنور کوئی خاص چشمہ تھا۔ حضرت ابن عباس سے منقول ہے کہ تنور کے معنی سطح زمین کے ہیں۔ واللہ اعلم۔

ہر قسم کے جانوروں کا ایک ایک جوڑا محفوظ کر لیا گیا

الغرض جب حکم خداوندی آ پہنچا اور طوفان کی ابتدا ہوئی۔ روٹی پکانے کے تنور سے جہاں آگ بھری ہوتی ہے۔ پانی ابل پڑا تو اوپر سے بادلوں کو حکم ہوا کہ برس پڑیں اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی ابلنے لگا۔ جب پانی ابلنا شروع ہوا تو اللہ تعالیٰ کا حکم حضرت نوح علیہ السلام کو ہوا کہ جن جانوروں کی ضرورت ہے اور جن کی نسل باقی رہنی مقدر ہے ان میں سے ایک ایک جوڑا نر و مادہ لے کر کشتی پر سوار کر لیں۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی نوح علیہ السلام میں ساری دنیا بھر کے جانور جمع نہیں کئے گئے تھے۔ بلکہ صرف وہ جانور جو نر و مادہ کے جوڑے سے پیدا ہوتے ہیں اور پانی میں زندہ نہیں رہ سکتے اس لئے تمام دریائی جانور اس سے نکل گئے اور خشکی کے جانوروں میں بھی بغیر نر و مادہ کے پیدا ہونے والے حشرات الارض سب نکل گئے۔

الغرض جن خشکی کے جانوروں کا حکم ہوا وہ کشتی پر سوار کر لئے گئے اور ساتھ ہی نوح علیہ السلام کو حکم ہوا کہ آپ اپنے گھر والوں کو اور ساتھیوں کو جو آپ پر ایمان لائے ہیں ان کو کشتی پر سوار کر لیں جن کی تعداد بہت قلیل تھی۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ کشتی میں سوار ہونے والے مومنین کم و بیش ۸۰ تھے جن میں حضرت نوح علیہ السلام کے تین بیٹے سام حام یافث اور آپ کی تین بیبیاں تھیں۔ چوتھا بیٹا یام جس کا لقب کنعان تھا وہ کفار کے ساتھ رہ کر طوفان میں غرق ہوا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۴۱﴾ وَهِيَ تَجْرِيْ

اورنوح نے فرمایا کہ اسی کشتی میں سوار ہو جاؤ اس کا چلنا اور اس کا ٹھہرنا اللہ ہی کے نام سے ہے۔ بالیقین میرا رب غفور ہے رحیم ہے۔ اور وہ کشتی اُن کو لے کر

بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰي نُوْحُ ۨابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا

پہاڑ جیسی موجوں میں چلنے لگی اور نوحؑ نے اپنے ایک بیٹے کو پکارا اور وہ علیحدہ مقام پر تھا کہ اے میرے پیارے بیٹے ہمارے ساتھ

وَلَا تَكُنْ مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۴۲﴾ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰي جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَاۗءِ ۭ قَالَ لَا عَاصِمَ

سوار ہو جا اور کافروں کے ساتھ مت ہو اور کہنے لگا کہ میں ابھی کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی سے بچالے گا نوحؑ نے کہا کہ آج اللہ کے قہر سے

الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ﴿۴۳﴾

کوئی بچانے والا نہیں لیکن جس پر وہی رحم کرے اور دونوں کے بیچ میں ایک موج حائل ہو گئی پس وہ غرق ہو گیا!

وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ مَاۗءَكِ وَيٰسَمَاۗءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَاۗءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ

اور حکم ہو گیا کہ اے زمین اپنا پانی نگل جا اور اے آسمان تھم جا اور پانی گھٹ گیا اور قصہ ختم ہوا اور کشتی

عَلَي الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾

جودی پر آ ٹھہری اور کہہ دیا گیا کہ کافر لوگ رحمت سے دور

وَقَالَ اور اس نے کہا	اُرْكَبُوْا سوار ہو جاؤ	فِيْهَا اس میں	بِسْمِ اللّٰهِ اللہ کے نام سے	مَجْرٖىهَا اسکا چلنا	وَمُرْسٰهَا اور اس کا ٹھہرانا	اِنَّ بیشک	
رَبِّيْ میرا رب	لَغَفُوْرٌ البتہ بخشنے والا	رَّحِيْمٌ نہایت مہربان	وَهِيَ اور وہ	تَجْرِيْ چلی	بِهِمْ ان کو لے کر	فِيْ مَوْجٍ لہروں میں	كَالْجِبَالِ پہاڑ جیسی
وَنَادٰى اور پکارا	نُوْحُ نوح	ابْنَهٗ اپنا بیٹا	وَكَانَ اور تھا	فِيْ مَعْزِلٍ کنارے میں	يّٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے	ارْكَبْ سوار ہو جا	
مَعَنَا ہمارے ساتھ	وَلَا تَكُنْ اور نہ رہو	مَعَ الْكٰفِرِيْنَ کافروں کے ساتھ	قَالَ اس نے کہا	سَاٰوِيْ میں جلد پناہ لے لیتا ہوں	اِلٰى جَبَلٍ کسی پہاڑ کی طرف		
يَعْصِمُنِيْ وہ بچالے گا مجھے	مِنَ الْمَآءِ پانی سے	قَالَ اس نے کہا	لَا عَاصِمَ کوئی بچانے والا نہیں	الْيَوْمَ آج	مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	
اِلَّا سوائے	مَنْ رَّحِمَ جس پر وہ رحم کرے	وَحَالَ اور آگئی	بَيْنَهُمَا ان کے درمیان	الْمَوْجُ موج	فَكَانَ تو وہ ہوگیا	مِنَ سے	
الْمُغْرَقِيْنَ ڈوبنے والے	وَقِيْلَ اور کہا گیا	يٰاَرْضُ اے زمین	ابْلَعِيْ نگل لے	مَآءَكِ اپنا پانی	وَيٰسَمَآءُ اور اے آسمان	اَقْلِعِيْ تھم جا	
وَغِيْضَ اور خشک کردیا گیا	الْمَآءُ پانی	وَقُضِيَ اور پورا ہو چکا	الْاَمْرُ کام	وَاسْتَوَتْ اور جا لگی	عَلَى الْجُوْدِيِّ جودی پہاڑ پر		
وَقِيْلَ اور کہا گیا	بُعْدًا دوری	لِلْقَوْمِ لوگوں کیلئے	الظّٰلِمِيْنَ ظالم				

اہل ایمان کشتی نوح پر

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت نوح علیہ السلام کو حق تعالیٰ کی طرف سے ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا گیا تا کہ اس میں مومنین کو

سوار کرلیا جائے تا کہ طوفان سے وہ بچ جائیں جس میں دوسرے سب کفار غرق ہو کر ہلاک کیئے جائیں گے۔ چنانچہ جب کشتی تیار ہو گئی اور پانی زمین سے ابلنا شروع ہوا اور طوفان کی ابتدائی ہوئی تو نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو جن کی تعداد میں اختلاف ہے زیادہ سے زیادہ تعداد قریب ۸۰ کے لکھی ہے ان کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ اور طوفان کی کچھ فکر مت کرو۔ اس کشتی کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے حکم اور اس کے نام کی برکت سے ہے۔ غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ نجات کا دارومدار اسی کی رحمت پر ہے۔ یہ کشتی اس کا ظاہری سبب ہے ۔لہٰذا بھروسہ اور نظر اللہ پر رکھو۔ نہ کہ کشتی پر۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور ان پر بے حد مہربان ہے۔ وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اتارے گا۔

کشتی پر سوار ہونے کی دعا

علماء نے لکھا ہے کہ اس آیت وَقَالَ ارْكَبُوا فِيهَا بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ سے معلوم ہوا کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت بسم اللہ کہنا چاہئے اور حضرت ابن عباسؓ سے رویت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میری امت کے لئے امن کی چیز جبکہ کشتی میں سوار ہوویں اس آیت کا پڑھنا ہے۔ یعنی بِسْمِ اللَّهِ مَجْرٖهَا وَمُرْسٰهَا اِنَّ رَبِّي لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ۔

غرض کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف وخطر چلی جا رہی تھی۔

کنعان کو دعوت اور اس کی غرقابی

سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو جو اپنے باپ بھائی سارے کنبے سے کنارہ کش ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا تا کہ اس مصیبت عظمیٰ سے نجات پا سکے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یا تو نوح علیہ السلام اسے مومن خیال کرتے تھے اس لئے آواز دی خواہ واقع میں مومن نہ ہو یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہو گی کہ ان ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو۔ واللہ اعلم۔

کنعان اپنے جہل وشقاوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچا لیتا ہے میں بھی کسی اونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچا لوں گا۔ چنانچہ اس نے نوح علیہ السلام کو یہی جواب دیا کہ میں کسی پہاڑ کی پناہ لے لوں گا جو مجھ کو پانی میں ڈوبنے سے بچا لے گا۔ وہ وقت ابتدائے طوفان کا تھا۔ پہاڑوں کے اوپر پانی ابھی نہیں پہنچا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس کے احمقانہ جواب پر پھر فرمایا کہ کس خبط میں پڑا ہے۔ یہ معمولی سیلاب نہیں۔ عذاب الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت ہے۔ کوئی چیز آج عذاب سے کافروں کو نہیں بچا سکتی۔ ہاں خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے مگر اس دارو گیر اور مقام انتقام میں مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لئے دونوں کو جدا کر دیا۔ اور کنعان کو غرق کر دیا۔ اور ایک مدت تک اس قدر پانی برسا کہ آسمان کے دہانہ کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں اصحاب کشتی کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے بددعا کی تھی سب غرق ہو گئے اس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا۔ کشتی جودی پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا اور جو کام خدا نے چاہا یعنی مجرمین کو سزا دینا وہ پورا ہو چکا۔

ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دور ہو کر ہمیشہ کے لئے مصیبت کے غار میں پڑے رہو۔

کشتی پر سوار رہنے کی مدت

بعض تفاسیر میں مرقوم ہے کہ نوح علیہ السلام ۱۰ ماہ رجب المرجب کو کشتی میں سوار ہوئے تھے۔ چھ مہینہ تک یہ کشتی طوفان میں پانی کے اوپر چلتی رہی۔ جب بیت اللہ شریف کے مقام پر پہنچی تو سات مرتبہ طواف کیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے بیت کو بلند کر کے غرق سے بچالیا تھا۔ پھر ۱۰ محرم یوم عاشورہ میں طوفان ختم ہو کر کشتی جبل جودی پر جا کر ٹھہر گئی جو عراق میں موصل کے قریب ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام نے اس روز شکرانہ کے طور پر روزہ رکھا اور کشتی میں جتنے آدمی تھے سب کو روزہ رکھنے کا حکم دیا۔

طوفان نوح کی حدود

جمہور مفسرین کا قول ہے کہ یہ طوفان عام اور عالمگیر تھا۔ سوائے اہل کشتی کے کوئی جاندار اس عذاب سے جانبر نہیں ہوا اور قرآن مجید کے ارشادات اور آیات سے بھی یہی معلوم ہوتا ہے کہ وہ طوفان عام تھا اور جانوروں میں سے ایک ایک جوڑا کشتی میں سوار کرنا یہ بھی اسی طرف اشارہ کر رہا ہے کیونکہ اگر طوفان عام نہ ہوتا تو جانوروں کے سوار کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ دوسرے مقامات پر تو جانور موجود ہی تھے۔ اس طوفان عام کے بعد دنیا میں صرف نوح علیہ السلام کی نسل جاری ہوئی اسی وجہ سے نوح علیہ السلام کو آدم ثانی کہا جاتا ہے۔ پھر حضرت نوح علیہ السلام کی یہ دعا رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْأَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا (سورۃ نوح) یعنی اے میرے پروردگار اب ان کافروں میں سے کوئی زمین پر بسنے والا نہ چھوڑیئے یہ بھی دلیل ہے کہ طوفان تمام اہل زمین کے لئے تھا۔

حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب محدث ومفسر دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فتاویٰ عزیزی میں فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کی بعثت اگرچہ عام نہ تھی صرف اپنی قوم کے ساتھ مخصوص تھی مگر اس وقت ان کی قوم اور ان کی امت ہی کل اہل زمین اور اہل جہان کا مصداق تھی اور ان کی امت ہی ساری دنیا تھی۔ موجودہ دنیا کی طرح ساری زمین آباد نہ تھی۔ جیسے حضرت آدم علیہ السلام کی ذریت وہی ان کی امت تھی۔ اسی طرح تمام اہل زمین حضرت نوح علیہ السلام کی قوم تھی۔

مطلب یہ کہ اس زمانہ میں جہاں تک دنیا آباد تھی وہاں تک طوفان آیا جو سب کو عام اور شامل تھا۔ جس سے سوائے نوح علیہ السلام اور اہل ایمان کے کوئی نہیں بچا۔ غرض کہ صرف نوح علیہ السلام اور وہ لوگ جو کشتی میں ان کے ساتھ سوار تھے زندہ رہے۔ اور طوفان کے بعد دنیا از سر نو آباد ہوئی۔ آج کل کے بعض مدعیان تحقیق یہ کہتے ہیں کہ ۸۰ آدمیوں سے دنیا کا آباد ہونا محال نظر آتا ہے۔ ان نادانوں کو یہ خبر نہیں کہ یہ ساری دنیا صرف حضرت آدمؑ اور حضرت حوا سے آباد ہوئی ہے۔ (ماخذ معارف القرآن)

دعا کیجئے: یا اللہ! اسلام وایمان کی برکت سے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل سے ہم کو دنیا میں بھی امن وعافیت عطا فرمایئے اور ہر طرح کے ظاہری وباطنی فتنہ وعذاب سے محفوظ ومامون فرمایئے اور آخرت میں بھی اپنی شان غفور رحیمی کا معاملہ فرمایئے۔ یا اللہ! ہم کو دنیا میں اہل حق کے ساتھ وابستہ رکھنا اور مومنین صادقین کے ساتھ ہمارا حشر نشر فرمانا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَنَادٰی نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِیْ مِنْ اَهْلِیْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ وَاَنْتَ اَحْكَمُ

اور نوح نے اپنے رب کو پکارا اور عرض کیا اے میرے رب یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا وعدہ بالکل سچا ہے اور آپ احکم الحاکمین ہیں۔

الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قَالَ يٰنُوْحُ اِنَّهٗ لَيْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيْرُ صَالِحٍ ۖ فَلَا تَسْـَٔلْنِ مَا لَيْسَ

اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ اے نوحؑ یہ شخص تمہارے گھر والوں میں سے نہیں، یہ تباہ کار ہے۔ سو مجھ سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں۔

لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ؕ اِنِّیْٓ اَعِظُكَ اَنْ تَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ رَبِّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُ بِكَ اَنْ اَسْـَٔلَكَ

میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ تم نادان نہ بن جاؤ۔ انہوں نے عرض کیا اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آپ سے ایسے امر کی درخواست

مَا لَيْسَ لِیْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَاِلَّا تَغْفِرْ لِیْ وَتَرْحَمْنِیْٓ اَكُنْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۴۷﴾

کروں جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اور اگر آپ میری مغفرت نہ فرمائیں گے اور مجھ پر رحم نہ فرمائیں گے تو میں بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔

وَنَادٰی اور پکارا	نُوْحٌ نوح	رَبَّهٗ اپنا رب	فَقَالَ پس اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنَّ بیشک	ابْنِیْ میرا بیٹا	مِنْ اَهْلِیْ میرے گھر والوں میں سے	
وَاِنَّ اور بیشک	وَعْدَكَ تیرا وعدہ	الْحَقُّ سچا	وَاَنْتَ اور تو	اَحْكَمُ سب سے بڑا حاکم	الْحٰكِمِيْنَ حاکم	قَالَ اس نے فرمایا	يٰنُوْحُ اے نوح	اِنَّهٗ بیشک وہ
لَيْسَ نہیں	مِنْ سے	اَهْلِكَ تیرے گھر والے	اِنَّهٗ بیشک وہ	عَمَلٌ عمل	غَيْرُ صَالِحٍ ناشائستہ	فَلَا تَسْـَٔلْنِ سو مجھ سے سوال نہ کر		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لَكَ تجھ کو	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	اِنِّیْٓ اَعِظُكَ بیشک میں نصیحت کرتا ہوں تجھے	اَنْ کہ	تَكُوْنَ تو ہو جائے	مِنَ سے	
الْجٰهِلِيْنَ نادان	قَالَ اس نے کہا	رَبِّ اے میرے رب	اِنِّیْٓ اَعُوْذُ میں پناہ چاہتا ہوں	بِكَ تیری	اَنْ کہ	اَسْـَٔلَكَ میں سوال کروں تجھ سے		
مَا لَيْسَ ایسی بات کہ نہیں	لِیْ مجھے	بِهٖ اس کا	عِلْمٌ علم	وَ اور	اِلَّا تَغْفِرْ لِیْ اگر تو نہ بخشے مجھے	وَتَرْحَمْنِیْٓ اور تو مجھ پر رحم نہ کرے	اَكُنْ ہو جاؤں	
مِنَ سے	الْخٰسِرِيْنَ نقصان پانے والے							

کنعان

قرآن پاک نے سورۂ تحریم ۲۸ ویں پارہ میں تصریح کی ہے کہ حضرت نوح علیہ السلام کی بیوی۔ حضرت لوط علیہ السلام کی بیوی کی طرح کافرہ تھی۔ بظاہر تعلق اللہ کے برگزیدہ رسول سے تھا لیکن دل سے کافروں کی شریک حال تھی جس کے انجام میں وہ بھی طوفان میں غرق ہوئی۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ کنعان اگرچہ نوح علیہ السلام کے گھر میں رہتا تھا مگر اس کا دل اپنے ہم مشرب دوستوں کے ساتھ لگا ہوا تھا۔ حضرت نوح علیہ السلام کے متبعین سیدھی سادھی طبیعت والے تھے۔ ان کے پاس بیٹھنا، ان سے ملنا جلنا، ان کی صحبت کا اثر لینا پسند نہ تھا۔ برخلاف اس کے شہر کے لوگوں میں اس کو زندگی کی بہار نظر آتی تھی اور انہی کے ساتھ وقت گزارنا اور مشغول رہنا پسند کرتا تھا۔ اس سے معلوم ہوا کہ بری صحبت زہر ہلاہل سے بھی زیادہ قاتل ہے اور اس کا ثمرہ و نتیجہ ذلت، خسران اور تباہی کے علاوہ کچھ نہیں۔ انسان کے لئے جس طرح نیکی ضروری شے ہے اس سے زیادہ صحبت نیکاں ضروری ہے اور جس طرح بدی سے بچنا لازمی ہے اس سے کہیں زیادہ بروں کی صحبت سے خود کو بچانا ضروری ہے۔

حضرت نوحؑ کی دعوت اور کنعان کی سرکشی

الغرض جب طوفان کی ابتداء ہوئی اور نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے کنعان کو ایمان لانے کے لئے فرمایا تو اس نے نہ مانا اور کشتی میں سوار ہونے کے لئے تیار نہ ہوا۔ تو اس کے غرق ہونے سے قبل حضرت

نوح علیہ السلام نے اس امید پر کہ شاید حق تعالیٰ اپنی قدرت سے اس کے دل میں ایمان القا فرما دے اور یہ ایمان لے آوے۔ اللہ تعالیٰ سے درخواست کی کہ اے میرے رب میرا یہ بیٹا میرے گھر والوں میں سے ہے اور آپ کا یہ وعدہ بالکل سچا ہے کہ گھر والوں میں جو ایمان والے ہیں ان کو بچا لوں گا تو گو یہ سردست ایمان والا اور مستحق نجات نہیں ہے۔ لیکن آپ احکم الحاکمین اور بڑی قدرت والے ہیں۔ اگر آپ چاہیں تو اس کو مومن بنا دیں تا کہ یہ بھی اس وعدۂ حقہ کا محل بن جائے۔ اس درخواست کے جواب میں حق تعالیٰ کی طرف سے ارشاد فرمایا گیا کہ اے نوح یہ شخص ہمارے علم ازلی میں تمہارے ان گھر والوں میں نہیں جو ایمان لا کر نجات پاویں گے یعنی اس کی قسمت میں ایمان نہیں بلکہ یہ خاتمہ تک تباہ کار یعنی کافر رہنے والا ہے۔ اس لئے ہم سے ایسی چیز کی درخواست مت کرو جس کی تم کو خبر نہیں کہ ایسی دعا کرنا نادانی کی بات ہے۔ حضرت نوح علیہ السلام حق تعالیٰ کا یہ جواب سن کر کانپ اٹھے اور اپنی عبدیت کے اعتراف کے ساتھ مغفرت کے طالب ہوئے اور عرض کیا کہ اے میرے رب میں اس امر سے آپ کی پناہ مانگتا ہوں کہ آئندہ آپ سے ایسے امر کی درخواست کروں کہ جس کی مجھ کو خبر نہ ہو۔ اب معاف فرما دیجئے کیونکہ اگر آپ میری مغفرت نہ فرماویں گے اور مجھ پر رحم نہ فرماویں گے تو میں تو بالکل تباہ ہی ہو جاؤں گا۔ یہ حضرات انبیاء کی شان عبدیت ہے گویا ہر وقت مناجات اور معبود حقیقی کے سامنے عجز و نیاز اور ابتہال و استغفار میں لگتے رہتے ہیں۔

حضرت نوحؑ کی معذرت

یہاں حضرت نوح علیہ السلام کی طرف سے جو معذرت پیش ہوئی اور اللہ جل شانہ کی طرف رجوع اور التجا اور گذشتہ لغزش کی معافی اور مغفرت و رحمت کی دعا اور درخواست فرمائی گئی تو اس سے معلوم ہوا کہ انسان سے اگر کوئی خطا سرزد ہو جائے تو آئندہ اس سے بچنے کے لئے محض اپنے عزم اور ارادہ پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اللہ تعالیٰ سے پناہ چاہے اور یہ دعا مانگے کہ یا اللہ آپ ہی مجھے خطاؤں اور گناہوں سے بچا سکتے ہیں اور آپ ہی توبہ پر قائم رکھ سکتے ہیں۔

مومن و کافر کی رشتہ داری دینی امور میں مؤثر نہیں ہے

اس سے یہ معلوم ہوا کہ مومن اور کافر کے درمیان اگرچہ رشتہ قرابت کا ہو مگر دینی اور اسلامی معاملات میں اس رشتہ داری کا کوئی اثر نہ ہوگا۔ کوئی شخص کتنا ہی عالی نسب ہو۔ کتنے ہی بڑے بزرگ کی اولاد ہو۔ یہاں تک کہ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد میں داخل ہونے کا شرف رکھتا ہو۔ اگر وہ مومن نہیں ہے تو دینی معاملات میں اس کے اس نسب عالی اور قرابت نبوی کا بھی کوئی لحاظ نہ کیا جائے گا۔ تمام دینی معاملات میں تو مدار کار ایمان اور صلاح و تقویٰ پر ہے جو صالح و متقی ہے وہ اپنا ہے جو ایسا نہیں وہ بیگانہ ہے۔ اگر دینی معاملات میں بھی ان رشتہ داریوں کی رعایت ہوتی تو بدر اور احد کے میدانوں میں بھائی کی تلوار بھائی پر نہ چلتی۔ بدر و احد اور احزاب کے معرکے تو سب کے سب ایک ہی خاندانوں کے افراد کے درمیان پیش آئے۔ جس نے واضح کر دیا کہ اسلامی قومیت اور برادری نسبی تعلقات یا وطنی اور لسانی وحدتوں پر دائر نہیں ہوتی بلکہ ایمان اور عمل پر دائر ہے۔ ایمان والے خواہ کسی ملک کے باشندے ہوں اور کسی خاندان کے افراد اور کوئی زبان بولنے والے ہوں سب ایک قوم اور ایک برادری ہیں۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ کا یہی مطلب ہے اور جو ایمان و عمل صالح سے محروم ہیں وہ اسلامی برادری کے فرد نہیں۔ اس مسئلہ میں دینی معاملات کی قید اس لئے لگائی ہے کہ دنیوی معاملات میں حسن معاشرت حسن اخلاق اور احسان و کرم کا سلوک کرنا الگ چیز ہے وہ غیر صالح سے بھی جائز بلکہ مستحسن اور ثواب ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابۂ کرامؓ کا تعامل اور غیر مسلموں کے ساتھ احسان و سلوک کے بے شمار واقعات اس پر شاہد ہیں۔ آج کل جو وطنی اور لسانی یا لونی بنیادوں پر قومیت کی تعمیر کی جاتی ہے جیسے عرب برادری ایک قوم ہندی، سندھی، دوسری قوم قرار دی جاتی ہے یہ قرآن و سنت کے خلاف اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اصول سیاست سے بغاوت کے مترادف ہے"۔ (معارف القرآن)

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قِيْلَ يٰنُوْحُ اهْبِطْ بِسَلٰمٍ مِّنَّا وَبَرَكٰتٍ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنْ مَّعَكَ ۗ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمْ ثُمَّ

کہا گیا کہ اے نوحؑ اُترو ہماری طرف سے سلام اور برکتیں لے کر جو تم پر نازل ہونگی اور ان جماعتوں پر جو کہ تمہارے ساتھ ہیں اور بہت سی ایسی جماعتیں بھی ہونگی کہ اُنکو ہم

يَمَسُّهُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۴۸﴾ تِلْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهَآ اِلَيْكَ ۚ مَا كُنْتَ تَعْلَمُهَآ اَنْتَ وَلَا

چندروزہ عیش دینگے پھر اُن پر ہماری طرف سے سزائے سخت واقع ہوگی۔ یہ قصہ منجملہ اخبار غیب کے ہے۔ جس کو ہم وحی کے ذریعہ سے آپ کو پہنچاتے ہیں۔ اس

قَوْمُكَ مِنْ قَبْلِ هٰذَا ۛ فَاصْبِرْ ۛ اِنَّ الْعَاقِبَةَ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۴۹﴾

کو اس کے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم سو صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں ہی کے لئے ہے۔

قِيْلَ کہا گیا	يٰنُوْحُ اے نوحؑ	اهْبِطْ اُتر جاؤ تم	بِسَلٰمٍ سلامتی کے ساتھ	مِّنَّا ہماری طرف سے	وَبَرَكٰتٍ اور برکتیں	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور
عَلٰٓى اُمَمٍ گروہ پر	مِّمَّنْ سے جو	مَّعَكَ تیرے ساتھ	وَاُمَمٌ اور کچھ گروہ	سَنُمَتِّعُهُمْ ہم انہیں جلد فائدہ دینگے	ثُمَّ پھر	يَمَسُّهُمْ انہیں پہنچے گا	
مِّنَّا ہم سے	عَذَابٌ عذاب	اَلِيْمٌ دردناک	تِلْكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ غیب کی خبریں	نُوْحِيْهَآ ہم وحی کرتے ہیں اسے	
اِلَيْكَ تمہاری طرف	مَا نہ	كُنْتَ تَعْلَمُهَآ تم اُن کو جانتے تھے	اَنْتَ تم	وَلَا اور نہ	قَوْمُكَ تمہاری قوم	مِنْ سے	قَبْلِ هٰذَا اس سے پہلے
فَاصْبِرْ پس صبر کریں	اِنَّ بیشک	الْعَاقِبَةَ اچھا انجام	لِلْمُتَّقِيْنَ پرہیزگاروں کیلئے				

طوفان کے بعد

حضرت نوح علیہ السلام کا زمین پر اترنا

الغرض طوفان نوح میں دنیائے کفر کا حصہ پوری طرح برباد کر دیا گیا۔ اور قوم نوح کے کافر مرد و عورت، بوڑھے جوان، چھوٹے بڑے، سب طوفان کی ہلاکت کا شکار ہوئے۔ جب باری تعالیٰ جل شانہٗ نے طوفان بند کرنے اور عذاب ختم کرنے کا ارادہ فرمالیا تو روئے زمین پر ایک ہوا بھیج دی جس نے پانی کو ساکن کر دیا اور زمین سے پانی ابلنا بند ہو گیا۔ ساتھ ہی آسمان کے دروازے بھی جو اب تک پانی برسا رہے تھے۔ بند کر دیئے گئے۔ زمین کو پانی کے جذب کر لینے کا حکم ہوگیا اسی وقت پانی کم ہونا شروع ہوگیا۔ جب طوفان پوری طرح ختم ہوگیا اور زمین رہنے بسنے کے لائق ہوگئی تو ساکنان کشتی نے دوسری بار امن و سلامتی کے ساتھ خدا کی سرزمین پر قدم رکھا۔ اسی بناء پر حضرت نوح علیہ السلام کا لقب ''ابوالبشر ثانی'' یا ''آدم ثانی'' یعنی انسانوں کے دوسرے باپ مشہور ہوا۔ اور غالباً اسی اعتبار سے ان کو حدیث میں ''اول الرسل'' کہا گیا۔ جب جودی پہاڑ پر کشتی ٹھہرنے کے بعد کشتی سے ''جودی'' پر اور جودی سے زمین پر اترآنے کا حکم باری تعالیٰ نوح علیہ السلام کو ہوا تو یہ بشارت دی گئی کہ آئندہ تم پر اور ان اقوام پر جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ سلامتی اور برکتیں رہیں گی۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کردے گا اور اس کی رونق اور برکت پھر عود کر آئے گی یہاں بسلم منا کے الفاظ فرما کر حق تعالیٰ نے تسلی فرمادی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے دنیا میں ایسی عام ہلاکت نہ آئے گی مگر بعض فرقہ ہلاک ہوں گے۔ کچھ قومیں ایسی بھی ہوں جن کو دنیا میں عیش و آرام اور راحت وچین ملے گا کچھ زمانہ تک وہ مزہ اڑائیں گے اور بالآخر ان کا انجام برا ہوگا۔ اخروی سعادت نصیب نہ ہوگی۔

قصۂ نوح کا بیان نبوت محمدی علی صاحبہا الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کی دلیل ہے

یہاں پہنچ کر اس سورۃ میں حضرت نوح علیہ السلام کے قصہ کی تفصیلات ختم ہو جاتی ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب فرما کر اس قصہ کے دو فائدے بتلائے جاتے ہیں ایک یہ کہ یہ قصہ جو ہم نے وحی کے ذریعہ سے آپ کو بتلایا ہے یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں۔ اس قصہ کو ہمارے بتلانے سے قبل نہ آپ جانتے تھے اور نہ آپ کی قوم جانتی تھی۔ اس طرح یہ آپ کے نبوت کے دلائل میں سے ہے کہ ایک امی کی زبان سے امم سابقہ کے ہزاروں برس پہلے کے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

اصحاب تواریخ نے لکھا ہے کہ آدم علیہ السلام سے نوح علیہ السلام تک ۱۶۴۲ سال کا عرصہ تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ نبوت سے حضرت نوح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۴۴۰۰ سال قبل کا ہے۔ اتنے عرصہ کے دوسرے سب اسباب علم کے یقیناً مفقود تھے۔ آپ کو وحی کے ذریعہ سے علم ہوا اور یہی نبوت کی دلیل ہے۔

اہل حق کے لئے تسلی کہ غلبہ ہمیشہ حق کا ہی ہوتا ہے

دوسرا فائدہ یہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تسلی مقصود ہے کہ آپ ان کفار مکہ کی ایذاؤں پر صبر کیجئے یقیناً نیک انجامی متقیوں اور خدا سے ڈرنے والوں ہی کے لئے ہے جیسا کہ نوح علیہ السلام کے قصہ میں معلوم ہوا کہ کفار کا انجام برا اور اہل ایمان کا انجام اچھا ہوا۔ اسی طرح ان کفار مکہ کا چندروزہ زور وشور ہے پھر اخیر میں غلبہ حق ہی کو ہوگا اور آپ کا اور آپ کے رفقاء کا انجام بھی بہتر ہوگا۔ سو بحمد اللہ تعالیٰ دنیا پر ایسا ہی ثابت ہوا۔

اس آخری آیت میں ایک عام نصیحت اور پیام قیامت تک کے اہل اسلام کیلئے یہ ہے کہ اہل باطل کے غلبہ سے مرعوب اور خوف زدہ ہو کر دین حق اور اسلام کے دامن کو ہرگز نہ چھوڑنا چاہئے۔ آخر کار انجام میں فتح وغلبہ اہل حق ہی کو نصیب ہوگا۔ اللہ تعالیٰ تقویٰ اور پرہیزگاری کی سعادت ہم کو بھی نصیب فرمائیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اس وقت جو اہل اسلام طرح طرح کے مشکلات و مصائب میں گرفتار ہیں اور یہود و نصاریٰ اور بے دین مشرک کافران پر جہاں بھی مسلط ہیں۔ یہ سب ہمارا اپنا ہی قصور ہے۔

ہم نے قرآن وسنت کی پیروی چھوڑ کر یہ مصائب اور ذلت وخواری خود مول لی ہے۔

یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما۔ اور ہم کو اپنا بھولا ہوا سبق پھر یاد کر لینے کی توفیق عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ۭ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا مُفْتَرُوْنَ ﴿۵۰﴾

اور ہم نے عاد کی طرف اُن کے بھائی ہود کو بھیجا۔ اُنہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں تم محض مفتری ہو۔

يٰقَوْمِ لَآ اَسْـَٔــلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَي الَّذِيْ فَطَرَنِيْ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَيٰقَوْمِ

اے میری قوم میں تم سے اس پر کچھ معاوضہ نہیں مانگتا۔ میرا معاوضہ تو صرف اللہ کے ذمہ ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا پھر کیا تم نہیں سمجھتے۔ اور اے میری قوم

اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَاۗءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى

تم اپنے گناہ اپنے رب سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو وہ تم پر خوب بارشیں برسائے گا اور تم کو اور قوت دے کر تمہاری قوت میں ترقی کر

قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾

دے گا۔ اور مجرم رہ کر اعراض مت کرو۔

وَ اور	اِلٰی طرف	عَادٍ قوم عاد	اَخَاھُمْ ان کے بھائی	ھُوْدًا ہود	قَالَ اس نے کہا	یٰقَوْمِ اے میری قوم	اُعْبُدُوْا تم عبادت کرو	اللہ اللہ
مَا لَکُمْ تمہارا نہیں	مِنْ اِلٰہٍ کوئی معبود	غَیْرُہٗ اس کے سوا	اِنْ نہیں	اَنْتُمْ تم	اِلَّا مگر	مُفْتَرُوْنَ جھوٹ باندھتے ہو	یٰقَوْمِ اے میری قوم	
لَآ اَسْئَلُکُمْ میں تم سے نہیں مانگتا	عَلَیْہِ اس پر	اَجْرًا کوئی اجر	اِنْ نہیں	اَجْرِیَ میرا صلہ	اِلَّا مگر	عَلَی پر	الَّذِیْ فَطَرَنِیْ جس نے مجھے پیدا کیا	
اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ کیا پھر تم سمجھتے نہیں	وَیٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اِسْتَغْفِرُوْا تم بخشش مانگو	رَبَّکُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْا اِلَیْہِ اسکی طرف رجوع کرو			
یُرْسِلِ وہ بھیجے گا	السَّمَآءَ آسمان	عَلَیْکُمْ تم پر	مِدْرَارًا زور کی بارش	وَیَزِدْکُمْ اور تمہیں بڑھائے گا	قُوَّۃً قوت	اِلٰی طرف		
قُوَّتِکُمْ تمہاری قوت	وَ اور	لَا تَتَوَلَّوْا اور روگردانی نہ کرو	مُجْرِمِیْنَ مجرم ہوکر					

قوم ہود میں بت پرستی کی ابتداء

گذشتہ آیات میں نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا قصہ بیان ہوا تھا۔ اب ہود علیہ السلام اور ان کی قوم عاد کا قصہ بیان فرمایا جاتا ہے۔

اس سورۃ میں نوح علیہ السلام سے لے کر حضرت موسیٰ علیہ السلام تک سات انبیاء کرام اور ان کی امتوں کے واقعات وحالات کا ذکر فرمایا گیا ہے۔ مگر سورۃ کا نام حضرت ہود علیہ السلام کے نام اور واقعہ سے منسوب کیا گیا جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت ہود علیہ السلام کے قصہ اور واقعہ کو خاص اہمیت حاصل ہے۔

طوفان نوح کے بعد دنیا رفتہ رفتہ پھر آباد ہوگئی۔ قوم عاد کا زمانہ طوفان نوح کے قریب ۷۰۰ سال بعد کا مانا جاتا ہے۔ حضرت نوحؑ کے پڑپوتے عاد بن ارم کی نسل سے ایک بڑی شہ زور صاحب حکومت قوم پیدا ہوئی جو جنوب مشرقی عرب میں سرزمین احقاف میں پھیلی ہوئی تھی۔ کچھ عرصہ تک حضرت نوحؑ سے مسلسل اس قوم میں خالص دین قائم رہا مگر جب اس قوم کو انتہائے عروج کا زمانہ نصیب ہوا تو یہ لگے بگڑنے۔ سب سے پہلے انہوں نے یہ خرابی کی کہ جو نیک اور بزرگ آدمی مرتا تھا تو یہ اس کا ہمشکل مجسمہ بطور یادگار بنالیتے تھے پھر ایسا کرنے لگے کہ ان مجسموں کے وسیلہ سے خدا سے اپنی مرادیں مانگتے تھے اور بزرگوں اور بادشاہوں کی قبر پر بڑی عالیشان

عمارتیں تیار کراتے تھے اوران کی روحانی طاقتوں کو سفارش کرنے والا قرار دے کر خدا سے دعا کرتے تھے جب ان میں مشرکانہ عادتیں جڑ پکڑ گئیں تو بت تراشی اور بت پرستی میں ماہر ہو گئے اور پھر لگے بتوں کی پوجا پاٹ کرنے۔

حضرت ہود علیہ السلام کی بعثت

حضرت ہود علیہ السلام اپنی قوم کے ایک فرد تھے۔اس لحاظ سے ان کے وطنی یا نسبی بھائی ہوئے۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا رسول مقرر کر کے ان کو سمجھانے کے لئے مبعوث فرمایا۔انہوں نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی توحید اوراس کی عبادت کی طرف دعوت دی اور لوگوں پر ظلم و جور کرنے سے منع فرمایا۔ یہ نہایت فارغ البال قوم تھی ان کے یہاں اموال واولاد کی کثرت تھی اور ملک نہایت سرسبز وشاداب تھا جس کی بناء پر یہ لوگ مطمئن اور آسودہ حال تھے۔لیکن یہ شان دار اور زبردست قوم گم کردہ ہدایت ہوکر اور شیطانی اغوا کی بناء پر شرک اور بت پرستی کے گناہ کبیرہ کی مرتکب تھی۔ روزی دینے' مینہ برسانے' اولاد دینے' تندرستی عطا کرنے اور مختلف مطالب اور حاجات کے لئے الگ الگ بت بنا رکھے تھے۔جن کی عام طور پر پرستش ہوتی تھی۔ حضرت ہود علیہ السلام نے ان کو بت پرستی سے روکا اور شرک کا بطلان کیا۔آپ نے قوم سے فرمایا کہ بھلا پتھر کے بت اور مٹی کی مورتیں صاحب اختیار و مالک وحاکم ہوسکتی ہیں؟ یہ تم کس گمراہی میں پڑے ہو۔شرک کی کوئی عقلی ونقلی دلیل موجود نہیں۔ یہ محض افترا۔کذب اور بہتان ہے۔یہ سارے معبود جن کی تم بندگی اور پرستش کر رہے ہو حقیقت میں کسی قسم کی بھی خدائی صفات اور طاقتیں نہیں رکھتے۔بندگی اور پرستش کا کوئی استحقاق ان کو حاصل نہیں ہے۔تم نے خواہ مخواہ ان کو معبود بنا رکھا ہے اور بلاوجہ ان سے آس لگائے ہوئے ہو۔

حضرت ہود علیہ السلام کی دعوت اور حکمت عملی

حضرت ہود علیہ السلام اپنی تبلیغ و دعوت اور پیغام حق کے ساتھ بار بار یہ بھی دہراتے کہ میں تم سے کسی اجر و معاوضہ کا خواہاں نہیں۔تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں۔ میرا پیدا کرنے والا ہی میری تمام دنیوی ضروریات اور اخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تاکہ نصیحت بےلوث اور موثر ہو۔لوگ ان کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔حضرت ہود علیہ السلام نے فرمایا کہ تم اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع' بےغرض' محض دردمندی اور خیرخواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے اور تم اسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریبان ہوتے ہو۔

توبہ اور رجوع الی اللہ کی برکات

قوم عاد چونکہ کھیتی اور باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی۔ اس لئے ایمان لانے کے ظاہری فوائد وبرکات بھی بیان کئے جوان کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔لکھا ہے کہ قوم عاد تین سال سے خشک سالی اور بارش نہ ہونے کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے تلقین کی کہ اگر خدا پر ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت بھی دور ہو جائے گی اور معبود و مالک حقیقی تمہاری مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا۔اولاد میں برکت دے گا خوشحالی میں ترقی ہوگی اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت بھی عطا فرمائے گا۔ بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔تم اپنے کفروشرک سے توبہ کرو یعنی اس کا پختہ ارادہ کہ اب اس کفروشرک کی زندگی کو ترک کردیں گے اور اللہ تعالیٰ سے مغفرت طلب کرو۔تو اس

توبہ واستغفار کے نتیجہ میں آخرت کی نجات اور فلاح ابدی تو ملے ہی گی لیکن دنیا میں بھی اس کے بڑے فوائد نصیب ہوں گے۔ تمہاری قحط سالی دور ہو جائے گی۔ وقت پر خوب بارش ہوگی جس سے رزق کی پیداوار میں وسعت وترقی ہوگی۔ مال واولاد میں برکت ہوگی۔ خوش عیشی کی زندگی دنیا میں گزاروگے۔

یہی بات اس سورۃ کے پہلے رکوع میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کہلوائی گئی تھی کہ اپنے رب سے معافی مانگو اور اس کی طرف پلٹ آؤ تو وہ تم کو دنیا میں حیات طیبہ کی خوشحالی دے گا۔ دونوں جگہ استغفار اور توبہ کی دنیاوی برکات کو ظاہر کیا گیا ہے۔ حدیث شریف میں بھی استغفار کی بڑی فضیلت بیان کی گئی ہے۔ ایک حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ جو شخص استغفار کو لازم پکڑ لے اللہ تعالیٰ اسے ہر مشکل سے نجات دیتا ہے ہر تنگی سے کشادگی عطا فرماتا ہے اور روزی ایسی جگہ سے پہنچاتا ہے جو اس کے خواب وخیال میں بھی نہ ہو۔

دعا کیجئے

یا اللہ! تا زندگی حقیقی توحید اور اسلام و ایمان پر ہم کو قائم رکھنا اور اسی پر موت نصیب فرمانا۔ یا اللہ! اس ملک اور قوم نے جو قرآن وسنت سے اعراض کر کے جرم عظیم کیا ہے اس کو اپنی رحمت سے معاف فرمادے اور ہم کو اپنی طرف رجوع ہونے کی توفیق عطا فرما دے آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾

ان لوگوں نے جواب دیا کہ اے ہودآپ نے ہمارے سامنے کوئی دلیل تو پیش نہیں کی اور ہم آپکے کہنے سے تو اپنے معبودوں کو چھوڑنے والے نہیں اور ہم کس طرح آپکا یقین کرنیوالے نہیں

اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ اِنِّيْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّيْ بَرِيْٓءٌ

ہمارا قول تو یہ ہے کہ ہمارے معبودوں میں سے کسی نے آپ کو کسی خرابی میں مبتلا کر دیا ہے ہود نے فرمایا کہ میں اللہ کو گواہ کرتا ہوں اور تم بھی گواہ رہو کہ میں اُن چیزوں سے

مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِيْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ

بیزار ہوں جن کو تم خدا کے سوا شریک قرار دیتے ہو۔ سو تم سب مل کر میرے ساتھ داؤ گھات کرلو۔ پھر مجھ کو ذرا مہلت نہ دو۔ میں نے اللہ پر توکل کرلیا ہے۔ جو میرا بھی

رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵٦﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا

مالک ہے اور تمہارا بھی مالک ہے جتنے روئے زمین پر چلنے والے ہیں۔ سب کی چوٹی اس نے پکڑ رکھی ہے۔ یقیناً میرا رب صراط مستقیم پر ہے۔ پھر اگر تم پھرے رہو

فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّيْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَـيْـــًٔا ۭ

گے تو میں تو جو پیغام دیکر مجھ کو بھیجا گیا تھا وہ تم کو پہنچا چکا ہوں اور تمہاری جگہ میرا رب دوسرے لوگوں کو زمین میں آباد کر دیگا اور اس کا تم کچھ نقصان نہیں کر رہے

اِنَّ رَبِّيْ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾

بالیقین میرا رب ہر شئے کی نگہداشت کرتا ہے

قَالُوْا وہ بولے	يٰهُوْدُ اے ہودؑ	مَا جِئْتَنَا تو نہیں آیا ہمارے پاس	بِبَيِّنَةٍ کوئی دلیل لیکر	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَارِكِيْٓ چھوڑنے والے		
اٰلِهَتِنَا اپنے معبود	عَنْ قَوْلِكَ تیرے کہنے سے	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	لَكَ میرے لئے	بِمُؤْمِنِيْنَ ایمان لانے والے	اِنْ نہیں		
نَقُوْلُ ہم کہتے	اِلَّا مگر	اعْتَرٰىكَ تجھے آسیب پہنچایا ہے	بَعْضُ کسی	اٰلِهَتِنَا ہمارا معبود	بِسُوْٓءٍ بری طرح	قَالَ اس نے کہا	اِنِّيْٓ بیشک میں	
اُشْهِدُ گواہ کرتا ہوں	اللّٰهَ اللہ	وَاشْهَدُوْٓا اور تم گواہ رہو	اَنِّيْ بیشک میں	بَرِيْٓءٌ بیزار ہوں	مِمَّا اُن سے	تُشْرِكُوْنَ تم شریک کرتے ہو		
مِنْ دُوْنِهٖ اس کے سوا	فَكِيْدُوْنِيْ سو مکر کرو میرے بارہ میں	جَمِيْعًا سب	ثُمَّ پھر	لَا تُنْظِرُوْنِ مجھے مہلت نہ دو	اِنِّيْ بیش میں			
تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	عَلَى اللّٰهِ اللہ پر	رَبِّيْ میرا رب	وَرَبِّكُمْ اور تمہارا رب	مَا نہیں	مِنْ کوئی	دَآبَّةٍ چلنے والا	اِلَّا مگر	هُوَ وہ
اٰخِذٌ پکڑنے والا	بِنَاصِيَتِهَا اس کو چوٹی سے	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	صِرَاطٍ راستہ	مُّسْتَقِيْمٍ سیدھا	فَاِنْ پھر اگر	
تَوَلَّوْا تم روگردانی کروگے	فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ میں نے تمہیں پہنچا دیا	مَّآ اُرْسِلْتُ جو مجھے بھیجا گیا	بِهٖٓ اس کے ساتھ	اِلَيْكُمْ تمہاری طرف				
وَيَسْتَخْلِفُ اور قائم مقام کردیگا	رَبِّيْ میرا رب	قَوْمًا کوئی اور قوم	غَيْرَكُمْ تمہارے سوا	وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ اور تم نہ بگاڑ سکوگے اس کا	شَيْـًٔا کچھ			
اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	عَلٰي پر	كُلِّ شَيْءٍ ہر شے	حَفِيْظٌ نگہبان				

قوم ہود کا جواب اور باطل معبودوں کا زعم

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ قوم عاد کی طرف حضرت ہود علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر مبعوث فرمایا۔ ان کو حضرت ہودؑ کی نصائح شاق گزرتی تھیں اور وہ یہ نہیں برداشت کر سکتے تھے کہ ان کے خیالات اُن کے عقائد اعمال غرض ان کے کسی ارادہ میں بھی کوئی شخص حائل ہو اور ان کے لئے ناصح و مشفق بنے۔ اس لئے انہوں نے یہ روش اختیار کی کہ حضرت ہود علیہ السلام کا مذاق اڑایا۔ ان کو نعوذ باللہ بیوقوف گردانا اور ان کی حقانیت و صداقت کے تمام یقینی دلائل و براہین کو جھٹلانا شروع کیا اور حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ ہم اس ڈھونگ میں آنے والے نہیں کہ تم کو خدا کا رسول مان لیں او راپنے معبودوں کی عبادت چھوڑ کر یہ یقین کر لیں کہ وہ خدائے اکبر کے سامنے ہمارے سفارشی نہ ہوں گے۔ ہم محض تمہارے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے اور نہ کبھی تمہاری پیغمبری پر ایمان لا سکتے ہیں اور تم جو یہ بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور ساری قوم کو بیوقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو تو ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے۔ جب سے تم نے ہمارے معبودوں کو برا کہنا اور ہم کو ان کی عبادت سے باز رہنے کے لئے تلقین کرنا شروع کیا تمہارا حال خراب ہو گیا ہے۔ اور ہمارے معبودوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے ہو۔ (العیاذ باللہ تعالیٰ)

حضرت ہود علیہ السلام کی جوابی تقریر

حضرت ہود علیہ السلام نے یہ سب کچھ نہایت ضبط و صبر سے سنا اور پھر ان سے یوں مخاطب ہوئے کہ میں خدا کو اور تم سب کو گواہ بنا کر سب سے پہلے یہ اعلان کرتا ہوں کہ میں اس اعتقاد سے قطعاً بری ہوں کہ ان بتوں میں یہ قدرت ہے کہ مجھ کو یا کسی کو کسی قسم کی بھی کوئی برائی پہنچا سکتے ہیں۔ یہ بیچاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں۔ تم جو بڑے شہ زور اور طاقت ور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر مجھ پر پوری قوت سے یک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بیکا نہیں کر سکتے میں تم کو اور تمہارے معبودان باطل کو چیلنج کرتا ہوں کہ تم سب جمع ہو کر مجھے کوئی ضرر پہنچا سکتے ہو تو پہنچاؤ۔ نہ ذرا کوتاہی کرو اور نہ مجھے ایک منٹ کی مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے۔ گو بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے۔ نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اس کے قبضہ اور تصرف میں ہے۔ گویا ان کے سر کے بال اس کے ہاتھ میں ہیں۔ جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے کسی کی مجال نہیں کہ اس کے قبضۂ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے۔ نہ ظالم اس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں۔ نہ سچے اس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے اور اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اس نے بتلائی بیشک اسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لئے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔ ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا۔ تم اپنی فکر کر لو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب اور عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہو گی وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا یا اس کے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا۔ نہ اس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ اور نگران ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ

اور جب ہمارا حکم پہنچا تو ہم نے ہود کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے اُن کو اپنی عنایت سے بچا لیا۔

غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾ وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوْا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿۵۹﴾

اور یہ قوم عاد تھی جنہوں نے اپنے رب کی آیات کا انکار کیا اور اس کے رسولوں کا کہنا نہ مانا اور تمام تر ایسے لوگوں کے کہنے پر چلتے رہے جو ظالم ضدی تھے۔

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ۭ اَلَا بُعْدًا

اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی۔ خوب سن لو قوم عاد نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا خوب سن لو رحمت سے

لِّعَادٍ قَوْمِ هُوْدٍ ﴿۶۰﴾

دوری ہوئی عاد کو جو کہ ہود کی قوم تھی۔

وَ اور	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	هُوْدًا ہود	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ
بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِّنَّا اپنی	وَنَجَّيْنٰهُمْ اور ہم نے بچالیا انہیں	مِّنْ سے	عَذَابٍ عذاب	غَلِيْظٍ سخت	وَتِلْكَ اور یہ	عَادٌ عاد	
جَحَدُوْا انہوں نے انکار کیا	بِاٰيٰتِ آیتوں کا	رَبِّهِمْ اپنا رب	وَعَصَوْا اور انہوں نے نافرمانی کی	رُسُلَهٗ اپنے رسول	وَاتَّبَعُوْٓا اور پیروی کی	اَمْرَ حکم		
كُلِّ جَبَّارٍ ہر سرکش	عَنِيْدٍ ضدی	وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی	فِيْ میں	هٰذِهِ الدُّنْيَا اس دنیا	لَعْنَةً لعنت	وَّيَوْمَ اور روز	الْقِيٰمَةِ قیامت	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	عَادًا عاد	كَفَرُوْا وہ منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنا رب	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِّعَادٍ عاد کیلئے	قَوْمِ هُوْدٍ ہود کی قوم

قوم عاد کی سرکشی کی انتہا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ حضرت ہود علیہ السلام نے اپنی قوم عاد کو خدا کی وحدانیت پر ایمان لانے کی ہر طرح ترغیب اور تلقین اور تبلیغ فرمائی مگر قوم عاد کی انتہائی شرارت اور بغاوت کہ وہ اپنے پیغمبر کی تعلیم سے بغض و عناد ہی برتتے رہے۔ آخر حضرت ہود علیہ السلام نے ان کی مسلسل بغاوت و سرکشی پر اعلان فرمایا کہ اگر عاد کا رویہ یہی رہا اور حق سے اعراض اور روگردانی کی اسی روش پر چلتے رہے اور میری پند و نصیحت کو گوش دل سے نہ سنا تو پھر ان کے لئے ہلاکت یقینی ہے۔

سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں بھی قوم عاد کا ذکر ہو چکا ہے۔ جب حضرت ہود علیہ السلام نے عذاب الٰہی کی گرفت سے قوم کو ڈرایا تو وہ ایسے بے باک اور گستاخ تھے کہ حضرت ہود علیہ السلام سے کہنے لگے کہ جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہو اگر سچے ہو تو وہ عذاب لے آؤ۔ حضرت ہود علیہ السلام نے جواب دیا کہ اگر میری مخلصانہ و صادقانہ نصائح کا یہی جواب ہے تو بسم اللہ اور تم کو اگر عذاب کا اتنا ہی شوق ہے تو پھر وہ بھی کچھ دور نہیں ہے۔

عذاب و ہلاکت

الحاصل قوم عاد کی پاداش عمل اور قانون جزا کا وقت آ پہنچا اور ایک ہولناک عذاب نے ان کو آ گھیرا۔ جیسا کہ سورۂ اعراف میں بیان ہوا۔ سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا اور ان کو اور ان کی آبادی کو تہ و بالا کر کے رکھ دیا۔ مکان گر گئے۔ چھتیں اڑ گئیں۔ درخت جڑ سے اکھڑ کر کہیں سے کہیں جا پڑے۔ ہوا تند و تیز ہونے کے ساتھ ایسی زہریلی تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ وہ تنومند قوی ہیکل انسان جو اپنی جسمانی قوتوں کے

گھمنڈ میں سرمست سرکش تھے بے حس وحرکت پڑے نظر آتے تھے۔ ہزاروں لاکھوں لاشوں کے ڈھیر گلی کوچوں میں لگ گئے۔ مکانوں کے اندر دب گئے ہوا سے اڑکر پہاڑوں اور درختوں سے ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو گئے۔ غرض ان کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا گیا تا کہ آنے والی نسلوں کے لئے عبرت بنیں اور دنیا اور آخرت کی لعنت اور عذاب ان پر مسلط کر دیا گیا۔

پیروانِ حق کی حفاظت

ایک طرف تو سرکشوں اور نافرمانوں کا یہ عالم ہوا۔ دوسری طرف حضرت ہود علیہ السلام اور ان کے پیروان اسلام خدا کی رحمت سے اس ہولناک عذاب سے دنیا میں بھی بالکل محفوظ رہے اور عذاب آنے سے پہلے ان کو اس جگہ سے نکل جانے کا حکم دے دیا گیا۔ اور ایمان اور عمل صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی نجات میں رہے۔

سامانِ عبرت

یہ ہے قوم عاد کی وہ داستان عبرت جو اپنے اندر بے شمار پند و نصائح رکھتی ہے۔ خدائے قدوس واحد کے احکام کی تعمیل اور تقویٰ وطہارت کی زندگی کی جانب دعوت دیتی ہے۔ شرارت' سرکشی اور خدا کے احکام سے بغاوت کے انعام بد سے آگاہ کرتی ہے۔ اور وقتی خوش عیشی پر گھمنڈ کر کے نتیجہ کی بدبختی پر مذاق اڑانے سے ڈراتی اور باز رکھتی ہے۔ یہ وہ قوم عاد تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا۔ اور اپنے پیغمبر کی نافرمانی کی اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی۔ آخر سب تباہ وبرباد ہوئے۔ قرآن کریم نے ان واقعات کا ذکر اسی غرض سے فرمایا ہے کہ ان واقعات سے موعظت وعبرت اور گرانمایہ پند ونصائح کا سامان فراہم کیا جائے کہ دنیا اور آخرت کی سعادت وفلاح کا بہترین طریقہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت ہے۔

قوم عاد وتکذیب رسل

یہاں آیت میں قوم عاد کے متعلق وَعَصَوْا رُسُلَهٗ فرمایا یعنی قوم عاد نے اللہ کے پیغمبروں کی نافرمانی کی حالانکہ قوم عاد میں صرف ہود علیہ السلام کا تشریف لانا ثابت ہے۔ پھر ان کی تباہی کو رسولوں کی نافرمانی کا نتیجہ کیوں قرار دیا اور وَعَصَوْا رُسُلَهٗ کیوں فرمایا۔ یہ ایک شبہ ہو سکتا ہے کہ اس کا جواب مفسرین نے دو طرح دیا ہے۔ اول یہ کہ پیغمبر وقت پر ایمان لانا اس شرط پر موقوف ہے کہ اس سے پہلے کے تمام پیغمبروں کو مانا جائے۔ قوم عاد نے نہ فقط ہود علیہ السلام کی تکذیب کی تھی بلکہ آپ سے پہلے کے کسی پیغمبر کو نہیں مانتی تھی۔ نہ حضرت نوح علیہ السلام کو نہ حضرت ادریس علیہ السلام کو نہ حضرت شیث علیہ السلام کو۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ تمام پیغمبر فرض رسالت اور اصول پیغمبری اور مسئلہ توحید میں سب یکساں ہیں اس لئے اگر ایک پیغمبر کا بھی انکار کر دیا جائے تو باوجود دوسرے پیغمبروں کے تصدیق کے ایسے شخص کو عموماً پیغمبروں کا منکر قرار دیا جائے گا۔ قوم عاد علیہ السلام نے حضرت ہود علیہ السلام کا انکار کیا تو گویا کل پیغمبروں کا انکار کیا۔ کیونکہ دوسرے پیغمبروں نے ہود علیہ السلام کی رسالت کی تصدیق کی اور جب پیغمبروں کی رسالت کی تصدیق کو نہ مانا تو گویا ان کی بھی تکذیب کی۔

اعمال پر گھمنڈ نہیں ہونا چاہئے

یہاں آیت میں حضرت ہود علیہ السلام کو اور آپ کے ہمراہی اہل ایمان کو جن کی تعداد بعض مفسرین نے چار ہزار تک لکھی ہے نجات دینے اور عذاب سے بچا لینے میں لفظ برحمۃ فرمایا یعنی محض اپنے کرم ورحم سے بچا لیا۔ لفظ برحمۃ میں اس طرف اشارہ ہے کہ کسی کو اپنے اعمال وافعال پر خواہ کیسے ہی نیک ہوں گھمنڈ نہ کرنا چاہئے۔ یہ حق تعالیٰ کی رحمت اور کرم ہی ہے کہ جو دنیوی عذاب سے بچائے ہوئے ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰی ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ هُوَ اَنْشَاَكُمْ

اورہم نے ثمود کے پاس اُن کے بھائی صالح کو پیغمبر بنا کر بھیجا۔انہوں نے فرمایا اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا تمہارا کوئی معبود نہیں۔اُس نے تم کو

مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ﴿۶۱﴾

زمین سے پیدا کیا اور اس نے تم کو اس میں آباد کیا تو تم اپنے گناہ اس سے معاف کراؤ پھر اس کی طرف متوجہ رہو۔بیشک میرا رب قریب ہے۔قبول کرنے والا ہے۔

وَ اور	اِلٰی ثَمُوْدَ ثمود کی طرف	اَخَاهُمْ ان کا بھائی	صٰلِحًا صالح	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا اللّٰهَ اللہ کی عبادت کرو	
مَا نہیں	لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اس کے سوا	هُوَ وہ	اَنْشَاَكُمْ پیدا کیا تمہیں	مِّنَ الْاَرْضِ زمین سے	
وَاسْتَعْمَرَكُمْ اور بسایا تمہیں اس نے	فِيْهَا اس میں	فَاسْتَغْفِرُوْهُ سو اس سے بخشش مانگو	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ رجوع کرو اسکی طرف	اِنَّ بیشک		
رَبِّيْ میرا رب	قَرِيْبٌ نزدیک	مُّجِيْبٌ قبول کرنے والے					

حضرت صالح علیہ السلام اور قوم ثمود کا تعارف

حضرت صالح علیہ السلام اسی قوم ثمود میں پیدا ہوئے۔ مورخین نے حضرت صالح علیہ السلام کا زمانہ تقریباً ۲۴۰۰ قبل مسیح لکھا ہے یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے تقریباً ڈھائی ہزار سال پہلے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ مبارک سے تقریباً تین ہزار سال قبل اور طوفان نوح سے تقریباً ۸۳۲ سال بعد سلسلہ نسب حضرت صالح علیہ السلام کا چھٹی پشت میں حضرت نوح علیہ السلام سے مل جاتا ہے اور ۲۸۰ سال آپ کی عمر ہوئی اور حضرت ہود علیہ السلام کے درمیان ۱۰۰ سال کا فاصلہ ہے۔ثمود کہاں آباد تھے اور کس خطہ میں پھیلے ہوئے تھے اس کے متعلق یہ طے شدہ امر ہے کہ ان کی آبادیاں شمالی اور مغربی عرب حجر میں تھیں۔گویا اس وقت حجاز اور شام کے درمیان وادی قریٰ تک جو میدان نظر آتا ہے یہ سب اس کا مقام سکونت تھا۔ثمود کی بستیوں کے کھنڈرات اور آثار آج تک موجود ہیں۔ یہ قوم ثمود بھی عاد کی طرح نہایت قوی الجثہ طاقتور اور طویل العمر لوگ تھے۔فن تعمیر اور فن سنگ تراشی میں ان لوگوں کو خاص ملکہ حاصل تھا۔فن سنگ تراشی میں اس قوم نے بڑی ترقی اور عظمت حاصل کی تھی۔قرآن مجید نے ثمود کے حال میں ان کی سنگ تراشی اور فن تعمیر کا جگہ جگہ تذکرہ کیا ہے۔حجاز اور شام کے مابین جہاں یہ قوم کسی زمانہ میں آباد تھی پہاڑوں کو کاٹ کاٹ کر نہایت شاندار، پر تکلف اور پائیدار عمارتیں بنائی تھیں جن کے آثار اب تک پائے جاتے ہیں۔غرض یہ قوم نہایت آسودہ حال تھی۔ مال و دولت کی فراوانی تھی اور ان کی زندگی بڑی عیش وعشرت میں گزرتی تھی۔ یہ قوم بھی خدائے واحد کے علاوہ بہت سے معبودان باطل کی پرستار اور شرک میں مبتلا تھی اس لئے ان کی اصلاح کے لئے ان کی قوم میں سے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر اور رسول بنا کر بھیجا گیا تاکہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں ان کو خدا کی نعمتیں یاد دلائیں جن سے صبح و شام محظوظ ہوتے رہتے ہیں اور ان پر واضح کریں کہ کائنات کی ہر شے خداوند قدوس کی توحید اور یکتائی پر شاہد ہے اور پرستش عبادت کے لائق ذات احد کے علاوہ دوسرا اور کوئی نہیں ہے۔

حضرت صالح علیہ السلام کی تبلیغ و تفہیم

اس آیت زیر تفسیر میں بتایا جاتا ہے کہ قوم ثمود کے قومی وطنی

بھائی صالح علیہ السلام کو ان کے پاس پیغمبر بنا کر بھیجا گیا۔ ہر پیغمبر کی طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بھی اپنی قوم کو حقیقی توحید کی طرف دعوت دی اور کہا کہ صرف خدائے واحد یکتا کی عبادت کرو۔ اس کے سوا کوئی تمہارا دوسرا معبود نہیں ہے۔ مشرکین اتنا تو تسلیم کرتے تھے کہ ان کا خالق اللہ ہی ہے اسی مسلمہ حقیقت کو سامنے رکھ کر حضرت صالح علیہ السلام نے بطور دکیل کے ان کو سمجھایا کہ جب وہ اللہ ہی ہے جس نے زمین کے بے جان مادہ سے تم کو یہ انسانی وجود بخشا یعنی اول حضرت آدم علیہ السلام کو مٹی سے پیدا کیا اور پھر وہ بھی اللہ ہی ہے جس نے زمین میں تم کو آباد کیا یعنی پیدا کر کے باقی رکھا۔ بقا کا سامان کیا۔ زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں بتلائیں اور تدبیریں الہام فرمائیں تو پھر اللہ کے سوا خدائی اور کس کی ہوسکتی ہے۔ اور کسی دوسرے کو یہ حق کیسے حاصل ہوتا ہے کہ تم اس کی بندگی اور پرستش کرو۔ جب اللہ ہی ایسا منعم اور محسن ہے تو چاہئے آدمی اسی کی طرف ایمان و طاعت کے ساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے ان کی معافی چاہے۔ اللہ تعالیٰ بندہ سے بالکل نزدیک ہے ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدق دل سے کیا جائے اسے سن کر قبول فرماتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کی شان بندہ نوازی

حضرت صالح علیہ السلام کا یہ جملہ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ یقیناً میرا رب قریب ہے اور وہ دعاؤں کا قبول کرنے والا ہے۔ کفار و مشرکین کی ایک بہت بڑی غلطی اور باطل عقیدہ کو رد کرتا ہے۔ مشرکین اللہ تعالیٰ کی ذات عالی کو اپنے دنیوی بادشاہوں کی حالت پر قیاس کرتے تھے۔ اور یہ سمجھتے تھے کہ جس طرح ایک معمولی شخص کی رسائی بادشاہ کے دربار میں نہیں ہوتی اور اگر اس کو بادشاہ کے حضور میں کوئی درخواست پیش کرنا ہو تو شاہی مقربین میں سے کسی کا وسیلہ پکڑنا پڑتا ہے اس کے ذریعہ سے بادشاہ کے حضور تک اپنی درخواست پہنچانا پڑتا ہے۔ پھر اگر اس کو اپنی درخواست کا کوئی جواب بھی بادشاہ کے دربار سے ملنا نصیب ہوتا ہے تو وہ بھی کسی مقرب بارگاہ ہی کے ذریعہ اور واسطہ سے ملتا ہے۔ اس غلط قیاس کی بناء پر مشرکین نے خیال کر رکھا تھا کہ خالق اکبر کے در تک رسائی عام انسان کی ناممکن ہے۔ اس تک پہنچنے کے لئے کسی وسیلہ سفارشی اور مقرب بارگاہ کی ضرورت ہے۔ اس بناء پر انہوں نے بہت سے چھوٹے بڑے معبودوں کی پرستش اور بندگی کو اختیار کیا تھا۔ کہ ان کو خوش کر کے ان کے ذریعہ اور سفارش سے ہمارے کام خالق اکبر کی بارگاہ عالی سے بن سکتے ہیں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے اس چھوٹے سے جملہ اِنَّ رَبِّیْ قَرِیْبٌ مُّجِیْبٌ میں اس جاہلی خیال کی پوری تردید فرما دی۔ اور اللہ تعالیٰ کی دو صفات قریب اور مجیب بتلا کر یہ واضح کر دیا کہ تمہارا خالق معبود حقیقی باوجود اپنی علوشان کے بندے سے بہت قریب ہے۔ اور وہ پھر براہ راست ہر بندے کی دعا و فریاد کو سنتا ہے تو جب خداوند خالق کائنات کا دربار ہر خاص و عام کے لئے ہمہ وقت کھلا ہوا ہے اور وہ ہر کس و ناکس کے قریب ہی موجود ہے تو پھر تم اپنے خود ساختہ بتوں کو من گھڑت طریقہ پر اپنا شفیع اور سفارشی کیوں مانتے ہو اور کیوں ان کی تصویریں اور مجسمے پوجتے ہو کہ یہ خوش ہو کر خالق اکبر کی بارگاہ میں ہماری سفارش کریں گے۔ اور ہمارے کام کرا دیں گے۔ اس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے بت پرستی اور باطل پرستی کی جڑ کاٹ دی اور توحید حقیقی کی طرف آنے کی دعوت دی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے صالح تم تو اس کے قبل ہم میں ہونہار تھے کیا تم ہم کو ان کی عبادت سے منع کرتے ہو۔ جس کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں اور جس دین کی

شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ﴿۶۲﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ

طرف تم ہم کو بلارہے ہو واقعی ہم تو اسکی جانب سے بڑے شبہ میں ہیں جس نے ہم کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ آپ نے فرمایا اے میری قوم بھلا یہ تو بتاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی

مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ تَخْسِيْرٍ ﴿۶۳﴾

جانب سے دلیل پر ہوں اور اس نے مجھ کو اپنی طرف سے رحمت عطا فرمائی ہو سو اگر میں خدا کا کہنا نہ مانوں تو پھر مجھ کو خدا سے کون بچالے گا تو تم تو سراسر میرا نقصان ہی کر رہے ہو

قَالُوْا وہ بولے	يٰصٰلِحُ اے صالح	قَدْ كُنْتَ تو تھا	فِيْنَا ہم میں	مَرْجُوًّا مرکز امید	قَبْلَ هٰذَآ اس سے قبل	اَتَنْهٰىنَآ کیا تو ہمیں منع کرتا ہے
اَنْ نَّعْبُدَ کہ ہم پرستش کریں	مَا يَعْبُدُ اسے جس کی پرستش کرتے تھے	اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	وَاِنَّنَا اور بے شک ہم	لَفِيْ شَكٍّ شک میں ہیں		
مِّمَّا اس سے جو	تَدْعُوْنَآ تو ہمیں بلاتا ہے	اِلَيْهِ اس کی طرف	مُرِيْبٍ قوی شبہ میں	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ کیا دیکھتے ہو تم
اِنْ كُنْتُ اگر میں ہوں	عَلٰى بَيِّنَةٍ روشن دلیل پر	مِّنْ رَّبِّيْ اپنے رب سے	وَاٰتٰىنِيْ اور اس نے مجھے دی	مِنْهُ اپنی طرف سے	رَحْمَةً رحمت	
فَمَنْ تو کون	يَّنْصُرُنِيْ میری مدد کریگا	مِنَ اللّٰهِ اللہ سے	اِنْ اگر	عَصَيْتُهٗ میں اسکی نافرمانی کروں	فَمَا تو نہیں	تَزِيْدُوْنَنِيْ تم میرے لیے بڑھاتے
غَيْرَ سوائے	تَخْسِيْرٍ نقصان					

حضرت صالح علیہ السلام کی دعوت پر قوم کا تبصرہ

گذشتہ آیت سے ثمود قوم صالح علیہ السلام کا قصہ شروع فرمایا گیا تھا اور بتلایا گیا تھا کہ قوم ثمود کی اصلاح کے لئے حضرت صالح علیہ السلام کو پیغمبر بنا کر بھیجا گیا تھا تا کہ وہ ان کو راہ راست پر لائیں۔ خدائے تعالیٰ کی توحید کی تعلیم دیں اور ان کی باطل پرستی اور شرک میں مبتلا ہونے کی گمراہی کو ظاہر کریں۔ چنانچہ دلائل کے ساتھ حضرت صالح علیہ السلام قوم کو بار بار سمجھاتے اور نصیحت فرماتے مگر قوم پر مطلق اثر نہ ہوا بلکہ اس کا حضرت صالح علیہ السلام سے بغض و عناد ترقی پاتا رہا۔ اور ان کی مخالفت بڑھتی رہی۔ اگرچہ ایک مختصر اور کمزور جماعت نے ایمان قبول کر لیا اور حضرت صالح علیہ السلام کو اللہ کا رسول تسلیم کر کے آپ کی متبع ہوگئی مگر قوم کی اکثریت اور سرمایہ دار اور بڑے بڑے سردار اسی طرح باطل پرستی پر قائم رہے۔

ہر پیغمبر میں دیانت و صداقت، فہم و ذکاء عقل و فراست حلم و رشد کے آثار شروع ہی سے نمایاں رہتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت خاتم الانبیاء رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اعلان نبوت سے پہلے سارا عرب امین کا خطاب دیتا اور آپ کی دیانت و امانت کا نہایت درجہ معتقد تھا۔ نبوت کا دعویٰ اور بت پرستی سے ممانعت کرنے پر یہ سب مخالف ہو گئے۔ اسی طرح نبوت سے پہلے حضرت صالح علیہ السلام کو بھی قوم والے بڑا ہونہار اور ہوشمند سمجھتے تھے۔ منصب رسالت کے بعد جب آپ نے توحید اور آخرت اور مکارم اخلاق کی دعوت دینی شروع کی تو قوم نے سب سے پہلے یہی کہا کہ اے صالح تم تو اس کے قبل قوم میں بڑے ہونہار معلوم ہوتے تھے۔ ہمیں تو تم سے بڑی بڑی امیدیں تھیں کہ اپنی

لیاقت و جاہت سے فخر قوم اور ہمارے لئے مایہ ناز اور ہمارے سرپرست بنو گے مگر افسوس کہ اس وقت جو باتیں کر رہے ہو اس سے تو ساری امیدیں خاک میں ملتی نظر آتی ہیں۔ تم نے ہمارے باپ دادا کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تم یہ چاہتے ہو کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں۔ تم کیا غضب کر رہے ہو کہ ہمیں اپنے آبائی دین سے روک رہے ہو۔

حق و باطل کے استدلال میں فرق

یہاں جاہلیت اور اسلام اور حق و باطل کے طرز استدلال کا فرق بالکل نمایاں ظاہر ہے۔ حضرت صالح علیہ اسلام نے تو جیسا کہ گذشتہ آیت میں بیان ہوا یہ فرمایا تھا کہ اللہ کے سوا کوئی حقیقی معبود نہیں ہے اور اس پر دلیل یہ دی تھی کہ اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا اور زمین میں آباد کیا۔ اس کے جواب میں ان کی مشرک قوم کہتی ہے کہ ہمارے یہ معبود بھی مستحق عبادت ہیں۔ اور ان کی عبادت ترک نہیں کی جا سکتی۔ کیونکہ باپ دادا کے وقتوں سے ان کی عبادت ہوتی چلی آ رہی ہے۔ یہ تھی مشرکین کی دلیل اور باپ دادا کی اندھی تقلید۔ نیز قوم نے حضرت صالحؑ سے یہ بھی کہا کہ جن چیزوں کی عبادت ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں۔ تم ہمیں اس سے منع مت کرو۔ ہمارے نزدیک اپنے باپ دادا کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا جس کی تم دعوت دیتے ہو یعنی توحید سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔

کسی کے شک و شبہ کی وجہ سے حق کا راستہ نہیں چھوڑا جا سکتا

الغرض قوم ثمود نے حضرت صالح علیہ السلام یہ مطالبہ کیا کہ تم بت پرستی سے منع مت کرو اور توحید کی دعوت مت دو۔ اس کا جواب حضرت صالح علیہ اسلام نے قوم کو یوں دیا کہ اگر تمہیں توحید کی دعوت میں شک و شبہ ہے تو تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف اور سیدھا راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں۔ خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمت عظیمہ سے منصب پیغمبری عطا کیا۔ اب بفرض محال میں اگر اس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے اور دعوت و تبلیغ کرنے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اس کی سزا سے کون بچائے گا۔ بجائے اس کے کہ تم اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے۔ مجھے فرائض دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دیتے ہو۔ اگر خدانخواستہ تمہارا مشورہ قبول کرلوں تو بجز نقصان کے اور کیا ہاتھ آئے گا۔ سبحان اللہ کیسے عجیب پیرایہ میں قوم کے غیر معقول مطالبہ کو رد فرمایا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! شریعت مطہرہ کی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچالے۔ اور ہم کو ظاہر میں اور باطن میں اپنے رسول پاک کا اتباع نصیب فرمادے۔

یا اللہ! اس وقت امت مسلمہ میں بھی بعض غیر شرعی رسوم محض باپ دادا کی کورانہ تقلید کی بنا پر رائج ہو رہی ہیں۔ یا اللہ! ہم کو دین کی سمجھ اور فہم عطا فرما اور قرآن و سنت کی تعلیمات کا اتباع نصیب فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

اور اے میری قوم یہ اُونٹنی ہے اللہ کی جو تمہارے لئے دلیل ہے اس کو چھوڑ دو کہ اللہ کی زمین میں کھاتی پھرا کرے اور اس کو برائی کے ساتھ ہاتھ بھی

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ﴿۶۴﴾ فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ

مت لگانا کبھی تم کو فوری عذاب آ پکڑے۔ سو انہوں نے اُس کو مار ڈالا تو صالح نے فرمایا کہ تم اپنے گھروں میں تین روز اور بسر کر لو یہ ایسا

وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا

وعدہ ہے جس میں ذرا جھوٹ نہیں۔ سو جب ہمارا حکم آ پہنچا ہم نے صالح کو اور جو اُن کے ہمراہ اہل ایمان تھے ان کو اپنی رحمت سے بچا لیا

وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور اُس دن کی بڑی رسوائی سے بچا لیا بیشک آپ کا رب ہی بڑی قوت والا غلبہ والا ہے۔ اور ان ظالموں کو ایک نعرہ نے آ دبایا

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ

جس سے وہ اپنے گھروں میں اوندھے پڑے رہ گئے۔ جیسے ان گھروں میں کبھی بسے ہی نہ تھے خوب سن لو ثمود نے اپنے رب کے ساتھ کفر کیا۔

اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ ع

خوب سن لو رحمت سے ثمود کو دوری ہوئی

وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	هٰذِهٖ یہ	نَاقَةُ اللّٰهِ اللہ کی اونٹنی	لَكُمْ تمہارے لئے	اٰيَةً نشانی	فَذَرُوْهَا پس اسکو چھوڑ دو	تَاْكُلْ کھائے	فِیْٓ میں
اَرْضِ اللّٰهِ اللہ کی زمین	وَلَا تَمَسُّوْهَا اور اس کو نہ چھوؤ تم	بِسُوْٓءٍ برائی سے	فَيَاْخُذَكُمْ پس تمہیں پکڑ لے گا	عَذَابٌ عذاب	قَرِيْبٌ قریب		
فَعَقَرُوْهَا انہوں نے اسکی کونچیں کاٹ دیں	فَقَالَ اس نے کہا	تَمَتَّعُوْا برت لو	فِیْ دَارِكُمْ اپنے گھروں میں	ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ تین دن	ذٰلِكَ یہ		
وَعْدٌ وعدہ	غَيْرُ مَكْذُوْبٍ نہ جھوٹا ہونے والا	فَلَمَّا پھر جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	صٰلِحًا صالح	وَالَّذِيْنَ اور وہ لوگ جو
اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ مِّنَّا اپنی رحمت سے	وَ اور	مِنْ خِزْيِ رسوائی سے	يَوْمِئِذٍ اس دن کی	اِنَّ بیشک	
رَبَّكَ تمہارا رب	هُوَ وہ	الْقَوِيُّ قوی	الْعَزِيْزُ غالب	وَاَخَذَ اور آ پکڑا	الَّذِيْنَ وہ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ چنگھاڑ
فَاَصْبَحُوْا پس انہوں نے صبح کی	فِیْ میں	دِيَارِهِمْ اپنے گھر	جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے رہ گئے	كَاَنْ گویا	لَّمْ يَغْنَوْا نہ بسے تھے	فِيْهَا یہاں	
اَلَآ یاد رکھو	اِنَّ بیشک	ثَمُوْدَا ثمود	كَفَرُوْا منکر ہوئے	رَبَّهُمْ اپنے رب کے	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا پھٹکار	لِّثَمُوْدَ ثمود پر

قوم کا منہ مانگا معجزہ

گذشتہ آیات میں حضرت صالح علیہ السلام کا اپنی قوم سے مکالمہ بیان ہوا کہ کس طرح حضرت صالح علیہ السلام نے اپنی قوم ثمود کو پیغمبرانہ دعوت و نصیحت فرمائی مگر مغرور اور سرکش قوم کی اکثریت نے آپ کو پیغمبر ماننے سے انکار کیا۔ قوم ثمود جب حضرت صالح علیہ

السلام کی تبلیغ حق سے اکتا گئی تو اس کے سرگروہ افراد نے قوم کی موجودگی میں مطالبہ کیا کہ اے صالح اگر تم واقعی خدا کے بھیجے ہوئے ہو تو کوئی نشانی دکھاؤ۔ تاکہ ہم تمہاری صداقت پر ایمان لے آویں۔ حضرت صالح علیہ السلام نے فرمایا کہ ایسا نہ ہو کہ نشانی آنے کے بعد بھی انکار پر مصر اور سرکشی پر قائم رہو۔ قوم کے سرداروں نے وعدہ کیا کہ ہم ایمان لے آئیں گے۔ تب حضرت صالح علیہ السلام نے انہی سے دریافت کیا کہ وہ کس قسم کی نشان چاہتے ہیں۔ انہوں نے مطالبہ کیا کہ سامنے والے پہاڑ کی چٹان میں سے ایک ایسی اونٹنی ظاہر کرو کہ جو گابھن ہو اور فوراً بچہ دے۔ حضرت صالح علیہ السلام نے درگاہ الٰہی میں دعا کی اور اسی وقت ان سب کے سامنے پتھر کی چٹان میں سے حاملہ اونٹنی ظاہر ہوئی اور اس نے بچہ دیا۔ یہ دیکھ کر ان سرداروں میں سے صرف ایک تو اسی وقت مشرف باسلام ہو گیا باقی دوسرے سرداروں اور قوم والوں نے یہ حیرت زدہ معجزہ دیکھ کر بھی ایمان قبول نہیں کیا۔

ناقۃ اللہ کا احترام اور قوم ثمود کی بدبختی

اب حضرت صالح علیہ السلام نے قوم کے تمام افراد کو تنبیہ کی کہ دیکھو یہ نشانی تمہاری طلب پر بھیجی گئی ہے۔ خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ پانی کی باری مقرر رہو۔ ایک دن اس اونٹنی کا ہوگا اور ایک دن قوم کے سارے چوپایوں کا۔ اور خبردار اس کو کوئی اذیت نہ پہنچے۔ اگر تم نے خدا کی اس نشانی کو جو تم نے خود مانگ کر حاصل کی ہے تکلیف پہنچائی تو پھر تمہاری بھی خیر نہیں ہے۔ قرآن عزیز نے اس اونٹنی کو ناقۃ اللہ یعنی خدا کی اونٹنی کہا ہے۔ چونکہ ثمود نے اس کو خدا کی ایک نشانی کی شکل میں طلب کیا تھا اس لئے اس کی خصوصیت اور اعزاز نے اس کو ناقۃ اللہ کا لقب دلایا اور نیز اس کو لکم اٰیۃ کہہ کر یہ بھی بتایا کہ یہ نشانی اپنے اندر خاص اہمیت رکھتی ہے لیکن بدقسمت قوم ثمود زیادہ عرصہ تک اس ناقہ کے وجود کو برداشت نہ کر سکی اور آپس میں صلاح مشورہ کرنے لگے کہ اس کا خاتمہ کر دیا جائے تو اس باری والے قصہ سے نجات ملے کیونکہ ہمارے چوپایوں کے لئے اور خود ہمارے لئے یہ قید ناقابل برداشت ہے۔ بالآخر ایک اور سازش کر کے اونٹنی کو ہلاک کر ڈالا۔

عذاب کی آمد

حضرت صالح علیہ السلام کو جب یہ معلوم ہوا تو حسرت اور افسوس کے ساتھ قوم سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ آخر وہی ہوا جس کا مجھے خوف تھا۔ اے بدبخت قوم تجھ سے صبر نہ ہو سکا۔ اب خدا کے عذاب کا انتظار کرو اور تین روز کے بعد وہ نہ ٹلنے والا عذاب آئے گا کہ جو تم سب کو ہمیشہ کے لئے تہس نہس کر جائے گا۔ علامہ سید محمود آلوسیؒ اپنی مشہور تفسیر روح المعانی میں تحریر فرماتے ہیں کہ ثمود پر عذاب آنے کی علامات اگلی صبح ہی سے شروع ہو گئیں۔ یعنی پہلے روز ان سب کے چہرے زرد پڑ گئے۔ دوسرے روز سب کے چہرے سرخ تھے اور تیسرے روز ان سب کے چہرے سیاہ تھے اور یہ تین مہلت کے دن، جمعرات، جمعہ اور ہفتہ تھے۔ بہرحال ان تین دن کے بعد وقت موعود آ پہنچا اور رات کے وقت ایک ہیبت ناک آواز نے جو حضرت جبرئیل علیہ السلام کی تھی۔ ہر مجرم کو اسی حالت میں ہلاک کر دیا جس حالت میں وہ تھا۔ قرآن کریم نے اس ہلاکت آفرین آواز کو کسی مقام پر صاعقہ یعنی کڑک اور بجلی اور کس جگہ رَجْفَۃ یعنی زلزلہ ڈال دینے والی شی اور بعض جگہ صاغیہ دہشت ناک اور بعض جگہ صیحۃ زبردست چیخ فرمایا ہے۔ یہ تمام تعبیرات ایک ہی حقیقت کے مختلف اوصاف کے اعتبار سے کی گئی ہیں تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدائے تعالیٰ کے اس عذاب کی ہولناکیاں کیسی گوناگوں

تھیں۔ ایک طرف ثمود پر یہ عذاب نازل ہوا۔ دوسری طرف صالح علیہ السلام اور ان کے پیرو اہل ایمان کو خدا نے اپنی حفاظت میں لے لیا اور ان کو اس عذاب سے محفوظ رکھا۔ سید آلوسیؒ ہی نے اپنی تفسیر میں ایک قول نقل کیا ہے جس میں بتایا ہے کہ حضرت صالح علیہ السلام پر ایمان لانے والے مومن جو عذاب سے محفوظ اور نجات یافتہ رہے ان کی تعداد ۱۲۰ تھی۔

حضرت صالح علیہ السلام کا سبق آموز خطاب

قوم کی ہلاکت کے بعد حضرت صالح علیہ السلام نے مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف ہجرت فرمائی۔ جاتے ہوئے مڑ کر ان کی لاشوں کے انبار دیکھے اور ہلاک شدگان کو مخاطب کرتے ہوئے وہ سبق آموز اور عبرت انگیز الفاظ ارشاد فرمائے۔ جو سورۂ اعراف آٹھویں پارہ میں نقل فرمائے گئے ہیں۔ فَتَوَلّٰی عَنْهُمْ وَقَالَ یٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّیْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِیْنَ یعنی پھر صالح علیہ السلام الٹے پھرے ان سے اور بولے کہ اے میری قوم بلاشبہ میں نے اپنے پروردگار کا پیغام تم تک پہنچایا اور تم کو نصیحت کی لیکن تم تو نصیحت کرنے والوں کو دوست ہی نہ رکھتے تھے۔ ہلاک شدہ قوم کی جانب حضرت صالح علیہ السلام کا خطاب اسی طرح کا خطاب تھا جس طرح بدر میں مشرکین مکہ کے سرداروں کی ہلاکت کے بعد مردہ نعشوں کے گڑھے پر کھڑے ہو کر رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اے فلاں بن فلاں اور فلاں بن فلاں کیا تم کو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی اطاعت پسند آئی؟ بلاشبہ ہم نے تو وہ پالیا جو ہمارے رب نے ہم سے وعدہ کیا تھا۔ پس کیا تم نے بھی وہ پایا جو تمہارے رب نے تم سے وعدہ کیا تھا؟

دراصل یہ طریق خطاب حزن وملال کے اظہار کیلئے ہوتا ہے اور اس قسم کے خطاب کے اصل مخاطب وہ زندہ انسان ہوتے ہیں جو ان مردہ نعشوں کو دیکھ رہے ہیں تاکہ ان کو عبرت حاصل ہو اور وہ اس قسم کی سرکشی کی جرأت نہ کرسکیں۔

آخر میں یہ بتلایا جاتا ہے کہ جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے مقصود یہ ہے کہ یہ سن کر عبرت حاصل کرو اور اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی سے بچو۔

قوم ثمود کے کھنڈرات

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک ثمود کی بستیوں کے نشانات وادی القریٰ میں موجود تھے اور صحیح بخاری و مسند احمد وغیرہ کی روایتوں کے مطابق غزوۂ تبوک کو جاتے وقت جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گزر ثمود کی ویران بستی پر ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابۂ کرامؓ کو حضرت صالح علیہ السلام کی اونٹنی کی پیدائش اور چلنے پھرنے کی جگہ بتائی اور جس کنوئیں سے وہ اونٹنی پانی پیتی تھی اس کے سوا اور کنوؤں کے پانی کو آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمایا۔ اور کہا کہ جب تک اس بستی سے گزر نہ ہو جائے استغفار کرتے رہو۔ بعض صحابہ کرام نے اس بستی میں دوسرے کنوؤں کے پانی سے جو آٹا گوندھ لیا تھا وہ آپ نے استعمال کرنے سے منع فرمادیا اور آپ کی اجازت سے وہ اونٹوں کو کھلا دیا گیا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ آپ نے فرمایا کہ تم ان حجر کی بستیوں میں خدا سے ڈرتے ہوئے۔ عجز و زاری کرتے اور روتے ہوئے داخل ہوا کرو ورنہ ان میں داخل ہی نہ ہوا کرو۔ کہیں ایسا نہ ہو کہ تم بھی اپنی غفلت کی وجہ سے عذاب کی مصیبت میں مبتلا ہو جاؤ۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ

اور ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ابراہیم علیہ السلام کے پاس بشارت لے کر آئے اور انہوں نے سلام کیا۔ ابراہیم نے بھی سلام کیا پھر دیر نہیں لگائی کہ ایک تلا ہوا بچھڑا

حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ

لائے سو جب ابراہیم نے دیکھا کہ اُن کے ہاتھ اس کھانے تک نہیں بڑھتے تو ان سے متوحش ہوئے اور ان سے دل میں خوفزدہ ہوئے وہ فرشتے کہنے لگے ڈرومت

اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ

ہم قوم لوط کی طرف بھیجے گئے ہیں۔ اور ابراہیمؑ کی بی بی کھڑی تھیں پس ہنسیں سو ہم نے بشارت دی اُن کو اسحٰق کی۔ اور اسحٰق سے پیچھے

يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾ قَالَتْ يٰوَيْلَتٰۤى ءَاَلِدُ وَاَنَا عَجُوْزٌ وَّهٰذَا بَعْلِىْ شَيْخًا ؕ اِنَّ هٰذَا لَشَىْءٌ

یعقوب کی۔ کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر اور یہ میرے میاں ہیں بالکل بوڑھے واقعی یہ بھی عجیب بات ہے۔

عَجِيْبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوْۤا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَبَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ

فرشتوں نے کہا کیا تم خدا کے کاموں میں تعجب کرتی ہو اس خاندان کے لوگو! تم پر تو اللہ کی رحمت اور اس کی برکتیں ہیں۔

اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ﴿۷۳﴾

بیشک وہ تعریف کے لائق بڑی شان والا ہے

وَ اور	لَقَدْ جَآءَتْ البتہ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	بِالْبُشْرٰى خوشخبری لے کر	قَالُوْا وہ بولے	سَلٰمًا سلام	قَالَ اس نے کہا	سَلٰمٌ سلام
فَمَا لَبِثَ پھر اس نے دیر نہ کی	اَنْ کہ	جَآءَ بِعِجْلٍ ایک بچھڑا لے آیا	حَنِيْذٍ بھنا ہوا	فَلَمَّا پھر جب	رَاٰۤ اَيْدِيَهُمْ اس نے دیکھے ان کے ہاتھ			
لَا تَصِلُ نہیں پہنچتے	اِلَيْهِ اس کی طرف	نَكِرَهُمْ وہ ان سے ڈرا	وَاَوْجَسَ اور محسوس کیا	مِنْهُمْ ان سے	خِيْفَةً خوف	قَالُوْا وہ بولے		
لَا تَخَفْ تم ڈرومت	اِنَّآ اُرْسِلْنَآ بیشک ہم بھیجے گئے ہیں	اِلٰى طرف	قَوْمِ لُوْطٍ قوم لوط کی طرف	وَامْرَاَتُهٗ اور اس کی بیوی	قَآئِمَةٌ کھڑی ہوئی			
فَضَحِكَتْ تو وہ ہنس پڑی	فَبَشَّرْنٰهَا سو ہم نے اسے خوشخبری دی	بِاِسْحٰقَ اسحٰق کی	وَ اور	مِنْ وَّرَآءِ سے بعد	اِسْحٰقَ اسحٰق	يَعْقُوْبَ یعقوب	قَالَتْ وہ بولی	
يٰوَيْلَتٰى اے خرابی	ءَاَلِدُ کیا میرے بچہ ہوگا	وَاَنَا حالانکہ میں	عَجُوْزٌ بڑھیا	وَهٰذَا اور یہ	بَعْلِىْ میرا خاوند	شَيْخًا بوڑھا	اِنَّ بیشک	
هٰذَا یہ	لَشَىْءٌ ایک چیز	عَجِيْبٌ عجیب	قَالُوْا وہ بولے	اَتَعْجَبِيْنَ کیا تو تعجب کرتی ہے	مِنْ سے	اَمْرِ اللّٰهِ اللہ کا حکم	رَحْمَتُ اللّٰهِ اللہ کی رحمت	
وَبَرَكٰتُهٗ اور اس کی برکتیں	عَلَيْكُمْ تم پر	اَهْلَ الْبَيْتِ اے گھر والو	اِنَّهٗ بیشک وہ	حَمِيْدٌ خوبیوں والا	مَّجِيْدٌ بزرگی والا			

قوم لوط کا علاقہ بدکرداری اور حضرت لوطؑ کی دعوت و تبلیغ

اس سورۃ میں گذشتہ انبیاء کے قصوں کی ترتیب اسی طرح ہے جیسی سورۂ اعراف میں بیان ہوئی تھی۔ صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا ذکر بیان فرمایا ہے مگر طرز بیان سے یہی ظاہر ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام ہی کا قصہ

بیان کرنا ہے۔ چونکہ لوط علیہ السلام اور ابراہیم علیہ السلام کے قصوں میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لئے بطور تمہید حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا۔ حضرت لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بھتیجے تھے۔ جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے تھے اور فلسطین اور اطراف شام میں سکونت اختیار کر لی تھی۔ حضرت لوط علیہ السلام بھی پیغمبر تھے مگر حضرت ابراہیم علیہ السلام کے تابع۔ اردن کی وہ جانب جہاں آج بحر میت (DEAD SEA) واقع ہے یہی وہ جگہ ہے جس میں سدوم اور عامورہ کی بستیاں تھیں۔ اور جہاں لوط علیہ السلام نے قیام کیا تھا۔ یہ تمام حصہ جواب بحر میت (DEAD SEA) کے نام سے موسوم ہے۔ اور سمندر نظر آتا ہے کسی زمانہ میں خشک زمین تھی اور اس پر شہر آباد تھے۔ جب قوم لوط پر عذاب آیا اور اس سرزمین کا تختہ الٹ دیا گیا اور سخت زلزلہ آئے تب یہ زمین تقریباً ۴۰۰ میٹر سطح سمندر سے نیچے چلی گئی اور پانی ابھر آیا جس کا نام اب تک بحر میت اور بحر لوط ہے۔ لوط علیہ السلام نے جب یہاں آ کر قیام کیا تو دیکھا کہ یہاں کے باشندے فواحش اور معصیتوں میں اس قدر مبتلا ہیں کہ الامان الحفیظ۔ دنیا کی سرکش، بداخلاق و بداطوار اقوام کے دوسرے عیوب و فواحش کے علاوہ یہ قوم ایک خبیث عمل کی موجد تھی یعنی اپنی نفسانی خواہشات کو پورا کرنے کے لئے وہ عورتوں کی بجائے مرد لڑکوں سے اختلاط رکھتے تھے۔

ان حالات میں حضرت لوط علیہ السلام نے ان کو ان کی بے حیائیوں اور خباثتوں پر ملامت کی اور شرافت و طہارت کی زندگی کی رغبت دلائی۔

قوم کی ہٹ دھرمی اور عذاب کا فیصلہ

مگر ان بدبختوں پر مطلق اثر نہ ہوا حتیٰ کہ حضرت لوط علیہ السلام کو بستی سے اخراج اور سنگساری کی دھمکیاں دینے لگے۔ جب نوبت یہاں تک پہنچی اور ان کی سیاہ بختی نے کسی طرح اخلاقی زندگی پر آمادہ نہ ہونے دیا تب ان کو بھی وہی پیش آیا جو خدا کے بنائے ہوئے قانون جزا کا یقینی اور حتمی فیصلہ ہے۔ یعنی بدکرداریوں پر اصرار کی سزا بربادی و ہلاکت۔ فرشتوں کی ایک جماعت انسانی شکل میں نازل ہوئی۔ اہل تفسیر کا اس میں اختلاف ہے کہ فرشتوں کی تعداد کتنی تھی۔ بعض نے صرف تین حضرت جبرئیلؑ میکائیلؑ اور اسرافیلؑ کا آنا لکھا ہے۔ بعض نے تعداد آٹھ نو اور گیارہ تک ظاہر کی ہے۔ بہر حال بالاتفاق جبرئیل علیہ السلام ایک ضرور تھے۔

فرشتوں کی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ہاں آمد اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی پریشانی

یہی ملائکہ بشکل انسانی لوط علیہ السلام کی قوم کو تباہ کرنے سے پہلے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف آئے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس یہ فرشتے کیوں آئے۔ اور کیا گفتگو ہوئی یہ ان آیات زیر تفسیر میں بیان فرمایا گیا ہے اور بتلایا گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس جب یہ فرشتے بشکل انسانی پہنچے تو فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا۔ آپ نے بھی جواب میں سلام کیا مگر آپ پہچان نہ سکے کہ یہ فرشتے ہیں۔

بہر حال حضرت ابراہیم علیہ السلام انہیں نو وارد انسان سمجھ کر مہمان نوازی کے لئے اٹھے اور ایک نہایت فربہ بچھڑا ذبح کر کے بھون تل کر سامنے حاضر کیا مگر انہوں نے کھانے سے انکار کیا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے یہ دیکھ کر سوچا کہ یہ کون ہیں اور کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں یہ اسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ حضرت

ابراہیم علیہ السلام کچھ خوفزدہ ہوئے۔ کہ ان کا کھانے سے انکار ضرور کچھ معنیٰ رکھتا ہے۔ یہیں سے بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ خوف و ہراس امور طبعی ہیں جس طرح بھوک و پیاس اور مرتبہ ولایت کیا معنی مرتبہ رسالت کے بھی ذرہ برابر منافی نہیں۔

حضرت ابراہیمؑ کے لئے اسحاقؑ کی بشارت

غرض جب مہمانوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کا اضطراب دیکھا تو کہنے لگے کہ خوف اور ڈر کی کوئی بات نہیں۔ ہم فرشتے ہیں جو قوم لوط کو تباہ کرنے کے لئے بھیجے گئے ہیں۔ اس لئے وہاں جا رہے ہیں آپ کچھ اندیشہ نقصان کا نہ کیجئے ہم آپ کے پاس تو ایک بشارت لے کر آئے ہیں کہ آپ کے ایک فرزند پیدا ہوگا۔ اسحٰق اور ان کے ایک فرزند پیدا ہوگا یعقوب۔ فرشتوں نے بشارت اس لئے کہا کہ ایک تو اولاد خوشی کی چیز ہے۔ پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام بوڑھے بہت ہو گئے تھے اور آپ کی زوجہ اولیٰ حضرت سارہؓ بھی بہت بوڑھی تھیں۔ امید اولاد کی نہ رہی تھی۔ تو ایک تو خلاف توقع اولاد کی بشارت پھر ضمناً یہ بشارت بھی آ گئی کہ اسحٰق زندہ رہیں گے اور وہ بھی صاحب اولاد ہوں گے۔

حضرت سارہؑ کا تعجب

یہ گفتگو حضرت سارہؓ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بیوی جو اس وقت تک لاولد تھیں کہیں کھڑی سن رہی تھیں۔ پس اولاد کی خبر سن کر جس کی ان کو بعد اس کے کہ اسماعیل علیہ السلام حضرت ہاجرہ کے پیٹ سے پیدا ہو چکے تھے۔ تمنا بھی تھی تو خوشی سے ہنسیں اور بولتی پکارتی آئیں اور تعجب سے ماتھے پر ہاتھ مارا اور کہنے لگیں کہ ہائے اب میں بچہ جنوں گی بڑھیا ہو کر۔ کہتے ہیں کہ حضرت سارہ کی عمر اس وقت ۹۰ سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی عمر قریب ۱۲۰ سال کے تھی۔ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ یہ بھی بالکل بوڑھے ہیں۔ اگر ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی فرشتوں نے کہا کہ جس گھرانے پر خدا کی اس قدر نعمتیں اور برکتیں رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات اور معاملات عجیبہ دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا کیا ان کے لئے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے۔ تمہیں تو بشارت سن کر تعجب کی جگہ اللہ کا شکر اور اس کی تعریف بیان کرنا چاہئے کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اسی کی ذات میں جمع ہیں۔ اور وہ بڑے سے بڑا کام کر سکتا ہے۔

آیات مذکورہ سے معلوم شدہ معاشرتی قوانین

(۱) معلوم ہوا کہ مسلمانوں کے لئے سنت ہے کہ جب آپس میں ملیں تو سلام کریں۔ آنے والے مہمان کو اس میں پیش قدمی کرنی چاہئے اور دوسرے کو جواب دینا چاہئے۔

(۲) مہمان نوازی اور میزبانی کے آداب میں سے ایک بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے آتے ہی جو کچھ کھانے کی چیز میسر ہو اور جلدی سے مہیا ہو سکے وہ لا رکھے۔ پھر اگر صاحب وسعت ہے تو مزید میزبانی کا انتظام بعد میں کرے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوئی کہ مہمان کے لئے بہت زیادہ تکلفات کی فکر میں نہ پڑے۔ آسانی سے جو اچھی چیز میسر ہو جائے وہ مہمان کی خدمت میں پیش کر دے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے یہاں گائے بیل تھے اس لئے بچھڑا ذبح کر کے فوری طور پر اس کا گوشت تل کر سامنے لا رکھا۔

(۳) آنے والے کی میزبانی کرنا انبیاء کی سنت اور صلحا کی عادت ہے۔

(۴) مہمان کے سامنے جو چیز پیش کی جائے اس کو قبول کرلے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَمَّا ذَهَبَ عَنْ إِبْرٰهِيمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوطٍ ﴿۷۴﴾ إِنَّ

پھر جب ابراہیم کا وہ خوف زائل ہو گیا اور اُن کو خوشی کی خبر مل گئی تو ہم سے لوط کی قوم کے بارہ میں جدال کرنا شروع کیا۔ واقعی

إِبْرٰهِيمَ لَحَلِيمٌ أَوَّاهٌ مُّنِيبٌ ﴿۷۵﴾ يٰٓإِبْرٰهِيمُ أَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۖ إِنَّهُ قَدْ جَآءَ أَمْرُ رَبِّكَ ۚ

ابراہیم بڑے حلیم الطبع رحیم المزاج اور رقیق القلب تھے۔ اے ابراہیم اس بات کو جانے دو۔ تمہارے رب کا حکم آ پہنچا ہے

وَإِنَّهُمْ اٰتِيهِمْ عَذَابٌ غَيْرُ مَرْدُودٍ ﴿۷۶﴾ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوطًا سِيٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ

اور اُن پر ضرور ایسا عذاب آنیوالا ہے جو کسی طرح ہٹنے والا نہیں۔ اور جب ہمارے وہ فرشتے لوط کے پاس آئے تو لوط اُن کی وجہ سے مغموم ہوئے

بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ عَصِيبٌ ﴿۷۷﴾ وَجَآءَهُ قَوْمُهُ يُهْرَعُونَ إِلَيْهِ ۖ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوا

اور اُن کے سبب تنگدل ہوئے اور کہنے لگے کہ آج کا دن بہت بھاری ہے۔ اور ان کی قوم اُن کے پاس دوڑی ہوئی آئی اور پہلے سے نامعقول حرکتیں کیا

يَعْمَلُونَ السَّيِّاٰتِ ۖ قَالَ يٰقَوْمِ هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِي هُنَّ أَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُونِ

ہی کرتے تھے لوط فرمانے لگے کہ اے میری قوم یہ میری بیٹیاں (جو تمہارے گھروں میں ہیں) موجود ہیں وہ تمہارے لئے اچھی خاصی ہیں۔ سو اللہ سے ڈرو اور میرے مہمانوں میں

فِي ضَيْفِي ۖ أَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيدٌ ﴿۷۸﴾ قَالُوا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِي بَنٰتِكَ مِنْ

مجھ کو رسوا مت کرو۔ کیا تم میں کوئی بھی (معقول آدمی اور) بھلا مانس نہیں وہ لوگ کہنے لگے کہ آپ کو معلوم ہے کہ ہم کو آپ کی بیٹیوں کی ضرورت نہیں

حَقٍّ ۚ وَإِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِيدُ ﴿۷۹﴾

اور آپ کو تو معلوم ہے جو ہمارا مطلب ہے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبَ جاتا رہا	عَنْ سے	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	الرَّوْعُ خوف	وَجَآءَتْهُ اور اس کے پاس آگئی	الْبُشْرٰى خوشخبری	
يُجَادِلُنَا ہم سے جھگڑنے لگا	فِي میں	قَوْمِ لُوطٍ قوم لوط	إِنَّ بیشک	إِبْرٰهِيمَ ابراہیم	لَحَلِيمٌ بردبار	أَوَّاهٌ نرم دل	
مُّنِيبٌ رجوع کرنیوالا	يٰٓإِبْرٰهِيمُ اے ابراہیم	أَعْرِضْ اعراض کر	عَنْ هٰذَا اس سے	إِنَّهُ بیشک یہ	قَدْ جَآءَ آچکا	أَمْرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	
وَإِنَّهُمْ اور بیشک اُن	اٰتِيهِمْ اُن پر آگیا	عَذَابٌ عذاب	غَيْرُ مَرْدُودٍ نہ ٹلایا جانے والا	وَلَمَّا اور جب	جَآءَتْ آئے	رُسُلُنَا ہمارے فرشتے	
لُوطًا لوط کے پاس	سِيٓءَ وہ غمگین ہوا	بِهِمْ ان سے	وَضَاقَ اور تنگ ہوا	بِهِمْ ان سے	ذَرْعًا دل میں	وَقَالَ اور بولا	هٰذَا یہ
يَوْمٌ عَصِيبٌ بڑا سختی کا دن	وَجَآءَهُ اور اس کے پاس آئی	قَوْمُهُ اس کی قوم	يُهْرَعُونَ دوڑتی ہوئی	إِلَيْهِ اس کی طرف	وَمِنْ قَبْلُ اور اس سے قبل		
كَانُوا يَعْمَلُونَ وہ کرتے تھے	السَّيِّاٰتِ برے کام	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	هٰٓؤُلَآءِ یہ	بَنَاتِي میری بیٹیاں	هُنَّ یہ	
أَطْهَرُ نہایت پاکیزہ	لَكُمْ تمہارے لئے	فَاتَّقُوا پس ڈرو	اللّٰهَ اللہ	وَ اور	لَا تُخْزُونِ نہ رسوا کرو مجھے	فِي ضَيْفِي میرے مہمانوں میں	
أَلَيْسَ کیا نہیں	مِنْكُمْ تم سے	رَجُلٌ ایک آدمی	رَّشِيدٌ نیک چلن	قَالُوا وہ بولے	لَقَدْ عَلِمْتَ تو تو جانتا ہے	مَا لَنَا ہمارے لئے نہیں	
فِي بَنٰتِكَ تیری بیٹیوں میں	مِنْ کوئی	حَقٍّ حق	وَإِنَّكَ اور بیشک تو	لَتَعْلَمُ خوب جانتا ہے	مَا نُرِيدُ ہم کیا چاہتے ہیں؟		

قوم لوط علیہ السلام کے بارے میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے اندیشہ کا جواب

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ کے فرشتوں نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اپنی آمد کا مقصد بتلایا کہ وہ آپ کے پاس تو ایک فرزند کے پیدا ہونے کی بشارت لے کر آئے ہیں اور قوم لوط پر ہلاکت کا عذاب لے کر آئے ہیں۔ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اطمینان ہوگیا کہ یہ نو وارد مہمان کوئی دشمن نہیں ہیں بلکہ اللہ کے فرشتے ہیں اور قوم لوطؑ کی ہلاکت کے متعلق وہ بتلا ہی چکے تھے تو حضرت ابراہیم علیہ السلام کو اب لوط علیہ السلام کے قوم کی ہلاکت و تباہی کی فکر ہوئی۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت، نرم خوئی اور رحمدلی سے اس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ عرض و معروف کرنا چاہتے تھے۔ چنانچہ فرشتوں سے فرمانے لگے کہ تم اس قوم کو کیسے برباد کرنے جا رہے ہو کہ جس میں لوطؑ جیسا خدا کا برگزیدہ نبی موجود ہے اور میرا برادر زادہ بھی ہے اور ملت حنیف کا پیرو بھی۔ فرشتوں نے کہا کہ ہم یہ سب کچھ جانتے ہیں۔ مگر خدا کا یہ فیصلہ ہے کہ قوم لوط اپنی سرکشی، بدعملی، بے حیائی اور فواحش پر اصرار کی وجہ سے ضرور ہلاک کی جائے گی اور لوط علیہ السلام اور ان کا خاندان اس عذاب سے محفوظ رہے گا البتہ ان کی بیوی قوم کی حمایت اور ان کی بداعمالیوں اور بدعقیدگیوں میں شرکت کی وجہ سے قوم لوط ہی کے ساتھ عذاب پائے گی۔

قوم لوط کی بستی میں فرشتوں کی آمد

غرض ملائکۃ اللہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاس سے روانہ ہو کر لوط علیہ السلام کی بستی میں پہنچے اور فرشتے نہایت حسین و جمیل خوبصورت نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداءً لوط علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ یہ فرشتے ہیں۔ معمولی مہمان سمجھے۔ ادھر قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی۔ سخت فکرمند اور تنگدل ہوئے کہ یہ بدبخت قوم نہ معلوم میرے مہمانوں کے ساتھ کیا معاملہ کرے گی۔ ابھی حضرت لوط علیہ السلام اسی حیص بیص میں تھے کہ قوم کو خبر لگ گئی اور لوط علیہ السلام کے مکان پر چڑھ آئے۔ اس قوم کو نا معقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی۔ خبر پاتے ہی دوڑے اور پوری قوت اور شدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان ان کے حوالے کردیئے جائیں۔

مہمانوں کے متعلق قوم والوں کی خباثت روکنے کیلئے حضرت لوطؑ کی کوششیں

حضرت لوط علیہ السلام نے بہت سمجھایا اور مہمانوں کی آبرو بچانے کی ہر قسم کی کوشش کی اور ان سے کہا کہ کیا تم میں کوئی بھی بھلا مانس نہیں ہے کہ وہ انسانیت کو برتے اور حق کو سمجھے۔ تم کیوں اس لعنت میں گرفتار ہو اور خواہشات نفس کو پورا کرنے کے لئے فطری طریق عمل کو چھوڑ کر اور حلال طریقہ سے عورتوں کو رفیقۂ حیات بنانے کی جگہ اس ملعون بے حیائی کے درپے ہو۔ کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں ان شریف مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں۔ مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی سادھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ اختیار کرے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہر چھوٹے بڑے ظاہری و باطنی گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق عطا فرما اور جو گناہ ہم سے سرزد ہو چکے ہیں ان پر سچی توبہ کر کے آپ کی مغفرت و رحمت حاصل کرنے کی سعادت عطا فرما۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ۸۰ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا

لوط فرمانے لگے کیا خوب ہوتا اگر میرا تم پر کچھ زور چلتا یا کسی مضبوط پایہ کی پناہ پکڑتا فرشتے کہنے لگے کہ اے لوطؑ ہم تو آپ کے رب کے بھیجے ہوئے

اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ

(فرشتے ہیں) آپ تک ہرگز اُن کی رسائی نہ ہوگی۔ سو آپ رات کے کسی حصہ میں اپنے گھر والوں کو لے کر چلے جایئے اور تم میں سے کوئی پیچھے پھر کر بھی

اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ؕ اَلَیْسَ الصُّبْحُ بِقَرِیْبٍ ۸۱ فَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِیَهَا

نہ دیکھے ہاں مگر آپ کی بیوی نہ جاوے گی اس پر بھی وہی آفت آنے والی ہے جو اور لوگوں پر آوے گی ان کے وعدہ کا وقت صبح کا وقت ہے۔ کیا صبح کا وقت قریب نہیں۔

سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَیْهَا حِجَارَةً مِّنْ سِجِّیْلٍ ۙ مَّنْضُوْدٍ ۸۲ مُّسَوَّمَةً عِنْدَ رَبِّكَ ؕ وَمَا هِیَ

سو جب ہمارا حکم آپہنچا تو ہم نے اس زمین (کو الٹ کر اس) کا اوپر کا تختہ تو نیچے کر دیا (اور نیچے کا اوپر) اور اس زمین پر کنکر یلے پتھر برسانا شروع کئے جو لگاتار گر رہے تھے جن پر آپ کے رب کے

مِنَ الظّٰلِمِیْنَ بِبَعِیْدٍ ۸۳ ع

پاس خاص نشان بھی تھا اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں

قَالَ اس نے کہا	لَوْ اَنَّ کاش کہ	لِیْ میرے لئے	بِكُمْ تم پر	قُوَّةً کوئی زور	اَوْ اٰوِیْٓ یا میں پناہ لیتا	اِلٰی طرف	رُكْنٍ شَدِیْدٍ مضبوط پایہ	
قَالُوْا وہ بولے	یٰلُوْطُ اے لوط	اِنَّا بیشک ہم	رُسُلُ بھیجے ہوئے	رَبِّكَ تمہارا رب	لَنْ یَّصِلُوْٓا وہ ہرگز نہ پہنچیں گے	اِلَیْكَ تم تک	فَاَسْرِ سو لے نکل	
بِاَهْلِكَ اپنے گھر والوں کے ساتھ	بِقِطْعٍ کوئی حصہ	مِّنَ سے	الَّیْلِ رات	وَلَا یَلْتَفِتْ اور نہ مڑ کر دیکھے	مِنْكُمْ تم میں سے	اَحَدٌ کوئی	اِلَّا سوا	
امْرَاَتَكَ تمہاری بیوی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مُصِیْبُهَا اس کو پہنچنے والا	مَا جو	اَصَابَهُمْ ان کو پہنچے گا	اِنَّ بیشک	مَوْعِدَهُمُ انکا وعدہ	الصُّبْحُ صبح	
اَلَیْسَ کیا نہیں	الصُّبْحُ صبح	بِقَرِیْبٍ نزدیک	فَلَمَّا پس جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم	جَعَلْنَا ہم نے کر دیا	عَالِیَهَا اس کا اوپر	سَافِلَهَا اسکا نیچا
وَاَمْطَرْنَا اور ہم نے برسائے	عَلَیْهَا اس پر	حِجَارَةً پتھر	مِّنْ سِجِّیْلٍ کنکر	مَّنْضُوْدٍ تہ بہ تہ	مُّسَوَّمَةً نشان کئے ہوئے	عِنْدَ رَبِّكَ تیرے رب کے پاس		
وَمَا اور نہیں	هِیَ یہ	مِنَ سے	الظّٰلِمِیْنَ ظالم	بِبَعِیْدٍ کچھ دور				

فرشتوں کا حضرت لوطؑ کو حقیقت حال سے باخبر کرنا

جب لوط علیہ السلام کے اضطراب اور پریشانی کی حد ہوگئی تب مہمانوں نے کہا کہ آپ کس فکر و تردد میں ہیں۔ آپ مطلق پریشان نہ ہوں ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جو ان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لئے آئے ہیں۔ یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے۔ آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔

تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے۔ تب جبرئیل علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا سا بازو ان ملعونوں کی طرف ہلایا سب کے سب نپٹ اندھے ہو گئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

فرشتوں کی حضرت لوطؑ کو ہدایات دینا اور قوم پر عذاب کا آنا

ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو ہدایت کی کہ صبح کو عذاب آنے والا ہے۔تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جایئے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجئے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ہاں آپ کی بیوی کہ وہ ساتھ نہ جائے گی۔یا پیچھے پھر کر دیکھے گی۔اس طرح اسی عذاب کی لپیٹ میں آ جائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں کہ اس عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔ بہر حال ملائکہ نے حضرت لوط علیہ السلام کو اطمینان دلایا کہ آپ مطمئن رہیں اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے۔صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔چنانچہ اخیر شب ہوئی تو اول ایک ہیبت ناک چیخ نے بستیوں کو تہ و بالا کر دیا اور پھر آبادی کا تختہ اوپر اٹھا کر الٹ دیا گیا اور اوپر سے پتھروں کی بارش نے ان کا نام ونشان تک مٹا دیا۔اور وہی ہوا جو گذشتہ قوموں کی نافرمانی اور سرکشی کا انجام ہوا تھا۔قصہ کے اخیر میں فرمایا گیا وما ھی من الظلمین ببعید اور یہ بستیاں ان ظالموں سے کچھ دور نہیں ہیں یعنی یہ اہل مکہ جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت کر رہے ہیں اس قصہ سے عبرت پکڑیں کیونکہ قوم لوط علیہ السلام کی تباہ شدہ بستیاں ان کفار مکہ سے کچھ زیادہ دور نہیں۔ ملک شام کو آتے جاتے ان کی بربادی کے آثار دیکھتے ہیں۔پس ان کو اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت سے ڈرنا چاہئے۔

گذشتہ چار قصوں کا خلاصہ

ان قصص میں یہ بات خاص طور سے قابل غور اور لائق ذکر ہے کہ کفر و شرک تو تمام گناہوں سے بڑھ کر اور سب گناہوں کی جڑ ہے۔تو جو قوم اس میں مبتلا ہو اس کو پہلے توحید و ایمان ہی کی دعوت دی جاتی ہے۔ ایمان سے پہلے دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ نہیں دیجاتی۔دنیا میں ان کی نجات یا عذاب بھی اسی ایمان و کفر کی بنیاد پر ہوتا ہے۔تمام انبیاء سابقین اور ان کی اقوام کے واقعات و حالات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اسی طرز عمل کے شاہد ہیں مگر صرف دو قومیں ایسی ہیں جن پر عذاب نازل ہونے میں کفر کے ساتھ ان کے اعمال خبیثہ کو بھی دخل رہا ہے۔ ایک لوط علیہ السلام کی قوم جس کا ذکر ان آیات میں ہوا ہے۔ان پر جو عذاب پوری بستی الٹ دینے اور اوپر سے پتھر برسانے کا واقع ہوا اس کا سبب ان کے عمل خبیث کو بتلایا گیا ہے۔جیسا کہ سورۂ عنکبوت بیسویں پارہ میں ارشاد فرمایا گیا۔ اِنَّا مُنْزِلُوْنَ عَلٰٓى اَهْلِ هٰذِهِ الْقَرْيَةِ رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ "ہم اس بستی کے باشندوں پر ایک آسمانی عذاب ان کی بدکاریوں کی سزا میں نازل کرنے والے ہیں"۔تو لوط علیہ السلام کی قوم پر عذاب نازل کرنے کی وجہ ان کی بدکاری بتلائی گئی۔

دوسری قوم شعیب علیہ السلام کی ہے جن کے عذاب کا سبب کفر و شرک کے علاوہ ناپ تول میں کمی کرنے کو بھی قرار دیا گیا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! گذشتہ اقوام پر جو آپ کے بھیجے ہوئے عذاب نازل ہوئے وہ ان اقوام کی نافرمانی بدعملی اور بدکرداری پر اصرار ہی کی وجہ سے نازل ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاِلٰى مَدْيَنَ اَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۗ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ۭ وَلَا تَنْقُصُوا الْمِكْيَالَ

اور ہم نے مدین کی طرف اُن کے بھائی شعیب کو بھیجا۔ انہوں نے فرمایا کہ اے میری قوم تم اللہ کی عبادت کرو اس کے سوا کوئی تمہارا معبود نہیں اور تم ناپ اور تول میں کمی مت

وَالْمِيْزَانَ اِنِّىْٓ اَرٰىكُمْ بِخَيْرٍ وَّاِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ﴿۸۴﴾ وَيٰقَوْمِ اَوْفُوا

کیا کرو میں تم کو فراغت کی حالت میں دیکھتا ہوں اور مجھ کو تم پر اندیشہ ہے ایسے دن کے عذاب کا جو انواع مصائب کا جامع ہوگا اور اے میری قوم

الْمِكْيَالَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ اَشْيَاۗءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۸۵﴾

تم ناپ اور تول پوری پوری کیا کرو اور لوگوں کا اُن کی چیزوں میں نقصان مت کیا کرو۔ اور زمین میں فساد کرتے ہوئے حد سے مت نکلو

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ڬ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ﴿۸۶﴾

اللہ کا دیا ہوا جو کچھ بچ جاوے وہ تمہارے لئے بدرجہا بہتر ہے اگر تم کو یقین آوے۔ اور میں تمہارا پہرہ دینے والا تو ہوں نہیں۔

وَ اور	اِلٰى مَدْيَنَ مدین کی طرف	اَخَاهُمْ ان کا بھائی	شُعَيْبًا شعیب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْبُدُوا عبادت کرو	اللّٰهَ اللہ	
مَا لَكُمْ تمہارے لئے نہیں	مِّنْ اِلٰهٍ کوئی معبود	غَيْرُهٗ اسکے سوا	وَ اور	لَا تَنْقُصُوا نہ کمی کرو	الْمِكْيَالَ ماپ	وَالْمِيْزَانَ اور تول	اِنِّىْ بیشک میں	
اَرٰىكُمْ تمہیں دیکھتا ہوں	بِخَيْرٍ آسودہ حال	وَّاِنِّىْ اور بیشک میں	اَخَافُ ڈرتا ہوں	عَلَيْكُمْ تم پر	عَذَابَ عذاب			
يَوْمٍ مُّحِيْطٍ ایک گھیر لینے والا دن	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم	اَوْفُوا پورا کرو	الْمِكْيَالَ ماپ	وَالْمِيْزَانَ اور تول	بِالْقِسْطِ انصاف سے			
وَلَا تَبْخَسُوا اور نہ گھٹاؤ	النَّاسَ لوگ	اَشْيَاۗءَهُمْ انکی چیزیں	وَلَا تَعْثَوْا اور نہ پھرو	فِي الْاَرْضِ زمین میں	مُفْسِدِيْنَ فساد کرتے ہوئے			
بَقِيَّتُ بچا ہوا	اللّٰهِ اللہ	خَيْرٌ بہتر	لَّكُمْ تمہارے لئے	اِنْ اگر	كُنْتُمْ تم ہو	مُّؤْمِنِيْنَ ایمان والے	وَمَا اور نہیں	اَنَا میں
عَلَيْكُمْ تم پر	بِحَفِيْظٍ نگہبان							

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کا تعارف

قرآن کریم میں شعیب علیہ السلام اور آپ کی قوم کا تذکرہ سورۂ اعراف میں قدرے تفصیلاً گزر چکا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا زمانہ تقریباً سولھویں صدی قبل مسیح بیان کیا گیا ہے۔ علامہ ابن اثیر نے تاریخ کامل میں لکھا ہے کہ حضرت شعیب علیہ السلام کی والدہ حضرت لوط علیہ السلام کی صاحبزادی تھیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کا سلسلہ نسب چوتھی یا پانچویں پشت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام سے مل جاتا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت مدین میں ہوئی تھی۔ مدین کسی مقام کا نام نہیں بلکہ قبیلہ کا نام ہے۔ یہ قبیلہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے بیٹے مدین کی نسل سے تھا۔ جو آپ کی تیسری بیوی قطورا سے پیدا ہوئے تھے۔ اہل مدین جزیرہ نمائے سینا اور حجاز کے شمال مغربی حصوں میں آباد تھے۔ یہ جگہ شام' افریقہ اور عرب کے تجارتی قافلوں کے ملنے کی جگہ تھی۔ تاریخ میں اہل مدین ایک تاجر قوم کی حیثیت سے نمایاں تھی جس نے قومی حیثیت سے اس پیشہ کو اختیار کیا۔ یہی وجہ ہے کہ کاروبار اور تجارت کے سلسلہ کے تمام عیوب اور بدعنوانیاں اس قوم میں پائی جاتی تھیں۔ ناپ تول میں کمی' لین دین میں بے ایمانی' خرید و فروخت میں دھوکہ دہی اور غیر

دیانتداری' سود،سٹہ اس قسم کی تمام دوسری گمراہیاں اور بداعمالیاں جو تجارت پیشہ طبقوں سے مخصوص ہیں۔ان میں موجود تھیں۔

حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت اور قوم کو دعوت ایمان واصلاح

شعیب علیہ السلام جب اس قوم میں مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ خدا کی نافرمانی اور معصیت کا ارتکاب صرف افراد ہی میں نہیں پایا جاتا بلکہ ساری قوم بداعمالیوں میں اس قدر سرمست اور سرشار ہے کہ ایک لمحہ کے لئے بھی ان کو یہ احساس نہیں ہوتا کہ یہ جو کچھ ہو رہا ہے معصیت اور گناہ ہے۔ بلکہ اپنے ان اعمال کو باعث فخر سمجھتے تھے۔قوموں کے عام رواج کے مطابق ان کی خوشحالی' دولت وثروت کی فراوانی' زمین اور باغوں کی زرخیزی اور شادابی نے ان کو اس قدر مغرور بنا دیا تھا کہ وہ ان تمام امور کو اپنی میراث اور اپنا خاندانی ہنر سمجھ بیٹھے تھے اور ایک ساعت کے لئے بھی ان کے دل میں یہ خطرہ نہیں گزرتا تھا کہ یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی عطا وبخشش ہے کہ شکر گزار ہوتے اور سرکشی سے باز رہتے۔ مذہبی اعتبار سے بھی ان میں بت پرستی اور مشرکانہ رسوم کا رواج تھا۔اس لئے حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کو خدا کی توحید اور شرک سے بیزاری کا جو تمام انبیاء علیہم السلام کی مشترک تعلیم ہے دعوت دی۔ ساتھ ہی قوم کی مخصوص بداخلاقیوں پر توجہ دلانے اور ان کو راہ راست پر لانے کے لئے آپ نے اس قانون کو بھی اہمیت دی کہ خرید وفروخت کے معاملہ میں یہ ہمیشہ پیش نظر رہنا چاہئے کہ جو جس کا حق ہے وہ پورا پورا اس کو ملے۔تاجرانہ بے ایمانیاں جو تمہاری عادت بن گئی ہے ان کو ترک کر دو۔خدا نے جو فراغت اور خوشحالی تمہیں عنایت فرمائی ہے اس کا شکر بجالاؤ اور ڈرتے رہو کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری بداعمالی سے یہ آسائش اور آسودگی سلب کر لی جائے اور عذاب الٰہی نازل ہو جائے اور صرف ناپ تول ہی میں نہیں کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو اور شرک وکفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح ظلم وستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ۔آپ نے مزید سمجھایا کہ ایک ایماندار کے لئے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو اس کثیر سے بہتر ہو گا جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔مال حلال میں جو ٹھیک ناپ تول کر لیا دیا جائے برکت ہوتی ہے اور خدا کے ہاں اجر ملتا ہے۔اخیر میں فرمایا کہ میں نے تم کو نصیحت کر دی۔آگے میں اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

آیات مذکورہ سے حاصل ہونے والا سبق

معلوم ہوا کہ ہر نبی کی پہلی اور بنیادی دعوت توحید ہی ہوتی ہے پھر قرآن مجید اعتقادی گمراہیوں کے ازالہ کے ساتھ ساتھ اخلاقی معاشرتی معاملات کی بھی برابر اصلاح کرتا جاتا ہے۔قرآن مجید نے یہاں صاف بتا دیا کہ تجارتی خیانتوں اور مالی معاملات میں بددیانتی کا نتیجہ معاشرہ کی درہمی برہمی اور ملک وقوم کے حق میں عدم توازن کی صورت میں ظاہر ہوتا ہے اور جس کو قرآن پاک اپنی اصطلاح میں فساد فی الارض قرار دیتا ہے۔ تمام انبیاء سابقین اور ان کی قوموں کے واقعات جو قرآن کریم میں مذکور ہیں اس طرز عمل کے شاہد ہیں کہ کفر وشرک چونکہ سب گناہوں کی جڑ ہے اس لئے جو قوم اس میں مبتلا ہو اس کو پہلے توحید وایمان کی دعوت دی جاتی ہے توحید وایمان کی دعوت کے بعد دوسرے معاملات اور اعمال پر توجہ دی جاتی ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ اَصَلٰوتُكَ تَاْمُرُكَ اَنْ نَّتْرُكَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَآ اَوْ اَنْ نَّفْعَلَ فِيْٓ اَمْوَالِنَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب کیا تمہارا تقدس تم کو تعلیم دے رہا ہے کہ ہم ان چیزوں کو چھوڑ دیں جن کی پرستش ہمارے بڑے کرتے آئے ہیں یا اس بات کو چھوڑ دیں کہ ہم اپنے مال

مَا نَشٰٓؤُا ۭ اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿۸۷﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰي بَيِّنَةٍ مِّنْ

میں جو چاہیں تصرف کریں۔ واقعی آپ ہیں بڑے عقلمند دین پر چلنے والے۔ شعیب نے فرمایا کہ اے میری قوم بھلا یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے رب کی جانب سے دلیل پر ہوں

رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰي مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ

اور اُس نے مجھ کو اپنی طرف سے ایک عمدہ دولت (یعنی نبوت) دی ہو تو پھر کیسے تبلیغ نہ کروں اور میں یہ نہیں چاہتا کہ تمہارے برخلاف ان کاموں کو کروں جن سے تم کو منع کرتا ہوں۔

اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿۸۸﴾

میں تو اصلاح چاہتا ہوں جہاں تک میرے امکان میں ہے۔ اور مجھ کو جو کچھ توفیق ہو جاتی ہے صرف اللہ ہی کی مدد سے ہے اسی پر میں بھروسہ رکھتا ہوں اور اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں

وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ

اور اے میری قوم تمہاری ضد تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جاوے کہ تم پر بھی اسی طرح کی مصیبتیں آ پڑیں جیسی قوم نوحؑ یا قوم ہود

اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿۸۹﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ

یا قوم صالح پر پڑی تھیں اور قوم لوط تو تم سے بہت دور زمانہ میں نہیں ہوئی۔ اور تم اپنے رب سے اپنے گناہ معاف کراؤ۔ پھر اُس کی طرف متوجہ ہو۔ بلاشک میرا رب

رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿۹۰﴾

بڑا مہربان اور بڑی محبت والا ہے۔

قَالُوْا وہ بولے	يٰشُعَيْبُ اے شعیب	اَصَلٰوتُكَ کیا تیری نماز	تَاْمُرُكَ تجھے حکم دیتی ہے	اَنْ کہ	نَّتْرُكَ ہم چھوڑ دیں	مَا يَعْبُدُ جو پرستش کرتے تھے		
اٰبَآؤُنَا ہمارے باپ دادا	اَوْ یا	اَنْ نَّفْعَلَ ہم نہ کریں	فِيْٓ اَمْوَالِنَا اپنے مالوں میں	مَا نَشٰٓؤُا جو ہم چاہیں	اِنَّكَ بیشک تو	لَاَنْتَ البتہ تو		
الْحَلِيْمُ بردبار	الرَّشِيْدُ نیک چلن	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَءَيْتُمْ کیا تم دیکھتے ہو	اِنْ اگر	كُنْتُ میں ہوں	عَلٰي پر	
بَيِّنَةٍ روشن دلیل	مِّنْ سے	رَّبِّيْ اپنا رب	وَرَزَقَنِيْ اور اس نے مجھے روزی دی	مِنْهُ اپنی طرف سے	رِزْقًا روزی	حَسَنًا اچھی		
وَمَآ اُرِيْدُ اور میں نہیں چاہتا	اَنْ کہ	اُخَالِفَكُمْ میں اسکے خلاف کروں	اِلٰي طرف	مَآ اَنْهٰىكُمْ جس سے میں تمہیں روکتا ہوں	عَنْهُ اس سے			
اِنْ نہیں	اُرِيْدُ میں چاہتا	اِلَّا مگر	الْاِصْلَاحَ اصلاح	مَا جو	اسْتَطَعْتُ مجھ سے ہو سکے	وَمَا اور نہیں	تَوْفِيْقِيْٓ میری توفیق	اِلَّا مگر
بِاللّٰهِ اللہ سے	عَلَيْهِ اس پر	تَوَكَّلْتُ میں نے بھروسہ کیا	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	اُنِيْبُ میں رجوع کرتا ہوں	وَيٰقَوْمِ اور اے میری قوم			
لَا يَجْرِمَنَّكُمْ تمہیں نہ کموادے	شِقَاقِيْٓ میری ضد	اَنْ کہ	يُّصِيْبَكُمْ تمہیں پہنچے	مِّثْلُ اس جیسا	مَآ اَصَابَ جو پہنچا	قَوْمَ نُوْحٍ قوم نوح		
اَوْ یا	قَوْمَ هُوْدٍ قوم ہود	اَوْ یا	قَوْمَ صٰلِحٍ قوم صالح	وَمَا اور نہیں	قَوْمُ لُوْطٍ قوم لوط	مِّنْكُمْ تم سے	بِبَعِيْدٍ کچھ دور	وَ اور
اسْتَغْفِرُوْا بخشش مانگو	رَبَّكُمْ اپنا رب	ثُمَّ پھر	تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اس کی طرف رجوع کرو	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	رَحِيْمٌ نہایت مہربان	وَّدُوْدٌ محبت والا	

حضرت شعیبؑ کی دعوت پر قوم کا جواب

گذشتہ آیات میں بتلایا گیا تھا کہ حضرت شعیب علیہ السلام نے اپنی قوم اہل مدین کو توحید اور خدا پرستی کی دعوت اور اس کے ساتھ تجارت لین دین میں دیانتداری اور ناپ تول میں کمی نہ کرنے اور کسی کا حق نہ مارنے کی تعلیم و نصیحت فرمائی۔ بتلایا جاتا ہے کہ قوم نے بطور استہزا اور تمسخر کے حضرت شعیب علیہ السلام سے کہا کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں آپ ہی بڑے عقلمند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے باپ دادا کیا سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام چونکہ نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے۔ لکھا ہے کہ دن بھر قوم کو وعظ و نصیحت فرماتے اور رات بھر نماز پڑھتے۔ تو بطور طعنہ کے قوم والے کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہی حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادا کا پرانا دین چھڑا دیں اور ہمارے مال و دولت میں ہمارے مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے۔ ہمارے مذہبی اور دنیوی معاملات میں اور ناپ تول لین دین کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ گویا اہل مدین بتوں کی پرستش کو جو ان کو باپ دادا سے ورثہ میں ملی تھی اس آبائی مسلک کے خلاف حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت توحید کو قبول کرنے کے لئے تیار نہ تھے۔ پھر حقوق العباد کی حفاظت بھی ان کے فہم سے بالاتر چیز تھی۔ مال و دولت کی ہوس نے ان کو اندھا کر دیا تھا۔ وہ سمجھتے تھے کہ ہم اپنے مالوں کے مالک اور مختار ہیں جس طرح چاہیں ان میں تصرف کریں۔ مطلب یہ تھا کہ آپ ہم کو ہمارے حال پر چھوڑ دیں اور دغابازی سے بچنے کا وعظ نہ کہیں۔

قوم کے ردعمل پر
حضرت شعیبؑ کا پرسوز و پرحکمت جواب

قوم نے اپنے مشفق ہادی و مصلح کی خالص ہمدردی دلسوزی اور نصیحت کا جواب طعن و تشنیع کے ساتھ دیا۔ مگر شعیب علیہ السلام یہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اسی ہمدردی اور دلسوزی کے ساتھ مخاطب ہو کر مزید فہمائش فرمانے لگے کہ اے میری قوم مجھے یہ تو بتلاؤ کہ اگر میں اپنے پروردگار کی طرف سے بصیرت، روشن دلیل اور علم و ہدایت پر ہوں اور خدا تعالیٰ نے نبوت و رسالت اور علم و حکمت اور فہم و بصیرت عطا فرما کر مجھ کو وہ صاف راستہ دکھلا دیا۔ جو تم کو نظر نہیں آیا اور اس دولت علم و حکمت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا تو اس کا حق یہ ہے کہ میں ''معاذ اللہ'' تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں یا تمہارے استہزاء اور تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھنا چھوڑ دوں۔ یا تمہاری احمقانہ اور جاہلانہ باتوں کی وجہ سے حق کی دعوت اور تبلیغ اور امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو چھوڑ دوں اور تم کو بت پرستی اور ناپ تول میں کمی کرنے سے اور دھوکہ دینے اور دغابازی سے منع نہ کروں۔ پھر یہ بھی تو سمجھو کہ جن بری باتوں سے میں تم کو روکتا ہوں خود میں بھی تو ان کے پاس نہیں جاتا۔ اگر میں تمہیں منع کرتا اور خود اس کا ارتکاب کرتا تو تمہارے لئے یہ کہنے کی گنجائش تھی اور تم یہ الزام مجھ پر رکھ سکتے تھے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے میں تم کو جو نصیحت کرتا ہوں میں تم سے پہلے اس کا عامل اور اس پر پابند ہوں۔ اور میرا مقصد اس ساری جدوجہد اور اس بار بار کی فہمائش اور تمام تر کوشش سے یہی ہے کہ تمہاری دینی اور دنیوی حالت کی اصلاح ہو جائے۔ تمہارے عقائد اور معاملات درست ہو جائیں۔ اس

مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں جسے میں اپنے مقدور اور استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا۔ باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔اسی کی امداد اور توفیق سے سب کام انجام پاسکتے ہیں میرا بھروسہ اسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

قوم کو عذاب خداوندی سے بچنے کی دعوت

اس پند و نصیحت اور موعظت سراپا حکمت کے بعد مزید سمجھاتے ہیں کہ اے میری قوم تم کو میری دشمنی اور عداوت اس بات پر آمادہ نہ کرے کہ تم میری نافرمانی کرو اور پھر تم کو ویسا ہی سخت تباہ کن عذاب پہنچے جیسا کہ قوم نوحؑ کو پانی کا طوفان پہنچا اور وہ سب غرق ہو کر ہلاک ہوئے۔ یا قوم ہود کو ہوا کا طوفان پہنچا اور وہ پارہ پارہ ہوئے۔ یا قوم صالح علیہ السلام کو ایک سخت چیخ کی آواز اور زلزلہ نے تباہ و برباد کیا۔ تم ان قوموں کے حالات سے واقف ہو۔ ان پر تکذیب و عداوت انبیاء کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں۔ تم کو چاہئے کہ ان سے عبرت پکڑو۔ اور اگر ان کو تباہ ہوئے کچھ زیادہ زمانہ گزر گیا ہے تو لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب ہی میں ہوا ہے۔ اس کی یاد تو تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی۔ ان کو تو فراموش مت کرو بلکہ ان سے عبرت حاصل کرو اور اپنی ضد سے باز آ جاؤ اور اپنے پروردگار سے اپنے گذشتہ گناہوں کی معافی مانگو اور نافرمانیوں سے توبہ کرو۔ کفر و شرک اور ناپ تول میں کمی کو چھوڑ دو۔ اور آئندہ کے لئے اسی کی طرف رجوع کرو یعنی اس کے حکم پر چلو۔ بیشک میرا پروردگار بڑا مہربان ہے استغفار کرنے والوں پر۔ کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم جب صدق دل سے اس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے تو وہ اپنی مہربانی سے معاف فرما دیتا ہے۔ اور نہ صرف معاف کر دیتا ہے بلکہ اس بندہ سے محبت فرمانے لگتا ہے۔ اور اس کا ثمرہ یہ ہوتا ہے کہ وہ دنیا اور آخرت میں خداوند تعالیٰ کا محبوب بن جاتا ہے۔

حضرت شعیبؑ کی فصاحت و بلاغت

اب یہاں حضرت شعیب علیہ السلام کے قوم کی جاہلیت اور باطل کی جاہلانہ دلیل کے مقابلہ میں حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر دلپذیر جو سراپا موعظت و حکمت ہے۔ قابل غور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام بڑے فصیح و بلیغ مقرر تھے شیریں کلامی حسن خطابت طرز بیان اور طاقت لسانی میں بہت نمایاں تھے اسی لئے مفسرین آپ کو خطیب الانبیاء کے لقب سے یاد کرتے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام نے تو قوم کو توحید اور صرف ایک اللہ کی پرستش اور بندگی کی دعوت دی اور تلقین فرمائی اس کے مقابلہ میں جاہلیت کا نظریہ اور بت پرستی کی دلیل یہ قوم نے پیش کی کہ بس باپ دادا سے جو طریقہ چلا آ رہا ہے اسی کی پیروی کرنی چاہئے اور اس بت پرستی کے لئے باپ دادا کی اندھی تقلید کے سوا اور کسی دلیل کی ضرورت نہیں۔ نیز حضرت شعیب علیہ السلام کی نافرمان قوم نے اپنے ہادی اور پیغمبر کی اس نصیحت کے مقابلہ میں کہ ناپ تول لین دین میں راست بازی اور ایمانداری برتو کم تول کر یا کم ناپ کر کسی کا نقصان نہ کرو اور کسی کا حق مت مارو یہ باطل نظریہ پیش کیا کہ ہم کو اپنے مالوں میں اپنے منشاء کے موافق تصرف کرنے کا اختیار ہے ہم اپنے سرمایہ کے مالک اور مختار ہیں اور اس کے کمانے اور خرچ کرنے میں آزاد ہیں۔ یہ حلال و حرام اور جائز و ناجائز کی تقسیم کیسی۔

سرمایہ دارانہ نظام کے بے لگام نظریہ کی تردید

شریعت اسلامیہ کہتی ہے یعنی حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ بیشک تم اپنے مالوں کے مالک ہو مگر ہم تمہارے وجود کے اور تمہارے مالوں کے مالک مطلق اور مالک حقیقی ہیں تم سب ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تم اپنی تجارت اور زراعت میں ہمارے نازل کردہ قانون کے پابند ہو۔ جس طرح تمہارا وجود ہمارا عطیہ ہے اسی طرح تمہارے اموال ہمارے عطا کردہ ہیں۔ ہمارے عطا کردہ اعضاء اور جوارح سے اور ہمارے عطا کردہ قدرت اور اختیار سے تم نے یہ دولت کمائی ہے۔ تم ہمارے بندے اور غلام ہو۔ تمہیں ہمارے حکم کے سامنے دم مارنے کی مجال نہیں۔ ہم نے اپنی رحمت اور مہربانی سے یہ کہہ دیا ہے کہ تم ان اموال کے مالک ہو مگر ہماری اس عنایت اور رحمت کا یہ مطلب نہیں کہ تم ہمارے نازل کردہ قانون شریعت کی حدود و قیود اور اوامر ونواہی سے آزاد ہو کہ خلاف قانون جو چاہو تصرف کرو۔ شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کو برقرار رکھتی ہے۔ اشتراکیت کی طرح شریعت شخصی اور انفرادی ملکیت کی منکر نہیں۔ البتہ اس کی آزادی اور مطلق العنانی کی منکر ہے۔ جس طرح ایک مجازی غلام اور خادم کا تصرف اور تجارتی کاروبار مجازی آقا کے ماتحت ہے ملک کی رعایا حکومت اور صدر مملکت اور وزرائے سلطنت کی مخلوق نہیں اور اپنی ذاتی قدرت اور اختیار میں حکومت کے محتاج نہیں۔ مگر بایں ہمہ ملک کی رعایا قانون حکومت کے ماتحت تصرف کرسکتی ہے اس کے خلاف تصرف نہیں کرسکتی۔ پس جب کہ مجازی اور قانون حکومت میں رعایا کا تصرف قانون حکومت کے ماتحت ہونا تہذیب اور تمدن کے خلاف نہیں۔ تو خدا کی مخلوق کے تصرف کو خدا کے نازل کردہ قانون شریعت کے ماتحت قرار دینا کیسے خلاف تمدن ہوسکتا ہے آج کل کے سرمایہ داروں کی طرح قوم شعیب علیہ السلام بھی یہی کہتی تھی کہ کیا آپ کی نماز یعنی دین داری ہم کو یہ حکم دیتی ہے کہ ناپ تول میں کمی کرنا چھوڑ دیں اور اپنے مالوں میں حسب منشاء تصرف کرنا چھوڑ دیں۔ ان مغرورین و متکبرین کو جواب یہ ہے کہ ہاں نماز ایسی ہی باتوں کا حکم دیتی ہے۔ اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ تحقیق نماز بے حیائی اور بری باتوں سے روکتی ہے۔ اس لئے شعیب علیہ السلام کی نماز ان کو آمادہ کرتی تھی کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کریں"۔

(معارف القرآن جلد ششم)

دعا کیجئے

یا اللہ! قرآنی واقعات سے ہم کو عبرت و نصیحت حاصل کرنے کی سعادت نصیب فرما۔ اور اس بگڑی ہوئی قوم اور ملک کے افراد کی اصلاح کی صورت غیب سے ظاہر فرما اور قرآنی احکام کا نفاذ اس ملک کو نصیب فرما۔

یا اللہ! ہم کو اپنا فرمانبردار اور غلام اور بندہ بن کر جینا اور مرنا نصیب فرما اور ہر طرح کی سرکشی و نافرمانی سے ہماری حفاظت فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالُوْا يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ

وہ لوگ کہنے لگے کہ اے شعیب بہت سی باتیں تمہاری کہی ہوئی ہماری سمجھ میں نہیں آتیں اور ہم تم کو اپنے میں کمزور دیکھ رہے ہیں اور اگر تمہارے خاندان کا پاس نہ ہوتا

لَرَجَمْنٰكَ ۡ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ۭ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ

تو ہم تو تم کو سنگسار کر چکے ہوتے اور ہماری نظر میں تمہاری تو کچھ توقیر ہی نہیں۔ شعیبؑ نے فرمایا اے میری قوم! کیا میرا خاندان تمہارے نزدیک اللہ سے بھی زیادہ باتوقیر ہے۔ اور اسکو تم نے پس پشت

ظِهْرِيًّا ۭ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿٩٢﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۭ سَوْفَ

ڈال دیا یقیناً میرا رب تمہارے سب اعمال کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔ اور اے میری قوم تم اپنی حالت پر عمل کرتے رہو میں بھی (اپنے طور پر) عمل کر رہا ہوں۔ اب جلدی تم کو

تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ۭ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿٩٣﴾ وَلَمَّا

معلوم ہوا جاتا ہے کہ وہ کون شخص ہے جس پر ایسا عذاب آیا چاہتا ہے جو اس کو رسوا کردے گا۔ اور وہ کون شخص ہے جو جھوٹا تھا۔ اور تم بھی منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ منتظر ہوں۔

جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ

اور جب ہمارا حکم آپہنچا ہم نے شعیبؑ کو اور جو ان کی ہمراہی میں اہل ایمان تھے اُن کو اپنی عنایت سے بچالیا اور اُن ظالموں کو ایک سخت آواز نے آ پکڑا سو اپنے

فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿٩٤﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۭ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿٩٥﴾ ع

گھروں کے اندر اوندھے گرے رہ گئے۔ جیسے کبھی ان گھروں میں بسے ہی نہ تھے خوب سن لو مدین کو رحمت سے دوری ہوئی جیسا ثمود رحمت سے دور ہوئے تھے

قَالُوْا انہوں نے کہا	يٰشُعَيْبُ اے شعیبؑ	مَا نَفْقَهُ ہم نہیں سمجھتے	كَثِيْرًا بہت	مِمَّا تَقُوْلُ ان سے جو تو کہتا ہے	وَاِنَّا اور بیشک ہم			
لَنَرٰىكَ تجھے دیکھتے ہیں	فِيْنَا اپنے درمیان	ضَعِيْفًا ضعیف	وَلَوْ اور اگر	لَا رَهْطُكَ تیرا کنبہ نہ ہوتا	لَرَجَمْنٰكَ تجھ پر پتھراؤ کرتے	وَمَا اور نہیں		
اَنْتَ تو	عَلَيْنَا ہم پر	بِعَزِيْزٍ غالب	قَالَ اس نے کہا	يٰقَوْمِ اے میری قوم	اَرَهْطِيْٓ کیا میرا کنبہ	اَعَزُّ زیادہ زوروالا	عَلَيْكُمْ تم پر	مِنَ سے
اللّٰهِ اللہ	وَاتَّخَذْتُمُوْهُ اور تم نے اسے لیا	وَرَآءَكُمْ اپنے سے پرے	ظِهْرِيًّا پیٹھ پیچھے	اِنَّ بیشک	رَبِّيْ میرا رب	بِمَا تَعْمَلُوْنَ اسے جو تم کرتے رہو		
مُحِيْطٌ احاطہ کئے ہوئے	وَيٰقَوْمِ اے میری قوم	اعْمَلُوْا تم کام کرتے ہو	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ	اِنِّيْ بیشک میں	عَامِلٌ کام کرتا ہوں		
سَوْفَ جلد	تَعْلَمُوْنَ تم جان لوگے	مَنْ کون	يَّاْتِيْهِ اس پر آتا ہے	عَذَابٌ عذاب	يُّخْزِيْهِ اس کو رسوا کردے گا	وَمَنْ اور کون؟		
هُوَ وہ	كَاذِبٌ جھوٹا	وَارْتَقِبُوْا اور تم انتظار کرو	اِنِّيْ میں بیشک	مَعَكُمْ تمہارے ساتھ	رَقِيْبٌ انتظار	وَلَمَّا اور جب	جَآءَ آیا	اَمْرُنَا ہمارا حکم
نَجَّيْنَا ہم نے بچالیا	شُعَيْبًا شعیبؑ	وَالَّذِيْنَ اور جو لوگ	اٰمَنُوْا ایمان لائے	مَعَهٗ اس کے ساتھ	بِرَحْمَةٍ رحمت سے	مِّنَّا اپنی سے	وَ اور	اَخَذَتِ آلیا
الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	الصَّيْحَةُ کڑک	فَاَصْبَحُوْا سو صبح کی انہوں نے	فِيْ دِيَارِهِمْ اپنے گھروں میں	جٰثِمِيْنَ اوندھے پڑے ہوئے			
كَاَنْ گویا	لَّمْ يَغْنَوْا وہ نہیں بسے	فِيْهَا اس میں	اَلَا یاد رکھو	بُعْدًا دوری ہے	لِّمَدْيَنَ مدین کیلئے	كَمَا بَعِدَتْ جیسے دور ہوئے	ثَمُوْدُ ثمود	

قوم کا حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت پر اعتراض

اب قوم اس پر کیا جاہلانہ جواب دیتی ہے اور پھر حضرت شعیب علیہ السلام ان کو آخری فیصلہ کی بات کیا سناتے ہیں اور بالآخر اہل مدین اپنی تکذیب اور سرکشی پر اصرار کی وجہ سے عذاب الٰہی کی گرفت میں آ کر ہلاک کیے جاتے ہیں۔ یہ ان آیات میں بیان فرمایا گیا ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کی تقریر پر جو گذشتہ درس میں ذکر ہوئی قوم نے کہا اے شعیب علیہ السلام تمہاری بہت سی باتیں ہماری سمجھ میں تو آتی نہیں۔ اب ان کے اس جاہلانہ جواب پر غور کیجئے۔ یہ سمجھ میں نہ آنا کچھ اس بناء پر نہ تھا کہ حضرت شعیب کسی غیر زبان میں کلام کرتے تھے یا آپ کی باتیں بہت گہری اور پیچیدہ ہوتی تھیں۔ باتیں تو سب صاف اور سیدھی ہی تھیں اور اسی زبان میں کی جاتی تھیں جو یہ لوگ بولتے تھے۔ لیکن عناد، حق پوشی، تعصب اور خواہش نفس کی بندگی نے اندھا اور بہرا بنا رکھا تھا۔ سمجھتے سب کچھ تھے لیکن کہتے کہ تمہاری بات ہم کچھ نہیں سمجھتے۔ نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑ ہانکتے ہو (العیاذ باللہ) دوسرے انہوں نے یہ کہا کہ تم ہم میں سب سے کمزور اور غریب ہو۔ یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ ساری قوم کو دشمن بنا رہا ہے۔ جاہلی قومیں دباؤ صرف قوت کا مانتی تھیں۔ چنانچہ اب سلسلہ بحث اور استدلال کو چھوڑ کر قوم شعیبؑ صاف صاف کہہ رہی ہے کہ تم ہم پر کچھ غالب و حاکم تو ہو نہیں۔ قوت تو ہمیں کو حاصل ہے۔ ہم تو صرف تمہارے کنبہ اور قبیلہ کا لحاظ کر رہے ہیں۔ جو ہمارے ہم مذہب ہیں ورنہ ہم تو اب تک تم پر سزائے سنگساری جاری کر چکے ہوتے (العیاذ باللہ)

حضرت شعیبؑ کا جواب اور عذاب کی پیشینگوئی

حضرت شعیب علیہ السلام نے قوم کی ان دھمکیوں کے جواب میں کہا کہ افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو۔ اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا پیغمبر ہوں اور صاف اور صریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں۔ گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے۔

خدا کی عظمت و جلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں اس کا تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر (معاذ اللہ) پس پشت ڈال دے اسے یاد رکھنا چاہئے کہ اس کے تمام اعمال و افعال خدا تعالیٰ کے علم و قدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی عمل کرو اور کسی حالت میں ہو ایک آن کے لئے بھی اس کے قابو سے باہر نہیں۔ جب حضرت شعیب علیہ السلام کو یقین ہو گیا کہ یہ قوم اپنی بداعمالیوں پر قائم رہے گی اور آباء و اجداد کے مسلک سے نہ ہٹے گی تو اظہار برأت اور تنبیہ وعید کے طور پر فرمایا لو اچھا جب تم نہیں مانتے تو اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو۔ میں خدا کی توفیق سے راہ ہدایت پر ثابت قدم ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب رسوا کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

عذاب الٰہی کی آمد اور سرکشوں کی ہلاکت

آخر پھر وہی ہوا جو قانون الٰہی کا ابدی اور سرمدی فیصلہ ہے یعنی بحث اور برہان کی روشنی آنے کے بعد بھی جب باطل پر اصرار ہو اور صداقت کا مذاق اڑایا جائے اور اس کی مخالفت و انکار پر اصرار ہو تو پھر خدا کا عذاب اس مجرمانہ زندگی کا خاتمہ کر دیتا اور آنے والی قوموں کے لئے اس کو عبرت کا نشان بنا دیا کرتا ہے۔ چنانچہ قرآن عزیز بتلاتا ہے کہ نافرمانی اور سرکشی کی پاداش میں اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کو تین قسم کے عذاب نے آ

گھیرا۔ یہاں تو اہل مدین یعنی قوم شعیب علیہ السلام کا کڑک یعنی فرشتہ کی چیخ سے ہلاک ہونا مذکور ہے۔ سورۂ اعراف میں رجفہ کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور سورۂ شعراء میں عذاب یوم الظلۃ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح ان پر محیط ہوگئے۔ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیئے گئے تھے۔ نتیجہ یہ نکلا کہ صبح کو دیکھنے والوں نے دیکھا کہ کل کے سرکش اور مغرور آج اپنے گھروں میں اوندھے مرے پڑے ہیں گویا وہاں کبھی بسے ہی نہ تھے۔ یہ حال تو منکرین کا ہوا لیکن حضرت شعیب علیہ السلام اور آپ کے متبعین مومنین کو جو آپ پر ایمان لے آئے تھے اللہ تعالیٰ نے اپنی رحمت سے اس ہلاکت وعذاب سے بچالیا۔

برحمۃ منا (یعنی اپنی رحمت خاص سے) فرما کر پھر ایک بار اس حقیقت کی وضاحت کردی گئی کہ نجات جس کسی کو بھی ملتی ہے مومنین بلکہ پیغمبر تک کو بھی فضل خداوندی ہی سے ملتی ہے الغرض قوم مدین کا بھی وہی انجام ہوا جو ان سے قبل قوم ثمود کا ہو چکا تھا۔

ادھورا نظریہ اور اس کا نقصان

حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم کے ان واقعات و حالات سے متعلق علماء نے لکھا ہے کہ ہم قرآن کریم کی تعلیمات سے غافل ہونے کی وجہ سے یہ سمجھ بیٹھے کہ اسلامی زندگی کے ارکان میں صرف ''عبادات'' ہی اہم رکن ہیں اور ''معاملات'' و ''معاشرت'' کو اسلام میں کوئی خاص اہمیت حاصل نہیں ہے۔ اسی غلط فہمی کی وجہ ہے کہ موجودہ دور میں فساق امت کا تو ذکر ہی کیا اکثر دیندار اور پرہیزگار بھی حقوق العباد اور معاملات میں بے پروانظر آتے ہیں۔

الا ماشآء اللہ مگر حقوق العباد کی حفاظت اور معاملات میں دیانت و امانت اور معاشرتی و رستکاری کی اہمیت اس سے ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک جلیل القدر پیغمبر حضرت شعیب علیہ السلام کی بعثت کا مقصد اسی کو قرار دیا۔ اور لین دین، ناپ تول، خرید و فروخت جیسے امور کی اصلاح حال کے لئے رسول بنا کر بھیجا۔ خرید و فروخت میں دوسرے کے حق کو پورنہ دینا انسانی زندگی میں ایسا روگ لگا دیتا ہے کہ یہ بداخلاقی بڑھتے بڑھتے تمام حقوق العباد کے بارہ میں حق تلفی کی خصلت پیدا کر دیتی ہے اور اس طرح انسان شرافت اور باہمی ہمدردی اخوت ومودت کے رشتہ کو منقطع کر کے لالچ، حرص، خود غرضی اور خست ودنائت جیسے رذائل کا حامل بنا دیا کرتی ہے۔ جس کا تجربہ اس وقت کھلی آنکھوں آپ اپنے ملک اور قوم میں کر رہے ہیں۔

انا للہ و انا الیہ راجعون

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ ملک جو اسلام کے نام پر قائم ہوا تھا۔ یہاں اسلام کو سرسبز وشاداب فرما۔ اسلامی تعلیمات وہدایات کو عام فرما۔ ہر چھوٹے بڑے، حاکم محکوم، مرد عورت، بچہ بوڑھے سب کو اسلام کا شیدائی بن کر زندہ رہنے کی توفیق عطا فرما۔ اور اپنی اور اپنے پاک رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ

اور ہم نے موسیٰ کو اپنے معجزات اور دلیل روشن دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس بھیجا سو وہ لوگ فرعون کی رائے

فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ۭ

پر چلتے رہے۔ اور فرعون کی رائے کچھ صحیح نہ تھی۔ وہ قیامت کے دن اپنی قوم کے آگے آگے ہوگا پھر ان کو دوزخ میں جا اُتارے گا۔

وَبِئْسَ الْوِرْدُ الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۭ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾

اور وہ بہت ہی بری جگہ ہے اُترنے کی جس میں یہ لوگ اُتارے جائیں گے۔ اور اس دنیا میں بھی لعنت اُن کے ساتھ ساتھ رہی اور قیامت کے دن بھی برا انعام ہے جو ان کو دیا گیا۔

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَاۗىِٕمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ

بیان (غارت شدہ) بستیوں کے بعض حالات تھے جن کو ہم آپ سے بیان کرتے ہیں (سو) بعض بستیاں تو اُن میں (اب بھی) ہیں اور بعض کا بالکل خاتمہ ہوگیا اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا لیکن انہوں نے

ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ

خود ہی اپنے اوپر ظلم کیا سو اُن کے وہ معبود جن کو وہ خدا کو چھوڑ کر پوجتے تھے ان کو کچھ فائدہ نہ پہنچا سکے جب آپ کے

شَيْءٍ لَّمَّا جَاۗءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۭ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ﴿۱۰۱﴾ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى

رب کا حکم آ پہنچا اور اُلٹا ان کو نقصان پہنچایا۔ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی ہے جب وہ کسی بستی پر پکڑ کرتا ہے

وَهِيَ ظَالِمَةٌ ۭ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ﴿۱۰۲﴾ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ الْاٰخِرَةِ ۭ

جبکہ وہ ظلم کیا کرتے ہوں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی ایذاء رساں (اور سخت) ہے اور واقعات میں اس شخص کے لئے بڑی عبرت ہے جو آخرت کے عذاب سے

ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ﴿۱۰۴﴾

ڈرتا ہو وہ ایسا دن ہوگا کہ اس میں تمام آدمی جمع کئے جاویں گے اور وہ سب کی حاضری کا دن ہے۔ اور ہم اس کو صرف تھوڑی مدت کے لئے ملتوی کئے ہوئے ہیں

وَ اور	لَقَدْ اَرْسَلْنَا ہم نے بھیجا	مُوْسٰى موسیٰ	بِاٰيٰتِنَا اپنی نشانیوں کیساتھ	وَ اور	سُلْطٰنٍ دلیل	مُّبِيْنٍ روشن	اِلٰى فِرْعَوْنَ فرعون کی طرف
وَمَلَا۟ئِهٖ اور اسکے سردار	فَاتَّبَعُوْٓا تو انہوں نے پیروی کی	اَمْرَ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم	وَمَا اور نہ	اَمْرُ فِرْعَوْنَ فرعون کا حکم	بِرَشِيْدٍ درست		
يَقْدُمُ آگے ہوگا	قَوْمَهٗ اپنی قوم	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	فَاَوْرَدَهُمُ تو لا اتارے گا انہیں	النَّارَ دوزخ	وَبِئْسَ اور برا	الْوِرْدُ گھاٹ	
الْمَوْرُوْدُ اُترنے کا مقام	وَاُتْبِعُوْا اور انکے پیچھے لگادی گئی	فِيْ هٰذِهٖ اس میں	لَعْنَةً لعنت	وَ اور	يَوْمَ الْقِيٰمَةِ قیامت کے دن	بِئْسَ برا	
الرِّفْدُ انعام	الْمَرْفُوْدُ انہیں انعام دیا گیا	ذٰلِكَ یہ	مِنْ سے	اَنْۢبَاۗءِ الْقُرٰى بستیوں کی خبریں	نَقُصُّهٗ ہم یہ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	
مِنْهَا ان سے	قَاۗىِٕمٌ قائم	حَصِيْدٌ کٹ چکیں	وَ اور	مَا ظَلَمْنٰهُمْ ہم نے ظلم نہیں کیا ان پر	وَلٰكِنْ اور لیکن	ظَلَمُوْٓا انہوں نے ظلم کیا	

اَنۡفُسَهُمۡ اپنی جانوں پر	فَمَآ اَغۡنَتۡ سو نہ کام آئے	عَنۡهُمۡ ان سے	اٰلِهَتُهُمُ ان کے معبود	الَّتِیۡ وہ جو	یَدۡعُوۡنَ وہ پکارتے تھے			
مِنۡ دُوۡنِ سوائے	اللّٰهِ اللہ	مِنۡ شَیۡءٍ کچھ بھی	لَمَّا جب	جَآءَ آیا	اَمۡرُ رَبِّكَ تیرے رب کا حکم	وَ اور	مَا زَادُوۡهُمۡ نہ بڑھایا انہیں	
غَیۡرَ تَتۡبِیۡبٍ سوائے ہلاکت	وَ اور	كَذٰلِكَ ایسی ہی	اَخۡذُ پکڑ	رَبِّكَ تیرا رب	اِذَآ اَخَذَ جب اس نے پکڑا	الۡقُرٰی بستیاں	وَهِیَ اور وہ	
ظَالِمَةٌ ظلم کرتے ہوں	اِنَّ بیشک	اَخۡذَهٗۤ اسکی پکڑ	اَلِیۡمٌ شَدِیۡدٌ دردناک سخت	اِنَّ بیشک	فِیۡ ذٰلِكَ اس میں	لَاٰیَةً البتہ نشانی		
لِّمَنۡ خَافَ اس کیلئے جو ڈرا	عَذَابَ الۡاٰخِرَةِ آخرت کا عذاب	ذٰلِكَ یہ	یَوۡمٌ ایک دن	مَّجۡمُوۡعٌ جمع ہوں گے	لَّهُ اس میں	النَّاسُ سب لوگ		
وَذٰلِكَ اور یہ	یَوۡمٌ ایک دن	مَّشۡهُوۡدٌ پیش ہونے کا	وَ اور	مَا نُؤَخِّرُهٗۤ ہم نہیں ہٹاتے پیچھے	اِلَّا مگر	لِاَجَلٍ ایک مدت کیلئے	مَّعۡدُوۡدٍ گنی ہوئی	

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا تذکرہ

اس سے قبل حضرت نوحؑ، حضرت ہودؑ، حضرت صالحؑ، حضرت ابراہیمؑ، حضرت لوطؑ اور حضرت شعیب علیہم السلام کے قصے بیان ہوئے۔ چونکہ ان میں سے ہر نبی کو مخصوص معجزہ عطا کیا گیا تھا۔ اس لئے معاندین کو خیال ہو سکتا تھا کہ یہ کیا ضرور ہے کہ ہر شخص کا دماغ صرف ایک مخصوص معجزہ دیکھ کر پیغمبر کی صداقت کا یقین کرلے۔ خدا نے اتمام حجت کیوں نہ کیا اور کیوں ہر ایک پیغمبر کو متواتر بکثرت معجزات عطا فرمائے۔ جس سے کہ کم فہم طبقہ کو بھی ہدایت ہو سکتی اس شبہ کے ازالہ کے لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام اور فرعون کا ذکر فرمایا جو ان آیات میں بیان فرمایا گیا جس کا حاصل ارشاد یہ ہے کہ فقط یہی نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے نوحؑ، ہودؑ، صالح وغیرہم علیہم السلام کو ایک ایک مخصوص معجزہ دے کر اقوام کی ہدایت کے لئے بھیجا بلکہ ایسا بھی ہوا کہ ایک پیغمبر کو متعدد معجزات بکثرت دلائل نبوت اور براہین توحید عطا فرما کر مبعوث کیا مگر سرکش باغیوں نے پھر بھی نہ مانا۔ دیکھو موسیٰ علیہ السلام کو مختلف نشانیاں، متعدد معجزات اور دلائل اور براہین نبوت دے کر اللہ تعالیٰ نے مبعوث کیا تا کہ وہ فرعون اور اس کے گروہ کو ہدایت کریں مگر روشن دلائل اور کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی۔ اسی دشمن خدا فرعون کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اس کی یعنی فرعون کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کرسکتا اور جس طرح فرعون یہاں کفر و تکذیب میں ان کا پیشوا تھا۔ قیامت کے دن بھی فرعونیوں کا امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اس کی اندھی تقلید کر رہے تھے وہ اس کے پیچھے پیچھے آخری منزل جہنم تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔ اور رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے۔ پھر قیامت میں اللہ کے فرشتہ اور میدان حشر میں کھڑی ہونے والی مخلوق کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار ان کے ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو ان کے کارناموں پر دیا گیا کہ اکثر دنیا اور آخرت دونوں میں لعنت ان کے گلے کا ہار بنادی گئی۔

مذکورہ تمام واقعات کا خلاصہ و نچوڑ

آگے تمام گذشتہ پیغمبروں اور ان کی امتوں کے قصوں کا نچوڑ ظاہر فرمایا جا رہا ہے۔ اور بتلایا گیا کہ پچھلی قوموں کے قصے جو بیان کئے گئے کہ کس طرح انہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں پھر کس طرح تباہ ہوئے ان میں سے بعض بستیاں تو صفحہ زمین پر اپنا نام و نشان رکھتی ہیں اور بعض اجڑ گئیں اور ان کے کچھ کھنڈر باقی ہیں اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔ جیسے قوم لوط کی بستیاں کہ وہ سرے سے ملیامیٹ ہوگئیں یا جیسے مصر کہ جو فرعون کا مقام تھا کہ فرعونی ڈبو دیئے گئے باقی وہ علاقہ اور زمین بدستور قائم ہیں یا جیسے قوم ثمود کے کھنڈرات کہ غزوۂ تبوک میں مدینہ منورہ سے جاتے ہوئے راستہ میں قوم ثمود کا کنواں اور اونٹنی کی آمدورفت کا راستہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرام کو دکھایا تھا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ خدا نے بے قصور کسی کو نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم

ہو سکے۔ جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اسی طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا پھر دیکھ لو جن باطل معبودوں اور دیوتاؤں کا انہیں بڑا اسہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں۔ وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت بھی کچھ کام نہ آسکے اور وہ باطل معبود کام تو کیا آتے؟ الٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب انہیں نفع نقصان کا مالک سمجھا امدیں قائم کیں۔ چڑھاوے چڑھائے۔ تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ پھر بھی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے جب کسی طرح باز نہیں آتے تب پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ اس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے یا تکلیف و سزا کم ہو تو ناممکن ہے۔ اور یہ دنیا جو ''دارعمل'' ہے جب اس میں شرک و کفر اور تکذیب انبیاء اور عصیان و نافرمانی پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص ''دارالجزاء'' ہے کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی اور کیا صورت چھٹکارے کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لئے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے آگے بتلایا جاتا ہے کہ تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اسی دن ہوگا جب سارے اولین و آخرین اکٹھے کئے جائیں گے۔ اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا۔ گویا خدا کی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔ اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائے گی تب وہ دن آئے گا اور تاخیر سے یہ گمان کوئی نہ کرے کہ یہ محض فرضی اور وہمی بات ہے۔

یہاں ساتواں قصہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اختصار کے ساتھ ذکر فرمایا اور یہ قصہ اس سورۃ کا آخری قصہ ہے جس سے یہ معلوم ہوا کہ خدا اور رسول کے مقابلہ میں حکومت و سلطنت و مال و دولت اور دنیوی قوت و شوکت کچھ کام نہیں آتی۔ عزت حق کے اتباع میں ہے اور باطل کے اتباع میں دین و دنیا دونوں کی تباہی و بربادی ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ ہم کو تازیست حق پر قائم رکھیں اور حق کے اتباع کی برکت سے دین و دنیا دونوں جہان میں عزت عطا فرمائیں۔

اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے

ان قصص سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی گرفت سخت ہے۔ حضرت ابوموسیٰ اشعریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ خدا تعالیٰ ظالم کو مہلت اور ڈھیل دیتا رہتا ہے پھر جب اس کی گرفت کر لیتا ہے تو پھر اس کو رہائی نہیں دیتا۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے مذکورہ ارشاد کے بعد یہ آیت تلاوت فرمائی۔ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ اَخَذَ الْقُرٰى وَهِىَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗۤ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ اور آپ کے رب کی پکڑ ایسی ہی سخت ہے جب وہ کسی بستی والوں پر دار و گیر کرتا ہے جب کہ وہ ظلم کیا کرتے ہیں۔ بلاشبہ اس کی پکڑ بڑی الم رساں اور سخت ہے۔

جس پر ہلاکت آئی اس کی اپنی بداعمالی سے آئی

پھر ان آیات میں اس بات کی بھی صراحت ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی پر عذاب نازل کر کے جو تباہ فرماتے ہیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر کوئی ظلم نہیں کیا کہ ان کو بلاقصور ہلاک کر دیا ہو۔ بلکہ اول ان کو نصیحت کی گئی۔ اور نافرمانی کے بعد بھی فوراً ان کو نہیں پکڑا بلکہ ان کو مہلت دی جب ان لوگوں نے خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کیا اور اللہ کے پیغمبروں کے مقابلہ پر اتر آئے اور کسی طرح اپنے ظلم و عناد سے باز نہ آئے تب اللہ نے ان کو ہلاک فرمایا۔ تو انسان کی بدحالی خود اس کی تباہی کا سبب ہوتی ہے۔

دعا کیجئے: یا اللہ! قیامت میں جب میدان حشر میں آپ سب کو جمع فرمائیں تو ہمارا حشر اپنے محبوبین و مقبولین کے ساتھ فرمایئے۔ یا اللہ! آج اس دنیا میں ہم کو یوم آخرت کی تیاری کا اور اس روز کے لئے توشہ جمع کرنے کا دھیان عطا فرما دے۔ اور یوم آخرت میں ہمارا حساب کتاب آسان فرما دے اور اپنی مغفرت و رحمت کاملہ سے دین و دنیا دونوں جہان میں ہمیں سرفراز فرما دے۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

يَوْمَ يَأْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ إِلَّا بِإِذْنِهِ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَسَعِيدٌ ۝١٠٥ فَأَمَّا الَّذِينَ شَقُوا فَفِي

جس وقت وہ دن آئے گا کوئی شخص بدوں خدا کی اجازت کے بات نہ کر سکے گا پھر اُن میں بعض تو شقی ہوں گے اور بعض سعید ہوں گے سو جو لوگ شقی ہیں وہ تو دوزخ میں

النَّارِ لَهُمْ فِيهَا زَفِيرٌ وَشَهِيقٌ ۝١٠٦ خَالِدِينَ فِيهَا مَا دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ

ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں اُن کی چیخ و پکار پڑی رہے گی۔ اور ہمیشہ ہمیش کو اس میں رہیں گے جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو

رَبُّكَ ۚ إِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِمَا يُرِيدُ ۝١٠٧ وَأَمَّا الَّذِينَ سُعِدُوا فَفِي الْجَنَّةِ خَالِدِينَ فِيهَا مَا

تو دوسری بات ہے آپ کا رب جو کچھ چاہے اسکو پورا کر سکتا ہے۔ اور رہ گئے وہ لوگ جو سعید ہیں سو وہ جنت میں ہوں گے اور وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ کیلئے رہیں گے

دَامَتِ السَّمَاوَاتُ وَالْأَرْضُ إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ ۖ عَطَاءً غَيْرَ مَجْذُوذٍ ۝١٠٨ فَلَا تَكُ فِي مِرْيَةٍ

جب تک آسمان اور زمین قائم ہیں ہاں اگر خدا ہی کو (نکالنا) منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ وہ غیر منقطع عطیہ ہوگا۔ سو جس چیز کی یہ پرستش کرتے ہیں

مِمَّا يَعْبُدُ هَٰؤُلَاءِ ۚ مَا يَعْبُدُونَ إِلَّا كَمَا يَعْبُدُ آبَاؤُهُمْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَإِنَّا لَمُوَفُّوهُمْ

اس کے بارہ میں ذرا شبہ نہ کرنا۔ یہ لوگ بھی اسی طرح عبادت کر رہے ہیں جس طرح اُنکے قبل انکے باپ دادا عبادات کرتے تھے۔ اور ہم یقیناً اُن کا حصہ

نَصِيبَهُمْ غَيْرَ مَنْقُوصٍ ۝١٠٩

اُن کو (بروز قیامت) پورا پورا بے کم و کاست پہنچا دیں گے

يَوْمَ جس دن	يَأْتِ وہ آئے گا	لَا تَكَلَّمُ نہ بات کرے گا	نَفْسٌ کوئی شخص	إِلَّا مگر	بِإِذْنِهِ اس کی اجازت سے	فَمِنْهُمْ سو ان میں سے	
شَقِيٌّ کوئی بدبخت	وَسَعِيدٌ اور کوئی خوش بخت	فَأَمَّا پس	الَّذِينَ جو لوگ	شَقُوا بدبخت	فَفِي سو میں	النَّارِ دوزخ	لَهُمْ ان کیلئے
فِيهَا اس میں	زَفِيرٌ چیخنا	وَشَهِيقٌ اور دھاڑنا	خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں	السَّمَاوَاتُ آسمان	
وَالْأَرْضُ اور زمین	إِلَّا مگر	مَا شَاءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	إِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	فَعَّالٌ کر گزرنے والا	لِمَا يُرِيدُ جو وہ چاہے
وَأَمَّا اور جو	الَّذِينَ وہ لوگ جو	سُعِدُوا خوش بخت ہوئے	فَفِي الْجَنَّةِ سو جنت میں	خَالِدِينَ ہمیشہ رہیں گے	فِيهَا اس میں	مَا دَامَتِ جب تک ہیں	
السَّمَاوَاتُ آسمان	وَالْأَرْضُ اور زمین	إِلَّا مگر	مَا شَاءَ جتنا چاہے	رَبُّكَ تیرا رب	عَطَاءً عطا	غَيْرَ مَجْذُوذٍ ختم نہ ہونے والی	
فَلَا تَكُ پس تو نہ رہ	فِي مِرْيَةٍ شک و شبہ میں	مِمَّا اس سے جو	يَعْبُدُ پوجتے ہیں	هَٰؤُلَاءِ یہ لوگ	مَا يَعْبُدُونَ وہ نہیں پوجتے	إِلَّا مگر	
كَمَا جیسے	يَعْبُدُ پوجتے تھے	آبَاؤُهُمْ ان کے باپ دادا	مِنْ قَبْلُ اس سے قبل	وَإِنَّا اور بیشک ہم	لَمُوَفُّوهُمْ انہیں پورا پھیر دیں گے		
نَصِيبَهُمْ انکا حصہ	غَيْرَ مَنْقُوصٍ گھٹائے بغیر						

قیامت کے دن کی ہیبت و وحشت

گذشتہ آیت میں روز قیامت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یوم آخرت ہی کے متعلق مزید بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن

بغیر اذن الٰہی کے کوئی کسی سے کچھ بات نہ کر سکے گا۔ اور بغیر اجازت خداوندی کسی کو بولنے کی اجازت نہ ہوگی۔ یعنی واقعات قیامت کی ہولناکی اور جلال الٰہی کے ظہور کے سبب کوئی بات نہ کر سکے گا۔ زبان سے کوئی لفظ نہ نکلے گا۔ ہاں جس کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اجازت یا حکم ہوگا وہی بول سکے گا۔ پھر بتلایا جاتا ہے کہ قیامت کے دن تمام جمع شدہ نفوس میں سے دو گروہ ہوں گے۔ ایک گروہ بدبخت شقی لوگوں کا ہوگا۔ دوسرا گروہ خوش نصیب اور سعید لوگوں کا ہوگا۔ پہلا گروہ مبتلائے عذاب ہوگا۔ دوسرا گروہ نجات یافتہ۔

قیامت کے دن تمام انسانوں کی باعتبار اعمال کے تقسیم

یہاں ان آیات میں حق تعالیٰ جل شانہٗ نے اہل محشر کی دو قسمیں ذکر فرمائیں ایک سعداء دوسرے اشقیا مگر ایک تیسری قسم اور بھی ہے جیسا کہ علمائے محققین نے لکھا ہے جن کے ذکر سے حق تعالیٰ نے سکوت فرمایا وہ وہ لوگ ہیں جن کی حسنات وسیئات برابر ہوں گی یا وہ لوگ ہیں کہ جن کے پاس نہ حسنات ہوں گی نہ سیئات جیسے دیوانے' نابالغ لڑکے اور چھوٹے بچے سو یہ تیسری قسم اللہ کے زیر مشیت ہے۔ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ جو چاہیں گے ان کے درمیان حکم اور فیصلہ فرمادیں گے چونکہ اس قسم کا حکم زیر مشیت خداوندی مستور ہے اس لئے آیت میں اس تیسری قسم کا ذکر نہیں فرمایا۔ باقی دو قسم کے ذکر کرنے سے تیسری قسم کی نفی لازم نہیں آتی۔ دو قسموں کا حکم بتلا دیا۔ تیسری قسم کا حکم مخفی رکھا۔

(معارف القرآن از حضرت کاندھلویؒ)

گنہگار مسلمانوں کا کیا کیا ہوگا؟

اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق گنہگار مسلمان باعتبار ایمان اور اسلام کے سعید ہے مگر معاصی اور گناہوں کی وجہ سے اس میں شقاوت کی آمیزش آگئی۔ جس کی تلافی اور تدارک اگر اس نے سچی توبہ واستغفار سے دنیا میں نہ کی تو اس قسم کے لوگ اہل سنت والجماعت کے عقیدہ کے موافق تطہیر کے لئے حکم خداوندی سے دوزخ میں داخل کئے گئے تو اگر رائی کے دانے کے برابر بھی ایمان کسی کے دل میں ہوگا تو کسی وقت اس کو دوزخ سے رہائی ضرور ہو جائے گی۔ خدا تعالیٰ کی رحمت سے یا کسی کی شفاعت سے۔

بدبخت وخوش بخت لوگ

آگے شقی وسعید گروہ کی کیفیت بیان کی گئی ہے اور ان میں فرق بتلایا گیا۔ شقی یعنی کافر وہ تو دوزخ میں ایسے حال میں ہوں گے کہ اس میں ان کی چیخ وپکار پڑی رہے گی اور شدت کرب وغم اور شدت رنج والم سے اشقیا کی یہ حالت ہوگی کہ گدھوں کی طرح چیختے اور چنگھاڑتے ہوں گے اور دوزخ میں ہمیشہ ہمیشہ اس حال میں رہیں گے۔ کوئی نکلنے کی سبیل نہ ہوگی ہاں اگر خدا تعالیٰ ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے۔ کیونکہ حق تعالیٰ کو پوری قدرت اور اختیار ہے مگر باوجود قدرت کے یہ یقینی ہے کہ اللہ تعالیٰ یہ بات نہ چاہیں گے۔ اس لئے کفار کو نکلنا بھی نصیب نہ ہوگا۔ تمام اہل سنت والجماعت کا یہی عقیدہ ہے کہ کافروں کو جہنم میں رہنا ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہے۔ نہ کبھی وہاں سے نکالے جائیں گے نہ کبھی ان کو وہاں موت وفنا ہے۔ اور جو لوگ سعید ہیں وہ جنت میں ہوں گے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں رہیں گے گو بعض نے جنت میں جانے کے قبل کچھ سزا گناہوں کی بھگتی ہو۔ وہ بھی جنت سے کبھی نہ نکلیں گے ہاں اگر خدا ہی کو نکالنا منظور ہو تو دوسری بات ہے اس کے قبضۂ قدرت میں ہر چیز ہے اور اس کو ہر طرح کا اختیار ہے مگر اہل جنت کو یہ بتلا دیا گیا کہ جنتیوں کا جنت میں رہنا عطاء خداوندی ہے جو کبھی منقطع نہ ہوگی اور عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ فرما کر بشارت دے دی کہ جنت میں داخل ہونے کے بعد وہاں سے خروج نہیں۔

کافروں کی دنیاوی خوشحالی سے دھوکہ نہ کھاؤ

اب جب کفر کا وبال اوپر کی آیتوں سے معلوم ہو چکا تو اب سمجھایا جاتا ہے کہ مسلمانوں کو کفار کی دنیا میں خوشحالی اور مالداری دیکھ کر دھوکہ نہ کھانا چاہئے اور اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑلینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے۔ یہ لوگ بت پرستی اور گمراہی میں اپنے باپ داداؤں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں اور یہ گمراہی ان کو باپ دادا سے بطور میراث ملی ہے۔ وہ جھوٹے معبود ان کے کیا کام آئے۔ جو ان کے کام آ جائیں گے۔ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا جس میں کوئی کمی نہ ہوگی۔ بلاکم وکاست ان کے جرم کے مطابق ان کو عذاب ملے گا۔

خوش بختی و بدبختی کی علامات

اب یہاں سعادت و شقاوت اور سعید و شقی گروہ کی مناسبت سے۔ امام بلخیؒ کا ایک قول قابل ذکر ہے۔ فرماتے ہیں کہ سعادت کی پانچ نشانیاں ہیں۔ اول دل کی نرمی۔ دوم اللہ کے خوف سے بہت رونا۔ سوم آزار کا تھوڑا ہونا۔ چہارم دنیا سے نفرت۔ پنجم اللہ کے سامنے شرمندہ رہنا اور علی ہذا شقاوت کی بھی پانچ نشانیاں ہیں۔

اول دل کی سختی۔ دوم آنکھوں کی خشکی۔ سوم دنیا کی رغبت۔ چہارم آرزو کا زیادہ ہونا۔ پنجم بے حیائی۔ (معارف القرآن)

دعا کیجئے

یا اللہ! شقاوت سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور شقی لوگوں کو جو عذاب جہنم ہوگا اس سے ہم کو بالکل محفوظ فرمایئے۔ یا اللہ! قیامت کی سختیوں اور ہولناکیوں سے ہم کو بچایئے اور مومنین، صادقین و صالحین کے ساتھ ہم کو جنت میں داخل فرمایئے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِيْهِ ۗ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ ۗ

اور ہم نے موسیٰ کو کتاب دی تھی سو اس میں اختلاف کیا گیا اور اگر ایک بات نہ ہوتی جو آپ کے رب کی طرف سے پہلے ٹھہر چکی ہے تو انکا فیصلہ ہو چکا ہوتا۔

وَاِنَّهُمْ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِيْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَاِنَّ كُلًّا لَّمَّا لَيُوَفِّيَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ۗ اِنَّهٗ بِمَا يَعْمَلُوْنَ

اور یہ لوگ اس کی طرف سے ایسے شک میں ہیں جس نے ان کو تردد میں ڈال رکھا ہے۔ اور بالیقین سب کے سب ایسے ہی ہیں کہ آپ کا رب ان کو ان کے اعمال کا پورا پورا حصہ دے گا۔ وہ بالیقین ان کے سب اعمال

خَبِيْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۗ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَلَا تَرْكَنُوْٓا

کی پوری خبر رکھتا ہے۔ تو آپ جس طرح کہ آپ کو حکم ہوا ہے مستقیم رہیے اور وہ لوگ بھی جو کفر سے توبہ کر کے آپ کی ہمراہی میں ہیں اور دائرہ سے ذرا

اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ ۙ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

مت نکلو یقیناً وہ تم سب کے اعمال کو خوب دیکھتا ہے۔ اور ان ظالموں کی طرف مت جھکو کبھی تم کو دوزخ کی آگ لگ جاوے اور خدا کے سوا کوئی تمہارا

وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَيِ النَّهَارِ وَزُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ ۗ اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ ۗ

رفاقت کرنے والا نہ ہو پھر حمایت تو تمہاری ذرا بھی نہ ہو۔ اور آپ نماز کی پابندی رکھیے دن کے دونوں سروں پر اور رات کے کچھ حصوں میں بیشک نیک کام

ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَاصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۱۵﴾

مٹا دیتے ہیں برے کاموں کو یہ بات ایک نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے۔ اور صبر کیا کیجئے کہ اللہ تعالیٰ نیکوکاروں کا اجر ضائع نہیں کرتے

وَ اور	لَقَدْ اٰتَيْنَا البتہ ہم نے دی	مُوْسٰى موسیٰ	الْكِتٰبَ کتاب	فَاخْتُلِفَ سو اختلاف کیا گیا	فِيْهِ اس میں	وَلَوْ اور اگر	لَا نہ
كَلِمَةٌ ایک بات	سَبَقَتْ پہلے ہو چکی	مِنْ سے	رَّبِّكَ تیرا رب	لَقُضِيَ البتہ فیصلہ کر دیا جاتا	بَيْنَهُمْ انکے درمیان	وَاِنَّهُمْ اور بیشک وہ	
لَفِيْ شَكٍّ البتہ شک میں	مِّنْهُ اس سے	مُرِيْبٍ دھوکہ میں ڈالنے والا	وَاِنَّ اور بیشک	كُلًّا سب	لَمَّا جب	لَيُوَفِّيَنَّهُمْ انہیں پورا بدلہ دیگا	
رَبُّكَ تیرا رب	اَعْمَالَهُمْ انکے عمل	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا يَعْمَلُوْنَ جو وہ کرتے ہیں	خَبِيْرٌ باخبر	فَاسْتَقِمْ سو تم قائم رہو	كَمَا جیسے	اُمِرْتَ تمہیں حکم دیا گیا
وَمَنْ اور جو	تَابَ توبہ کی	مَعَكَ تمہارے ساتھ	وَلَا تَطْغَوْا اور سرکشی نہ کرو	اِنَّهٗ بیشک وہ	بِمَا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو	بَصِيْرٌ دیکھنے والا
وَ اور	لَا تَرْكَنُوْٓا نہ جھکو	اِلٰى طرف	الَّذِيْنَ وہ جنہوں نے	ظَلَمُوْا ظلم کیا انہوں نے	فَتَمَسَّكُمُ پس تمہیں چھوئے گی	النَّارُ آگ	وَمَا اور نہیں
لَكُمْ تمہارے لئے	مِّنْ دُوْنِ سوا	اللّٰهِ اللہ	مِنْ اَوْلِيَآءَ کوئی (مددگار) دوست	ثُمَّ پھر	لَا تُنْصَرُوْنَ نہ مدد دیئے جاؤ گے	وَاَقِمِ اور قائم رکھو	
الصَّلٰوةَ نماز	طَرَفَيِ دونوں طرف	النَّهَارِ دن	وَزُلَفًا کچھ حصہ	مِّنَ سے	الَّيْلِ رات	اِنَّ بیشک	الْحَسَنٰتِ نیکیاں
يُذْهِبْنَ مٹا دیتی ہیں	السَّيِّاٰتِ برائیاں	ذٰلِكَ یہ	ذِكْرٰى نصیحت	لِلذّٰكِرِيْنَ نصیحت ماننے والوں کیلئے	وَاصْبِرْ اور صبر کرو	فَاِنَّ بیشک	اللّٰهَ اللہ
لَا يُضِيْعُ ضائع نہیں کرتا	اَجْرَ اجر	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے					

حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تذکرہ کے ضمن میں نجات و ہلاکت کے راستہ کی تفہیم

گذشتہ آیات میں سعادت و شقاوت کا ذکر ہوا تھا۔ اب آگے ان آیات میں یہ بتایا جاتا ہے کہ حکم خداوندی کا اتباع موجب سعادت و نجات ہے اور حکم خداوندی سے اختلاف و انحراف موجب ہلاکت و باعث شقاوت ہے۔

اسی سلسلہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا تذکرہ فرما کر بتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو توراۃ عنایت فرمائی مگر لوگوں نے اس میں اختلاف کیا۔ کسی نے مانا کسی نے نہ مانا۔ کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا جس سے وہ لوگ مورد عتاب الٰہی بنے۔ یہی معاملہ اے نبی صلی اللہ علیہ وسلم آپ کی کتاب یعنی قرآن کے ساتھ پیش آیا پس آپ مغموم نہ ہوں اور کافروں کے اختلاف و تکذیب سے گھبرائیں نہیں۔ یہ کوئی نئی بات نہیں۔ آپ سے اختلاف کرنے والے فرعونیوں کے حکم میں ہیں۔ بیشک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف و تفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے۔ آیا خالق و مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے یا کجروی اور غلط کاری سے صحیح راستہ کو چھوڑ کر اپنے کو غضب اور غصہ کا مستحق قرار دیتا ہے اور یہ کہ پوری جزا و سزا ان کو آخرت میں ہوگی۔ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور اور مضطر نہ ہو۔ عام لوگ ان حکمتوں کہ نہ سمجھنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔ اس کے متعلق بتلایا جاتا ہے کہ ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے۔ لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیر سے یہ نہ سمجھا جائے کہ اسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

اہل حق کو استقامت و اعتدال کا حکم

آگے پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہو رہا ہے کہ لوگ حق کو قبول کریں یا نہ کریں آپ اپنی ذات سے صراط مستقیم اور دین حق پر سیدھے قائم رہئے جیسا کہ آپ کو حکم دیا گیا ہے اور جن لوگوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا ان کو بھی آپ کی طرح احکام الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہئے۔ عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت و تبلیغ وغیرہ ہر چیز میں افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر استقامت کی راہ پر سیدھے قائم رہیں تاکہ منزل مقصود تک پہنچ جائیں۔ اب افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر ٹھیک اعتدال پر قائم رہنا اور درمیان میں چلنا اور کسی جانب ملتفت نہ ہونا اور حق اطاعت کو پورا پورا بجا لانا بہت دشوار ہے۔

استقامت کی اہمیت

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سورۂ ہود نے مجھ کو بوڑھا بنا دیا اس لئے کہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے۔

امام قرطبیؒ نے اپنی تفسیر میں ایک بزرگ حضرت ابو علی سریؒ سے نقل کیا ہے کہ انہوں نے خواب میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی تو عرض کیا یا رسول اللہ کیا آپ نے ایسا فرمایا

ہے کہ مجھے سورۂ ہود نے بوڑھا کر دیا؟ تو آپ نے فرمایا ہاں۔ انہوں نے پھر دریافت کیا کہ اس سورۃ میں انبیاء علیہم السلام کے واقعات اور ان کی قوموں پر عذاب کا ذکر ہے کیا اس نے آپ کو بوڑھا کیا؟ تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے اس ارشاد نے فَاسْتَقِمْ كَمَآ أُمِرْتَ (معارف القرآن)

اس موقع پر حضرت مفتی محمد شفیع صاحبؒ نے اپنی تفسیر معارف القرآن میں لکھا ہے۔

استقامت کی اسی اہمیت کی بنا پر حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو ہر نماز میں بلکہ نماز کی ہر رکعت میں سورۂ فاتحہ میں اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ کی دعا و درخواست تلقین فرمائی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ اپنے فضل وکرم سے ہم کو بھی استقامت فی الدین نصیب فرمائے۔ آمین۔

تم ظالموں سے دور رہو اور قرب الٰہی میں آگے سے آگے بڑھتے رہو

آگے بتلایا جاتا ہے کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہے ہیں۔ تمہاری اطاعت و استقامت اور اور تمہارے گناہ اور سرکشیاں سب اس کی نظروں کے سامنے ہے اور جو ظالم لوگ حد سے نکلنے والے ہیں ان کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ گناہ اور سرکشیاں تو بڑی چیز ہے۔ ظالموں اور فاسقوں اور نافرمانوں کی طرف تو ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی بہت برا ہے اور خطرناک ہے کیونکہ اندیشہ ہے کہ ظالموں اور نافرمانوں کی طرف میلان اور رغبت کی بناء پر تم کو دوزخ کی آگ نہ لگ جائے اور ان کے ساتھ تم بھی آگ کی لپیٹ میں نہ آجاؤ۔ ظالموں کی طرف میلان کے یہ معنی ہیں کہ ان کے طور طریق اور ان کے حال و وضع کو پسند کرنے لگے کیونکہ جب کوئی یہود و نصاریٰ اور ہنود و مجوس کی وضع قطع اختیار کرے تو یہ دلیل ہے اس بات کی کہ اس کو کافروں کی وضع اور چال ڈھال پسند ہے۔ نیز ظالموں سے دوستی کرنا ان کا کہنا ماننا ان سے راضی ہونا ان پر اعتماد کرنا ان کی صحبت میں بیٹھنا ان کی شکل وصورت اور رہن سہن کے طریقوں میں ان کا اتباع کرنا یہ سب ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ میں شامل ہے اور آیت میں ان سب کی ممانعت ہے۔ اور جب ظالموں کی طرف جھکنے والوں کا یہ حال بتلایا گیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ ظالموں کے ساتھ تمہیں بھی جہنم کی آگ لگ جائے تو سمجھ لو کہ خود ظالم کا کیا حال ہوگا۔ اور خوب سمجھ لو کہ اللہ کے سوا کوئی تمہارا مددگار نہیں پھر اگر تم ظالموں کی طرف مائل ہوئے تو سمجھ لو تمہاری کوئی مدد نہیں کی جائے گی۔ خدا ان لوگوں کی مدد نہیں کرتا جو اس کے دشمنوں اور نافرمانوں کی طرف مائل اور راغب ہوں اور اے بندگان خدا تم ان ظالموں کو چھوڑو اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جاؤ اور صبح وشام اور رات کی تاریکی میں خشوع وخضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ ہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔ اللہ کی طرف رغبت اور میلان کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ خاص کر فجر وعصر اور تہجد کی نمازیں کہ یہ اوقات خدا تعالیٰ کی خاص انوار وتجلیات کے وقت ہیں۔ آگے بتلایا گیا ہے کہ بیشک نیکیاں برائیوں کو دور کرتی ہیں کیونکہ نیکی نور ہے اور برائی ظلمت ہے اور ظاہر ہے کہ جب نور آئے گا تو ظلمت اور تاریکی دور ہوگی اور جس درجہ کا نور ہوگا اسی قدر تاریکی دور ہوگی اور خوب سمجھ لو یہ بات کہ نیکیوں سے گناہ معاف ہوتے ہیں اور یہ ایک جامع نصیحت ہے نصیحت ماننے والوں کے لئے کیونکہ اس میں قاعدہ کلیہ بتا دیا گیا کہ نیکیاں گناہوں کا کفارہ ہوتی ہیں اور نیکیوں میں اول نمبر نماز کا ہے اور چونکہ استقامت نہایت سخت اور دشوار ہے اور طغیان اور ظالموں کی طرف میلان سے اپنے کو

محفوظ رکھنا یہ بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اور نماز بھی نفس پر شاق اور گراں ہے اس لئے ان سب احکام کے بعد صبر کا حکم دیا گیا کیونکہ صبر کامیابی کی کنجی ہے اور صبر تمام نیکیوں کی جڑ ہے اور نیکی کرنے والوں کے اجر کو حق تعالیٰ ضائع نہیں کرتے۔

مذکورہ آیات میں دیئے گئے احکام

(۱) سب مسلمان مل کر اپنی کتاب مبین قرآن کریم کو مضبوطی کے ساتھ پکڑیں اور افتراق اور اختلاف سے پرہیز کریں۔

(۲) جادۂ شریعت اور صراط مستقیم پر پوری طرح استقامت سے جم جائیں کہ اس میں کسی قسم کا تزلزل اور تذبذب باقی نہ رہے۔

(۳) حدود شریعت سے باہر نہ جائیں۔

(۴) بے دینوں کی شان وشوکت دیکھ کر ان کی طرف مائل نہ ہوں، ان کے رسوم، طور طریق اور معاشرہ کو اختیار نہ کریں اور اہل دنیا فساق وفجار سے علیحدہ رہیں۔

(۵) اللہ کے سوا مسلمانوں کا کوئی مددگار نہیں اگر مسلمان ظالموں کی طرف جھکے اور نافرمانوں کی طرف مائل ہوئے اور ان کا طور طریق پسند کیا تو ان کی مدد نہیں کی جائے گی۔

(۶) ظالموں کو چھوڑ کر اللہ کی طرف مسلمانوں کو متوجہ ہونے کا حکم۔

(۷) نمازوں کی مداومت وپابندی کا حکم۔

(۸) نیکیاں برائیوں کو دور کر دیتی ہیں۔

(۹) صبر کا حکم اور صبر ونماز سے استعانت حاصل کرنا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو صراط مستقیم پر استقامت نصیب فرما۔ اور ظالموں اور کافروں کے گروہ سے ہم کو دنیا میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما اور آخرت میں بھی علیحدہ رہنا نصیب فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

فَلَوْلَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ

تو جو اُمتیں تم سے پہلے ہو گزری ہیں ان میں ایسے سمجھدار لوگ نہ ہوئے جو کہ (دوسروں کو) ملک میں فساد پھیلانے سے منع کرتے

اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَكَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا

بجز چند آدمیوں کے کہ جن کو ان میں سے ہم نے (عذاب سے) بچالیا تھا اور جو لوگ نافرمان تھے وہ جس ناز و نعمت میں تھے اسی کے پیچھے پڑے رہے اور جرائم کے خوگر ہو گئے۔

كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ

اور آپ کا رب ایسا نہیں کہ بستیوں کو کفر کے سبب ہلاک کردے اور ان کے رہنے والے اصلاح میں لگے ہوں۔ اور اگر اللہ کو منظور ہوتا تو سب آدمیوں کو ایک ہی طریقہ

اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۗ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۗ

کا (یعنی سب کو مومن) بنا دیتے اور (آئندہ بھی) ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جس پر آپ کے رب کی رحمت ہو۔ اور (اس اختلاف کا غم نہ کیجئے کیونکہ) اللہ تعالیٰ

وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

نے لوگوں کو اسی واسطے پیدا کیا ہے اور آپ کے رب کی یہ بات پوری ہوگی کہ میں جہنم کو جنات سے اور انسانوں سے دونوں سے بھر دوں گا۔

فَلَوْ پس کیوں	لَا كَانَ نہ ہوئے	مِنَ سے	الْقُرُوْنِ قومیں	مِنْ سے	قَبْلِكُمْ تم سے پہلے	اُولُوْا بَقِيَّةٍ صاحب خیر	يَنْهَوْنَ روکتے	
عَنِ سے	الْفَسَادِ فساد	فِي الْاَرْضِ زمین میں	اِلَّا مگر	قَلِيْلًا تھوڑے	مِمَّنْ سے	اَنْجَيْنَا ہم نے بچالیا	مِنْهُمْ ہم نے بچالیا	
وَاتَّبَعَ اور پیچھے رہے	الَّذِيْنَ وہ لوگ جو	ظَلَمُوْا انہوں نے ظلم کیا	مَآ اُتْرِفُوْا جو انہیں دی گئی	فِيْهِ اس میں	وَكَانُوْا اور تھے وہ	مُجْرِمِيْنَ گنہگار		
وَمَا كَانَ اور نہیں ہے	رَبُّكَ تیرا رب	لِيُهْلِكَ کہ ہلاک کردے	الْقُرٰى بستیاں	بِظُلْمٍ ظلم سے	وَاَهْلُهَا جبکہ وہاں کے لوگ	مُصْلِحُوْنَ نیکوکار		
وَلَوْ اور اگر	شَآءَ چاہتا	رَبُّكَ تیرا رب	لَجَعَلَ تو کردیتا	النَّاسَ لوگ	اُمَّةً امت	وَّاحِدَةً ایک	وَ اور	لَا يَزَالُوْنَ وہ ہمیشہ رہیں گے
مُخْتَلِفِيْنَ اختلاف کرتے ہوئے	اِلَّا مگر	مَنْ جس	رَّحِمَ رحم کیا	رَبُّكَ تیرا رب	وَلِذٰلِكَ اور اسی لئے	خَلَقَهُمْ پیدا کیا انہیں		
وَتَمَّتْ اور پوری ہوئی	كَلِمَةُ بات	رَبِّكَ تیرا رب	لَاَمْلَئَنَّ البتہ بھر دونگا	جَهَنَّمَ جہنم	مِنَ سے	الْجِنَّةِ جن	وَالنَّاسِ اور انسان	اَجْمَعِيْنَ اکٹھے

سابقہ قوموں کی ہلاکت کے اسباب

ان آیات میں نہایت سبق آموز طریقہ سے ان قوموں کی تباہی کے اصل سبب پر روشنی ڈالی گئی ہے جن کے حالات پچھلے چھ رکوع میں بیان ہوئے ہیں۔ چنانچہ یہاں پہلی آیت میں بتلایا جاتا ہے کہ پچھلی قوموں اور پہلی امتوں میں جو اپنی نافرمانی و سرکشی کے باعث عذاب خداوندی سے ہلاک ہوئیں کیوں نہ ان میں کچھ ایسے نیک اور سمجھدار لوگ ہوئے جو اپنی قوم کو فساد کرنے سے باز رکھتے اور قوم کو کفر و معصیت کرنے سے منع کرتے۔ جو تھوڑے لوگ ایسے قوم میں تھے جو لوگوں کو کفر و شرک اور بداعمالی سے منع کرتے تھے وہ مغلوب تھے۔ قوم کے لوگ ان کا کہنا نہیں مانتے تھے۔ جن تھوڑے لوگوں نے اپنے انبیاء علیہم السلام کا اتباع کیا وہی عذاب سے محفوظ رہے۔ اور باقی قوم تباہ ہوئی۔

امت محمدیہ کو امر بالمعروف و نہی عن المنکر کا حکم

پچھلی قوموں کا حال سنا کر امت محمدیہ کو جتلایا گیا ہے کہ ان میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ اسی لئے حدیث صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ترک کر بیٹھیں تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے۔ (العیاذ باللہ)

مسلمانوں کا اشرف الناس اور امت محمدیہ کا اشرف الامم ہونا ہی اس لئے قرآن کریم نے بتلایا تھا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔ چنانچہ قرآن پاک میں ایک جگہ ارشاد ہے۔

کنتم خیر امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف و تنھون عن المنکر و تؤمنون باللہ تم بہترین امت ہو کہ لوگوں کے نفع رسانی کے لئے نکالے گئے ہو۔ تم لوگ نیک کام کا حکم کرتے ہو اور برے کام سے منع کرتے ہو اور اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتے ہو تو اس امت مسلمہ کا بہترین امت ہونا اسی لئے فرمایا گیا کہ یہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرتے ہیں۔

الغرض یہاں بتلایا گیا کہ گذشتہ قومیں اسی لئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے اور بااثر لوگوں نے برائیوں سے روکنا اور منع کرنا چھوڑ دیا۔ اس طرح کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی سے قوم کی جو حالت بگڑ رہی تھی اس کا سنوارنے والا کوئی نہ رہا۔ چند گنتی کے آدمیوں نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا۔ نتیجہ یہی ہوا کہ قوم ہلاک و تباہ ہوئی آگے بتلایا جاتا ہے کہ جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں۔ نیکی کو رواج دیں ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ انہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر اور نافرمانی اور ظلم اور سرکشی میں حد سے نکل جائیں۔

اللہ تعالیٰ نے ازخود سب کو ہدایت یافتہ کیوں نہیں بنایا؟

اب یہاں کوئی شبہ کر سکتا ہے کہ اوپر جو اقوام گذشتہ کی ہلاکت و تباہی کا سبب بیان کیا گیا کہ ان میں اہل خیر امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کرنے والے نہ رہے یا رہے تو بہت ہی کم تھے تو یہ بھی تو آخر اللہ ہی کی مشیت سے تھا۔ کیوں نہ اللہ نے ان میں سب اہل خیر یا بہت سے نیک لوگ پیدا کر دیئے؟ اس شبہ کو دور کرنے کے لئے اس حقیقت حال کو صاف صاف بیان کیا جاتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو ایسا بھی کر سکتا تھا کہ تمام انسانوں کو ایک ہی امت اور ملت بنا دیتا۔ سب مرکز حق پر ہوتے۔ اور اختلاف پیدا ہی نہ ہوتا۔ تمام انسانوں کو زبردستی قبول اسلام پر مجبور کر ڈالتے اور سب کے سب اہل ایمان ہو جاتے ان میں کوئی اختلاف نہ رہتا مگر بتقاضائے حکمت اس کی مشیت الٰہی ایسی نہ ہوئی بلکہ اس نے انسان کو ایک قسم کا اختیار اور آزادی دنیا میں بخشی ہے اس کے ماتحت وہ جو چاہے اچھا یا برا عمل کر سکتا ہے۔ انسان کو مختلف راہوں پر چلنے کی قدرت دے دی اور اس کے سامنے نیک و بد جنت و جہنم دونوں کے راستہ کھول دیئے۔ اب یہ انسان اپنی پسند اور اختیار سے جس راہ کو چاہے اپنے لئے پسند کرے تاکہ ہر ایک نتیجہ میں جو کچھ بھی پائے اپنے سعی اور کسب کے نتیجہ میں پائے۔ اور انسان کی طبیعتیں مختلف ہیں اور عمل بھی مختلف ہیں۔ نتیجہ یہ ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے اختلاف کرتے ہی رہیں گے۔ خلاصہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی

اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اس لئے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہا ہے۔ اور رہے گا مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے صاف اور صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرت سلیمہ کے موافق سب لوگ چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ الغرض دنیا کی آفرینش سے حق تعالیٰ کی غرض ہی یہ ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی صفات جمالیہ و صفات جلالیہ کا ظہور ہو۔ اس لئے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تا کہ ایک جماعت اپنے خالق و مالک کی وفاداری اور اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و غداری، سرکشی و نافرمانی سے اس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبس دوام کی سزا بھگتے۔ اسی لئے حق تعالیٰ نے دوزخ بھی پیدا کی۔ جنت بھی پیدا کی۔ اور ازلی فیصلہ ہے کہ کچھ لوگ جنتی ہیں اور کچھ دوزخی۔ اس لئے ہمیشہ سے یہی دستور چلا آیا ہے کہ کچھ لوگ دین حق سے علیحدہ ہو گئے۔ راہ راست چھوڑ بیٹھے اور طریق انبیاء سے اختلاف کرنے لگے اور فرقے فرقے بن گئے اور جن پر خدا کا فضل ہوا وہ گروہ طریق انبیاء پر قائم رہا اور اس نے تعلیم رسول سے سرمو اختلاف نہ کیا۔ ان میں پہلا گروہ جہنمی اور دوسرا جنتی ہے۔ اور حق تعالیٰ یہ طے کر چکے ہیں کہ جنت و جہنم دونوں انسانوں اور جنات سے بھری جائیں گی۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی توفیق عطا فرما۔ اور ساری امت کو اس فریضہ پر مستقیم ہونے کی سعادت عطا فرما۔

یا اللہ! آپ اپنی رحمت سے ہم کو اصحاب الجنہ میں شامل فرمالیں اور اصحاب جہنم سے بچا لیں۔ یا اللہ! آپ کو جنت اور جہنم انسانوں اور جنات سے بھرنا ہے۔ یا اللہ! ہمارے لئے اپنی جنت میں داخلہ مقدر فرمادے۔ اور یا اللہ! اس ملک اور قوم پر بھی اپنا کرم فرمادے ان کو حق پر قائم اور مستقیم رہنے کی سعادت عطا فرمادے اور حق سے اختلاف اور افتراق کی لعنت سے بچالے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِیْ هٰذِهِ

اور پیغمبروں کے قصوں میں سے ہم یہ سارے قصے آپ سے بیان کرتے ہیں جن کے ذریعہ سے ہم آپ کے دل کو تقویت دیتے ہیں اور ان قصوں میں آپ

الْحَقُّ وَ مَوْعِظَةٌ وَّ ذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ؕ

کے پاس ایسا مضمون پہنچا ہے جو خود بھی راست ہے اور مسلمانوں کے لئے نصیحت ہے اور یاددہانی ہے اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے اُن سے کہہ دیجئے کہ تم اپنی

اِنَّا عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ

حالت پر عمل کرتے رہو۔ ہم بھی عمل کر رہے ہیں۔ اور تم منتظر رہو ہم بھی منتظر ہیں۔ اور آسمانوں اور زمین میں جتنی غیب کی باتیں ہیں اُن کا علم خدا ہی کو ہے اور

يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

سب اُمور اسی کی طرف رجوع ہونگے تو آپ اُسی کی عبادت کیجئے اور اسی پر بھروسہ کیجئے۔ اور آپ کا رب اُن باتوں سے بے خبر نہیں جو کچھ تم لوگ کر رہے ہو

وَكُلًّا اور ہر بات	نَقُصُّ ہم بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تجھ پر	مِنْ سے	اَنْۢبَآءِ خبریں	الرُّسُلِ رسول	مَا نُثَبِّتُ کہ ہم ثابت کریں
بِهٖ اس سے	فُؤَادَكَ تیرا دل	وَجَآءَكَ اور تیرے پاس آیا	فِیْ هٰذِهٖ اس میں	الْحَقُّ حق	وَمَوْعِظَةٌ اور نصیحت	وَذِكْرٰى اور یاددہانی
لِلْمُؤْمِنِيْنَ مومنوں کیلئے	وَقُلْ اور کہدیں	لِلَّذِيْنَ وہ لوگ جو	لَا يُؤْمِنُوْنَ ایمان نہیں لاتے	اعْمَلُوْا تم کام کئے جاؤ	عَلٰى پر	مَكَانَتِكُمْ اپنی جگہ
اِنَّا ہم	عٰمِلُوْنَ کام کرتے ہیں	وَانْتَظِرُوْا اور تم انتظار کرو	اِنَّا ہم بھی	مُنْتَظِرُوْنَ منتظر	وَلِلّٰهِ اور اللہ کے پاس	غَيْبُ غیب
السَّمٰوٰتِ آسمانوں	وَالْاَرْضِ اور زمین	وَاِلَيْهِ اور اسی کی طرف	يُرْجَعُ بازگشت	الْاَمْرُ کام	كُلُّهٗ تمام	فَاعْبُدْهُ سو اس کی عبادت کرو
وَتَوَكَّلْ اور بھروسہ کرو	عَلَيْهِ اس پر	وَمَا اور نہیں	رَبُّكَ تمہارا رب	بِغَافِلٍ غافل	عَمَّا اس سے جو	تَعْمَلُوْنَ تم کرتے ہو

سابقہ انبیاء کے واقعات کے تذکرہ کی حکمتیں

یہ سورۂ ہود کی خاتمہ کی آیات ہیں اور پوری سورۃ کا نچوڑ ہیں اوپر کئی انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے۔ اب ختم سورۃ پر ان قصص کے ذکر کرنے کی بعض حکمتوں اور فوائد پر مطلع کیا جاتا ہے۔

یہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے کہ ہم نے آپ کو جو گذشتہ انبیاء اور ان کی امتوں کے واقعات سنائے ہیں ان سے ایک فائدہ تو یہ ہے کہ آپ کے دل کو تقویت پہنچے اور ان واقعات و حالات کو سن کر آپ کو سکون و اطمینان ہو جائے کہ دعوت و تبلیغ میں انبیائے کرام کو یہ یہ حالات پیش آئے اور انبیاء نے ان جاہلوں کی اذیت پر کس طرح صبر کیا۔ بالآخر انبیاء اور ان کے متبعین نے نجات پائی اور ان کے دشمن عذاب الٰہی سے تباہ و برباد ہوئے۔ دوسرا فائدہ یہ ہے کہ ان واقعات کے ضمن میں حق آپ کے سامنے آ گیا کہ حق ایسا ہوتا ہے کہ ابتداء ضعیف و ناتواں ہوتا ہے اور آخر میں ایسا قوی اور جوان ہوتا ہے کہ بڑے بڑے متکبروں اور سرکشوں کو زمین پر پچھاڑتا ہے اور دنیا کو باطل کی ذلت کا تماشہ دکھاتا ہے اور تیسرا فائدہ یہ کہ ان واقعات میں اہل ایمان کے لئے نصیحت و عبرت ہے۔ نصیحت تو یہ ہے کہ جن عقائد اعمال و افعال کی وجہ سے مجرموں کی گرفت ہوئی اور دنیا ہی میں یہ سزا ملی کہ ہلاک و

برباد ہوئے۔ یہ ان اعمال وافعال سے پوری طرح بچیں اور ان حرکات کے پاس بھی نہ پھٹکیں اور عبرت یہ ہے کہ ان واقعات کو سن کر اللہ سے ڈریں اور پناہ مانگیں اور دعا کریں کہ اے اللہ تو ہم کو ان تباہ کاروں کے راستہ سے دور رکھنا۔ اے اللہ تو ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک کی نافرمانی سے بچانا۔ اے اللہ تعالیٰ تو اپنی ہدایت اور توفیق کو ہر حال میں شامل حال رکھنا اور اپنے محبین اور مخلصین کے راستہ پر چلنا نصیب فرمانا۔ اے اللہ نفس وشیطان کی گمراہیوں سے ہماری حفاظت فرمانا۔

ایمان نہ لانے والوں کے لئے آخری اعلامیہ

اوپر مجموعہ سورۃ میں توحید ورسالت اور حقانیت قرآن اور وعدہ وعید کے اثبات اور شبہات کے ازالہ سے اتمام دعوت اور الزام حجت کا حق ادا کر دیا گیا اور حقیقت کو پوری طرح واضح کر دیا گیا۔ اب جو لوگ اس پر بھی نہ مانیں تو ان سے آخری کلام کیا جاتا ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تلقین فرمایا جاتا ہے کہ آپ ان ایمان نہ لانے والے منکرین ومعاندین سے کہہ دیجئے کہ اگر تم میری بات نہیں مانتے' میری نصیحت قبول نہیں کرتے' میرے بتلائے ہوئے راستہ پر چلنے کے لئے تیار نہیں ہوتے تو بہتر ہے اپنی ضد پر جمے رہو۔ میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لئے حوادث زمانہ کا انتظار کرتے رہو میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ظالموں کا اونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے۔ اور حق وباطل کھل کر سامنے آجائے گا۔

حق والوں کو تسلی کہ اللہ کی قدرت سب پر غالب ہے

سورۃ کے اخیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ ان منکرین ومعاندین کے کفر وشرارت سے دلگیر نہ ہوں۔ آپ اپنا کام کئے جائیں اور ان کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں۔ جس سے زمین وآسمان کی کوئی بات چھپی ہوئی نہیں۔ اللہ کو ذرہ ذرہ کا علم ہے۔ سب معاملات پھر کر اسی طرف لوٹنے والے ہیں۔ وہاں ان کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خبط میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل وجان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہئے۔ اور ہمہ تن اللہ تعالیٰ کی طرف متوجہ ہو جایئے اور تنہا اسی کی اعانت پر بھروسہ کیجئے۔

وہ لوگوں کے اعمال سے بے خبر نہیں۔ اہل ایمان کا اخلاص اور کافروں اور مشرکوں اور منافقوں کا کفر ونفاق سب اس کے علم میں ہے۔ اسی کے موافق ان سب سے معاملہ کرے گا اور ہر ایک اپنی جزا وسزا کو پہنچے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! ہم کو اپنی اور اپنے رسول پاک صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کاملہ نصیب فرما۔

یا اللہ! ان گذشتہ اقوام کے واقعات وحالات سے ہم کو عبرت ونصیحت حاصل کرنے کی توفیق عطا فرما اور ہر طرح کی چھوٹی بڑی نافرمانی سے ہم کو کامل طور پر بچنے کا عزم وہمت نصیب فرما۔ یا اللہ! اپنے دین حق کی خدمت کے لئے ہمارے مال اور جان کو بھی قبول فرما۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لائے ہوئے دین حق کی خدمت وحمایت میں ہمارا کوئی نہ کوئی حصہ مقدر فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ وَّهِيَ مِائَةٌ وَّاِحْدٰى عَشْرَةَ اٰيَةً وَّاثْنَا عَشَرَ رُكُوْعًا
بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان بے حد رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ۝۱ اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝۲

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں ایک کتاب واضح کی۔ ہم نے اُس کو اُتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھو۔

الٓرٰ الرٰ	تِلْكَ یہ	اٰيٰتُ آیتیں	الْكِتٰبِ کتاب	الْمُبِيْنِ روشن	اِنَّا بیشک ہم نے	اَنْزَلْنٰهُ اسے نازل کیا	قُرْءٰنًا قرآن	عَرَبِيًّا عربی
				لَعَلَّكُمْ تاکہ تم	تَعْقِلُوْنَ سمجھو			

سورۃ کا موضوع، شان نزول اور مقام نزول وغیرہ

اس سورۃ میں حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ بیان کیا گیا ہے اور اس سورۃ کی خصوصیت یہ ہے کہ اس میں سوائے حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کے اور ان کے نتائج کے اور کوئی مضمون نہیں ہے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ قرآن مجید میں تفصیلاً سوائے اس سورۃ کے اور کہیں بیان نہیں کیا گیا۔ جبکہ دوسرے انبیاء کے حالات متعدد مقامات پر مختلف پیراؤں میں ذکر کئے گئے ہیں۔ حضرت یوسف علیہ السلام کا قصہ شروع سے لے کر آخر تک تمام و کمال ایک ہی جگہ بیان فرمایا گیا ہے اسی نسبت سے اس کو سورۂ یوسف کا نام دیا گیا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کا نام قرآن کریم میں ۲۶ مرتبہ ذکر کیا گیا ہے جس میں ۲۴ جگہ صرف اس سورۂ یوسف میں اور ایک جگہ سورۂ انعام میں اور ایک جگہ سورۂ مومن میں ذکر آیا ہے۔

یہ سورۃ مکہ معظمہ میں نازل ہوئی اور قیام مکہ کے آخری دور کی سورتوں میں سے ہے جبکہ کفار قریش یہ مشورہ کر رہے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو نعوذ باللہ قتل کر دیں یا قید کر دیں۔ یا جلاوطن کر دیں۔ بحساب ترتیب قرآنی یہ بارہویں سورت ہے لیکن بحساب نزول اس کا شمار ۷ لکھا ہے۔

اس سورۂ یوسف میں ۱۲ رکوع، ۱۱۱ آیات، ۱۸۰۸ کلمات اور ۷۱۶۶ حروف ہونا بیان کئے گئے ہیں۔ اس سورۂ یوسف کے شان نزول کے بارہ میں حدیثی روایات اور مفسرین کے اقوال کا حاصل یہ ہے کہ کفار مکہ نے ایک مرتبہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق یہود سے گفتگو کی اور اپنی درماندگی اور پریشانی کا اظہار کیا۔ اس پر یہود نے کفار مکہ سے کہا کہ اس مدعی نبوت کو زچ کرنے اور نعوذ باللہ جھوٹا بنانے کے لئے تم ان سے یہ سوال کرو کہ یعقوبؑ کی اولاد شام سے مصر کیوں منتقل ہوئی اور یوسف علیہ السلام سے متعلق جو واقعات ہیں ان کی تفصیل کیا ہے؟ اگر یہ نبی نہیں ہیں تو ہرگز نہ بتا سکیں گے۔

کفار مکہ نے یہود کی ہدایت کے مطابق آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے یہ دونوں سوال کئے۔ چونکہ قریش مکہ اس قصہ سے ناواقف تھے اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے بھی اس سے پہلے حضرت یوسف علیہ السلام کا ذکر نہیں سنا گیا تھا اس لئے کفار مکہ کو توقع تھی کہ آپ اس کا مفصل جواب نہ دے سکیں گے۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے یہ پوری سورۃ نازل فرما کر پورا قصہ یوسف علیہ السلام کا آپ کی زبان مبارک سے سنوا دیا۔ جس میں نہ صرف اس بات کا جواب ہے کہ بنی اسرائیل شام سے منتقل ہو کر مصر کس طرح پہنچے اور وہاں آباد ہوئے بلکہ یہ

سورت عجیب وغریب بصیرتوں اور عبرتوں پر بھی مشتمل ہے۔

حضرت یوسفؑ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات سے مشابہت

یوسف علیہ السلام کا یہ قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حالات وواقعات سے بہت مشابہت رکھتا ہے مثلاً جیسا کہ یوسف علیہ السلام پر ان کے بھائیوں نے حسد کیا اور طرح طرح کی ان کو تکلیفیں پہنچائیں۔ بالآخر اللہ تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو صبر و استقامت کی برکت سے عزت وغلبہ نصیب فرمایا اور جب آپ کو غلبہ اور شوکت نصیب ہوئی تو بھائیوں سے کوئی انتقام نہیں لیا بلکہ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ۔

کہہ کر درگزر فرمایا اور مزید برآں ان کو انعام واکرام سے سرفراز فرمایا۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قریش مکہ سے بہت سی تکالیف وایذائیں پہنچیں لیکن حسب ارشاد خداوندی آپ نے صبر واستقامت سے کام لیا بالآخر جب مکہ مکرمہ فتح ہوا اس وقت آپ نے کفار قریش مکہ سے انتقام نہیں لیا۔ نہ انہیں ملامت کی اور نہ گذشتہ کا کوئی شکوہ کیا بلکہ یوسف علیہ السلام کی طرح یہ فرمایا۔ لاتثریب علیکم الیوم یغفر اللہ لکم و ھو ارحم الرحمین آج تم پر کوئی ملامت نہیں میں نے تمہارا قصور معاف کیا۔ اللہ بھی تمہارا قصور معاف کرے اور وہ تو سب سے بڑھ کر رحم کرنے والا ہے تو جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے ساتھ سلوک اور احسان کیا اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش مکہ کے ساتھ سلوک واحسان فرمایا۔

یوسفؑ کے قصہ سنانے کے مقاصد

اس طرح یہ قصہ متعدد اہم مقاصد کے لئے نازل فرمایا گیا جس میں قرآن کریم کے کتاب اللہ ہونے کی دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کا ثبوت اور آپ کی تسلی وتشفی بھی ہے کہ جس طرح یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی ایذاؤں پر صبر کیا آپ بھی قریش مکہ کی ایذا رسانیوں پر صبر کیجئے اور جادۂ حق پر قائم و مستقیم رہیے اور نتیجہ کا انتظار کیجئے۔

نیز اس قصہ سے یوسف علیہ السلام کی عظمت وعفت اور طہارت ونزاہت کو بیان کرنا مقصود ہے کہ باوجود قوت شباب کے کس درجہ عورتوں کے مکر سے محفوظ رہے تا کہ دنیا والوں کو معلوم ہو جائے کہ انبیائے کرام کی عصمت' عفت' طہارت' نزاہت ایسی ہوتی ہے کہ کسی حال میں نفس اور شیطان کا ان پر بس نہیں چلتا۔

نیز اس قصہ میں قریش مکہ کو جتلایا گیا اور ایک طرح پیشین گوئی فرمادی گئی کہ آج تم جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کر رہے ہو وہی کچھ یوسف علیہ السلام کے بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا تھا مگر جس طرح برادران یوسف مشیت خداوندی سے اپنی تدابیر میں کامیاب نہ ہوئے اور آخر کار اسی بھائی کے آگے جھکنا پڑا جس کو انہوں نے بے رحمی کے ساتھ کنوئیں میں ڈالا تھا۔ اسی طرح تمہاری تدابیر اور چالیں بھی خدائی تدبیر کے مقابلہ میں ناکام رہیں گی اور ایک دن تمہیں بھی برادران یوسف کی طرح محمد صلی اللہ علیہ وسلم سے رحم وکرم طلب کرنا پڑے گا جنہیں آج تم ایذائیں پہنچا رہے ہو چنانچہ فتح مکہ کا دن اس پیشین گوئی پر گواہ ہے۔

الغرض حضرت یوسف علیہ السلام جو حضرت یعقوب علیہ السلام کے صاحبزادے ہیں اور حضرت اسحاق علیہ السلام کے پوتے اور ابراہیم علیہ السلام کے پڑپوتے ہیں۔ خدائے برتر کے جلیل القدر پیغمبر بنے اور ملت ابراہیم کی دعوت وتبلیغ کی خدمت انجام دی۔ ان کے اس قصہ میں بے نظیر عبرتیں اور بصیرتیں پنہاں ہیں جو انشاء اللہ موقع بموقع آئندہ درسوں میں بیان ہوتی رہیں گی اس تمہید کے بعد ان ابتدائی آیات کی تشریح بیان کی جاتی ہے۔

حروف مقطعات

اس سورۃ کی ابتداء بھی الرٰ حروف مقطعات سے ہوئی ہے جیسا کہ اس سے پہلے سورۂ یونس اور سورۂ ہود کی ابتدا ہوئی تھی۔ حروف مقطعات کے متعلق مفصل کلام سورۂ بقرہ کے شروع میں ہو چکا ہے مختصراً یہ کہ ان حروف کے اندر جو حقائق پوشیدہ ہیں ان کا واقعی علم اللہ تعالیٰ ہی کو ہے یا اللہ! تعالیٰ کے بتلانے سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو علم تھا۔ جمہور سلف صحابہ وتابعین کا یہی فیصلہ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے درمیان ایک راز ہے۔ جس کی حقیقی مراد کو کوئی تیسرا نہیں جانتا۔ نہ اس کے لئے مناسب ہے کہ اس کی تحقیق کے درپے ہو۔ ان پر اسی طرح ایمان واعتقاد رکھنا چاہئے اس کے بعد سورۃ کی ابتدا قرآن پاک کی حقانیت، صداقت اور منزل من اللہ ہونے سے کی گئی ہے اور بتلایا گیا کہ یہ سورۂ یوسف قرآن مبین کی آیات ہیں جس کا من عنداللہ ہونا بالکل واضح ہے۔ اور جن احکام وشرائع یا مواعظ و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں اور عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پرشوکت زبان ہے نزول قرآن کے لئے منتخب کی گئی جب خود پیغمبر علیہ الصلوٰۃ والسلام عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اس کے اولین مخاطب عرب ہوں گے پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ میں اشارہ فرمایا کہ اے اہل عرب تمہیں یہ باتیں کسی دوسری زبان میں نہیں سنائی جارہی ہیں تمہاری اپنی ہی مادری عربی زبان میں ہیں۔ اور تمہاری زبان میں اتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اول اس کے علوم ومعارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر واحسان ہے کہ ہم کو قرآن پاک جیسی کتاب اور سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے حق تعالیٰ ہم کو ان نعمتوں کا قدردان بنادیں اور ہم کو قرآن پاک پر صدق دل سے عمل پیرا ہونے کی توفیق نصیب فرمائیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لائی ہوئی شریعت کی ہم کو پوری فرمانبرداری اور تابعداری ظاہراً و باطناً نصیب فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعۡوٰنَا اَنِ الۡحَمۡدُ لِلّٰہِ رَبِّ الۡعٰلَمِیۡنَ

نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ

ہم نے جو یہ قرآن آپ کے پاس بھیجا ہے اس کے ذریعہ سے ہم آپ سے ایک بڑا عمدہ قصہ بیان کرتے ہیں۔ اور اُس کے قبل

مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الْغٰفِلِيْنَ ۝ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّ

آپ محض بے خبر تھے۔ وہ وقت قابل ذکر ہے جبکہ یوسف نے اپنے والد سے کہا کہ ابا میں نے گیارہ ستارے اور

الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ۝٤ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ

سورج اور چاند دیکھے ہیں۔ اُن کو اپنے روبرو سجدہ کرتے ہوئے دیکھا ہے اُنہوں نے فرمایا کہ بیٹا اپنے اس خواب کو بھائیوں کے روبرو بیان مت کرنا

فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۗ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۝٥

پس وہ تمہارے لئے کوئی خاص تدبیر کریں گے۔ بلاشبہ شیطان آدمی کا صریح دشمن ہے

نَحْنُ ہم	نَقُصُّ بیان کرتے ہیں	عَلَيْكَ تم پر	اَحْسَنَ بہت اچھا	الْقَصَصِ قصہ	بِمَآ اس لئے کہ	اَوْحَيْنَآ ہم نے بھیجا	اِلَيْكَ تمہاری طرف	
هٰذَا یہ	الْقُرْاٰنَ قرآن	وَاِنْ اور تحقیق	كُنْتَ تو تھا	مِنْ قَبْلِهٖ اس سے قبل	لَمِنَ البتہ سے	الْغٰفِلِيْنَ بے خبر	اِذْ جب	قَالَ کہا
يُوْسُفُ یوسف	لِاَبِيْهِ اپنے باپ سے	يٰٓاَبَتِ اے میرے باپ	اِنِّيْ بیشک میں	رَاَيْتُ میں نے دیکھا	اَحَدَ عَشَرَ گیارہ	كَوْكَبًا ستارے		
وَالشَّمْسَ اور سورج	وَالْقَمَرَ اور چاند	رَاَيْتُهُمْ میں نے نہیں دیکھا	لِيْ اپنے لئے	سٰجِدِيْنَ سجدہ کرتے	قَالَ اس نے کہا	يٰبُنَيَّ اے میرے بیٹے		
لَا تَقْصُصْ نہ بیان کرنا	رُءْيَاكَ اپنا خواب	عَلٰٓى پر	اِخْوَتِكَ اپنے بھائی	فَيَكِيْدُوْا وہ چال چلیں گے	لَكَ تیرے لئے	كَيْدًا کوئی چال		
اِنَّ بیشک	الشَّيْطٰنَ شیطان	لِلْاِنْسَانِ انسان کیلئے	عَدُوٌّ دشمن	مُّبِيْنٌ کھلا				

احسن القصص

گذشتہ ابتدائی آیات میں قرآن کریم کی حقانیت اور اس کا عربی زبان میں نازل ہونا بیان فرمایا گیا تھا اب ان آیات میں پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب فرمایا جاتا ہے اور ارشاد ہوتا ہے کہ وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں آپ پر نازل ہوتی ہے ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین طرز میں آپ کو سناتے ہیں جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح آپ بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کتب تاریخ اور انجیل میں پہلے سے مذکور تھا۔ مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و موثر انداز میں بیان فرمایا کہ جس سے نہایت اعلیٰ نتائج کی رہنمائی ہوتی ہے اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب کھول دیئے۔ قرآن عزیز نے یوسف علیہ السلام کے واقعہ کو احسن القصص کہا ہے اس لئے کہ اس ایک واقعہ میں جس قدر عبرت و موعظت نصائح اور تذکیر و پند موجود ہیں۔ دوسرے کسی واقعہ میں یکجا موجود نہیں ہیں مثلاً یہ کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اسے محروم نہیں کر سکتا۔ صبر و استقامت دنیوی و اخروی

کامیابی کی کلید ہے۔ حسد اور عداوت کا انجام خذلان اور نقصان کے سوا کچھ نہیں۔ عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتا ہے اخلاقی شرافت عفت اور پاکدامنی موجب عزت اور رفعت ہے اور انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخر کار معزز بنا دیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔

بچپن میں حضرت یوسفؑ کا خواب دیکھنا

یوسف علیہ السلام کے قصہ کی ابتداء اس طرح ہوتی ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اپنے بچپن کے زمانہ میں ایک خواب دیکھا جس کو انہوں نے اپنے والد حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیان کیا۔ خواب حضرت یوسف علیہ السلا نے یہ بیان کیا کہ گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے ہیں اور پست ہو رہے ہیں اور مجھے سجدہ کر رہے ہیں حضرت یعقوب علیہ السلام نے چہیتے بیٹے کا یہ خواب سنا تو سختی کے ساتھ ان کو منع کر دیا کہ اپنا یہ خواب کسی کے سامنے نہ دہرانا۔ ایسا نہ ہو کہ اس کو سن کر تمہارے بھائی برائی کے ساتھ پیش آئیں کیونکہ شیطان انسان کے پیچھے لگا ہے وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تمہارے خلاف اکسادے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہر حال خاندان نبوت میں سے تھے ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ ستارہ گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت میں یوسف علیہ السلام کی عظمت شان کے سامنے سر جھکائیں گے۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حقیقی بھائی تو ایک ''بنیامین'' تھے۔ باقی دس بھائی سوتیلے تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر ان کے سوتیلے بھائی دل ہی دل میں کڑھتے تھے اب انہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ ان کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوش حسد سے آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسا حرکت کر گزریں جو یوسف کی اذیت کا سبب ہو اس لئے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرما دیا کہ بنیامین کے سامنے بھی ذکر نہ کریں گو اس حقیقی بھائی سے کچھ برائی کا اندیشہ نہ تھا لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سن کر بے احتیاطی سے دوسرے بھائیوں کے سامنے تذکرہ کر دیتے۔

خواب کے متعلق ضروری ہدایات

حضرت یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام کو اپنا خواب بھائیوں کے سامنے بیان کرنے سے منع فرمایا۔ اس سے معلوم ہوا کہ خواب ایسے شخص کے سامنے بیان نہ کرنا چاہئے جو اس کا خیر خواہ اور ہمدرد نہ ہو اور نہ ایسے شخص کے سامنے جو تعبیر خواب میں ماہر نہ ہو یعنی خواب کا ہر شخص سے بیان کرنا درست نہیں۔ جامع ترمذی میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سچا خواب نبوت کے چالیس اجزاء میں سے ایک جز ہے اور خواب معلق رہتا ہے جب تک کہ کسی سے بیان نہ کیا جائے جب بیان کر دیا گیا اور سننے والے نے کوئی تعبیر دے دی تو تعبیر کے مطابق واقع ہو جاتا ہے۔ اس لئے چاہئے کہ خواب کسی سے بیان نہ کرے بجز اس شخص کے کہ جو عالم و عاقل ہو یا کم از کم اس کا دوست اور خیر خواہ ہو۔

ان آیات سے یہ معلوم ہوا کہ جس خواب کی کوئی بات تکلیف و مصیبت کی نظر آئے وہ کسی سے بیان نہ کرے تو روایات حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ممانعت محض شفقت اور ہمدردی کی بناء پر ہے۔

تفسیر قرطبی میں ہے کہ یوسف علیہ السلام کے اس خواب کی تعبیر چالیس سال بعد ظاہر ہوئی۔ اس سے معلوم ہوا کہ تعبیر کا فوراً ظاہر ہونا کچھ ضروری نہیں۔ اس لئے اگر کسی سے بیان کر دے تو کوئی گناہ نہیں۔

چند معاشرتی آداب

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ مسلمان کو دوسرے کے شر سے بچانے کے لے اس کی کسی بری خصلت یا نیت کا اظہار کر دینا جائز ہے۔ یہ غیبت میں داخل نہیں مثلاً کسی شخص کو معلوم ہو جائے کہ فلاں آدمی کسی دوسرے آدمی کے گھر میں چوری کرنے یا اس کو قتل کرنے کا منصوبہ بنا رہا ہے تو اس کو چاہیئے کہ اس شخص کو باخبر کر دے۔ یہ غیبت حرام میں داخل نہیں جیسا کہ یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے اس کا اظہار کر دیا کہ بھائیوں سے ان کی جان کا خطرہ ہے۔

ان آیات سے یہ بھی معلوم ہوا کہ جس شخص کے متعلق یہ احتمال ہو کہ ہماری خوشحالی اور نعمت کا ذکر سنے گا تو اس کو حسد ہوگا اور نقصان پہنچانے کی فکر کرے گا تو اس کے سامنے اپنی نعمت دولت وعزت وغیرہ کا ذکر نہ کرے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے:

''اپنے مقاصد کو کامیاب بنانے کیلیئے ان کو راز میں رکھنے سے مدد حاصل کرو کیونکہ دنیا میں ہر صاحب نعمت سے حسد کیا جاتا ہے۔''

یوسفؑ کے بھائی پیغمبر نہ تھے

ان آیات اور بعد کی آیات سے جن میں حضرت یوسف علیہ السلام کو قتل کرنے یا کنوئیں میں ڈالنے کا مشورہ اور اس پر عمل مذکور ہے یہ بھی واضح ہوگیا کہ یوسف علیہ السلام کے بھائی اللہ کے نبی اور پیغمبر نہ تھے ورنہ قتل یوسف کا مشورہ اور پھر ان کو ضائع کرنے کی تدبیر اور باپ کی نافرمانی کا عمل ان سے نہ ہوتا کیونکہ انبیاء علیہم السلام کا سب گناہوں سے پاک ہونا اور معصوم ہونا ضروری ہے۔ بعض کتابوں میں (کتاب طبری میں) جو ان کو انبیاء کہا گیا ہے وہ صحیح نہیں۔

دعا کیجئے

اچھے اور نیک خواب جو حق تعالیٰ کی ایک نعمت ہے وہ ہم کو بھی نصیب فرمائیں اور حاسدوں کے شر اور دشمنوں کی عداوتوں سے ہماری حفاظت فرمائیں یا اللہ! شیطان کی دشمنی اور مکروفریب سے ہم کو اپنی پناہ میں رکھئے اور اس کی چالوں سے ہم کو محفوظ رکھئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَأْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى

اور اسی طرح تمہارا رب تم کو منتخب کرے گا۔ اور تم کو خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ اور تم پر اور یعقوب کے خاندان پر اپنا انعام کامل کرے گا۔

اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝۶

جیسا اس کے قبل تمہارے دادا پردادا یعنی ابراہیم (علیہ السلام) اور اسحق (علیہ السلام) پر اپنا انعام کامل کر چکا ہے واقعی تمہارا رب بڑا علم و حکمت والا ہے۔

لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝۷

یوسف کے اور اُن کے بھائیوں کے قصہ میں دلائل موجود ہیں جو پوچھتے ہیں

وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	يَجْتَبِيْكَ چُن لے گا تجھے	رَبُّكَ تیرا رب	وَيُعَلِّمُكَ اور سکھائے گا تجھے	مِنْ سے	تَأْوِيْلِ انجام نکالنا	الْاَحَادِيْثِ باتیں
وَيُتِمُّ اور مکمل کریگا	نِعْمَتَهٗ اپنی نعمت	عَلَيْكَ تجھ پر	وَ اور	عَلٰٓى پر	اٰلِ يَعْقُوْبَ یعقوبؑ کے گھر والے	كَمَا جیسے	اَتَمَّهَا اس نے اسے پورا کیا
عَلٰٓى پر	اَبَوَيْكَ تیرے باپ دادا	مِنْ قَبْلُ اس سے پہلے	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیم	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰق	اِنَّ بیشک	رَبَّكَ تیرا رب	عَلِيْمٌ علم والا
حَكِيْمٌ حکمت والا	لَقَدْ كَانَ بیشک ہیں	فِيْ میں	يُوْسُفَ یوسف	وَاِخْوَتِهٖ اور اسکے بھائی	اٰيٰتٌ نشانیاں	لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ پوچھنے والوں کیلئے

حضرت یوسفؑ کے لئے بچپن ہی میں نبوت اور خصوصی علم ملنے کی بشارت

حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب کو سن کر آپ کے والد حضرت یعقوب علیہ السلام نے سمجھ لیا تھا کہ اللہ تعالیٰ ان کو وہ عزت اور بلندی عطا فرمائے گا کہ جو سب ان کے بھائی اور گھرانے والے ان کے مطیع اور ماتحت ہوں گے۔ اس لئے ایک ہدایت تو یوسف علیہ السلام کو یہ دی کہ اپنا خواب کسی بھائی سے بیان نہ کریں۔ اب حضرت یعقوب علیہ السلام مزید بشارت یوسف علیہ السلام کو دے رہے ہیں جس کا بیان ان آیات میں کیا گیا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے حضرت یوسف علیہ السلام سے کہا کہ جس طرح تمہیں اللہ نے ایسا اچھا خواب دکھلایا۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ اپنی بارگاہ میں تم کو خصوصی قرب عطا فرمائے گا۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کو نبوت عطا ہوئی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں نصیب ہوئیں اور یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تم کو علوم دقیقہ مثلاً خوابوں کی تعبیر کا علم دے گا۔ یعنی خواب سن کر اس کے اجزاء کو ذہانت اور فراست سے سمجھ کر اس کی تعبیر کی تہ تک پہنچنے اور اس کے نتائج کو فوراً پرکھ لینے کی سمجھ عطا کرے گا اور اخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں بھی عطا فرمائے گا یعنی نبوت کے ساتھ بادشاہت میں بھی حصہ دے گا اور شدائد و سختیوں سے نجات دے کر خوشحالی اور فارغ البالی کی زندگی عطا فرمائے گا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے یہ بھی فرمایا کہ فقط تجھے ہی اللہ تعالیٰ اپنے انعامات سے سرفراز نہیں فرمائے گا بلکہ میری دوسری نسل کو گوناگوں نعمتیں مرحمت کرے گا۔ جس طرح تیرے اسلاف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کو نوازا تھا۔ یہاں حضرت یعقوب علیہ السلام نے صرف حضرت ابراہیم علیہ السلام اور حضرت اسحاق علیہ السلام کا تذکرہ فرمایا اور اپنا ذکر بوجہ انکسار نہیں کیا۔ حضرت

یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی حضرت یوسف علیہ السلام کے متعلق کیں تو غالباً اس کا کچھ حصہ تو حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے سمجھے ہونگے اور اس بات سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں اور مبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف علیہ السلام کے خصائل وحالات سے یا وحی الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔ پھر فرمایا کہ اے یوسف بیشک تیرا رب علیم و حکیم ہے۔ یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت اور استعداد سے باخبر ہے اور اپنی حکمت سے اسی کے موافق فیض پہنچاتا ہے۔

قصہ یوسف میں اہل مکہ کے لئے عبرت ونصیحت کا سامان

حضرت یعقوب علیہ السلام کی ان بشارتوں کے بعد جو آپ نے یوسفؑ کو دیں۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں کہ جو لوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں ان کے لئے یوسف علیہ السلام اور ان کے بھائیوں کی سرگذشت میں ہدایت وعبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔ اس قصہ کو سن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت وحکمت کا نقشہ جم جاتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود امی ہونے اور کسی کتاب یا معلوم سے علم ظاہری حاصل نہ کرنے کے ایسے تاریخی حالات کا انکشاف فرمارہے ہیں جن کے بیان کی بجز وحی الٰہی کے اور کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔ خصوصاً قریش مکہ کے لئے جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کررہے تھے۔ اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا اور از راہ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورہ کئے۔ طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں آخر ایک دن وہ آیا کہ یوسف علیہ السلام کی طرف نادم اور محتاج ہو کر آئے۔

یوسف علیہ السلام کو خدا نے دین ودنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور انہوں نے اپنے عروج اور اقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریا دلی سے سب کے قصور معاف کر دیئے ٹھیک اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پوری برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے۔ دکھ پہنچائے۔ حتیٰ کہ وطن چھوڑ جانے پر مجبور کیا لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہو کر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا اور چند سال کے بعد فتح مکہ کا وہ تاریخی دن آپہنچا۔ جب کہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات بعینہ حضرت یوسف علیہ السلام والے کلمات لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ فرما کر سب کو معاف فرمادیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی دین ودنیا کی نعمتوں سے ہم کو سرفراز فرما اور اپنی نعمتوں کا ہم کو حقیقی شکر گزار بندہ بن کر زندہ رہنا اور اسی طرح مرنا نصیب فرما۔

یا اللہ! آپ نے ہم کو قرآن جیسی کتاب اور نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم جیسے نبی عطا فرمائے ہیں تو ہم کو ان انعامات کی حقیقی وقعت اور قدر نصیب فرما اور جملہ قرآنی احکام پر ہم کو عمل پیرا ہونے کی توفیق عطا فرما آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

إِذْ قَالُوا لَيُوسُفُ وَأَخُوهُ أَحَبُّ إِلَىٰ أَبِينَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ إِنَّ أَبَانَا لَفِي ضَلَالٍ

وہ وقت قابل ذکر ہے جب کہ اُن کے بھائیوں نے گفتگو کی کہ یوسف اوران کے بھائی ہمارے باپ کو ہم سے زیادہ پیارے ہیں حالانکہ ہم ایک جماعت

مُّبِينٍ ۝٨ اقْتُلُوا يُوسُفَ أَوِ اطْرَحُوهُ أَرْضًا يَخْلُ لَكُمْ وَجْهُ أَبِيكُمْ وَتَكُونُوا مِن بَعْدِهِ

کی جماعت ہیں واقعی ہمارے باپ کھلی غلطی میں ہیں۔ یا تو یوسف کو قتل کرڈالو یا اُن کو کسی سرزمین میں ڈال آؤ تو تمہارے باپ کا رُخ تمہاری طرف ہو

قَوْمًا صَالِحِينَ ۝٩

جائے گا اور تمہارے سب کام بن جاویں گے۔

إِذْ جب	قَالُوا انہوں نے کہا	لَيُوسُفُ ضرور یوسف	وَ اور	أَخُوهُ اس کا بھائی	أَحَبُّ زیادہ پیارا	إِلَىٰ طرف	أَبِينَا ہمارا باپ	مِنَّا ہم سے
وَنَحْنُ جبکہ ہم	عُصْبَةٌ ایک جماعت	إِنَّ بیشک	أَبَانَا ہمارے باپ	لَفِي ضَلَالٍ البتہ غلطی میں	مُّبِينٍ صریح	اقْتُلُوا مار ڈالو	يُوسُفَ یوسف	
أَوْ یا	اطْرَحُوهُ اسے ڈال آؤ	أَرْضًا کسی سرزمین	يَخْلُ خالی ہوجائے	لَكُمْ تمہارے لئے	وَجْهُ منہ	أَبِيكُمْ تمہارے باپ	وَتَكُونُوا اور تم ہوجاؤ	
مِن سے	بَعْدِهِ اس کے بعد	قَوْمًا لوگ	صَالِحِينَ نیک					

حضرت یعقوب علیہ السلام کی اولاد
اوران میں یوسفؑ کی خصوصیت

ان آیات میں یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کا ذکر ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے یوسف علیہ السلام کو شامل کر کے ۱۲ لڑکے تھے۔ ان بارہ لڑکوں میں سے دس بڑے لڑکے حضرت یعقوب علیہ السلام کی پہلی زوجہ محترمہ حضرت لیاؔ کے بطن سے تھے۔ ان کی وفات کے بعد یعقوب علیہ السلام نے مرحومہ کی ہمشیرہ راحیل سے نکاح کرلیا۔ ان کے بطن سے دو لڑکے یعنی یوسف اور بنیامین پیدا ہوئے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ کے حقیقی بھائی صرف ایک بنیامین تھے۔ باقی دس سوتیلے بھائی یعنی باپ شریک تھے۔ یوسف علیہ السلام کی والدہ کا انتقال بھی ان کے بچپن ہی میں بنیامین کی ولادت کے ساتھ ہوگیا تھا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف اوران کے بھائی بنیامین سے زیادہ محبت فرماتے تھے کیونکہ یہ دونوں اپنے سب سوتیلے بھائیوں سے چھوٹے تھے۔ اوران کی والدہ کا انتقال ہوچکا تھا اور خاص کر حضرت یوسف علیہ السلام سے غیر معمولی محبت رکھتے تھے۔ علمائے مفسرین نے لکھا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کا یوسف علیہ السلام سے زیادہ اور خصوصی محبت کرنا محض حسن ظاہری کی وجہ سے نہ تھا بلکہ حسن صورت کے ساتھ حسن سیرت اور جمال نبوت وصدیقیت اور نور فہم وفراست اور نور عفت بھی اس کے ساتھ شامل تھا اوران محاسن وشمائل اور کمالات و فضائل میں کوئی بھائی شریک نہ تھا۔

حضرت یعقوبؑ کی حضرت یوسفؑ سے محبت

حضرت یعقوب علیہ السلام نور نبوت اور چشم بصیرت سے ان باطنی محاسن کو بھی دیکھتے تھے۔ اس لئے حضرت یوسفؑ ان کی نظر میں زیادہ محبوب تھے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام اپنے نور نبوت یا الہام ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ یوسفؑ کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ انہی کی ذات سے وابستہ ہونے والا

ہے۔ یوسفؑ میں نبوت وصدیقیت کے آثار نمایاں تھے اس لئے یعقوب علیہ السلام ان کی طرف زیادہ مائل تھے کیونکہ جانتے تھے کہ یہ خدا کا برگزیدہ پیغمبر ہونے والا ہے۔ تو اگرچہ حضرت یوسفؑ اپنے باطنی فضائل وشمائل کی وجہ سے یعقوب علیہ السلام کی نظر میں زیادہ محبوب تھے مگر عملی طور پر حقوق فرزندیت کے اعتبار سے معاملہ سب بیٹوں کے ساتھ یکساں تھا اور پورے پورے عدل وانصاف کے ساتھ تھا۔ یہ کہیں قرآن وحدیث سے ثابت نہیں کہ یعقوب علیہ السلام نے یوسف علیہ السلام اور بنیامین کو دوسرے بھائیوں پر حقوق واجبہ میں یا کسی ایسے امر میں ترجیح دی ہو جوان کے اختیار میں ہو اور محبت جس کی حقیقت میلان طبعی ہے وہ امر اختیاری نہیں اس میں عدل ومساوات ناممکن ہے اور نہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو اس کا مکلف بنایا ہے اگر کوئی باپ اپنے کسی عالم اور متقی پرہیزگار دیندار بیٹے کو بہ نسبت غیر عالم بیٹے کے زیادہ محبوب رکھے تو باپ پر یہ الزام رکھنا کہ آپ اس عالم اور متقی بیٹے سے زیادہ محبت میں غلطی پر ہیں یہ صریح غلطی ہے۔ اولاد میں اور بیویوں میں طبعی میلان ومحبت کے اعتبار سے "مساوات عادۃً" ناممکن نظر آتی ہے۔

بھائیوں کا یوسفؑ اور بنیامین سے حسد

جب دسوں سوتیلے بھائیوں نے دیکھا کہ باپ کی نظر عنایت و محبت یوسفؑ کی طرف زیادہ ہے تو آپس میں یہ کہنے لگے کہ ہمارے والد کو بہ نسبت ہمارے یوسفؑ اور اس کے حقیقی بھائی بنیامین سے زیادہ محبت ہے اور وہ ہمارے باپ کو زیادہ محبوب ہیں۔ حالانکہ ہم دس ہیں اور ان سے بڑے ہیں۔ باپ کو ہر طرح سے راحت وآرام پہنچا سکتے ہیں۔ اور جو تکلیف پیش آئے اس کو دور کر سکتے ہیں اور ہر کام کے لئے کافی ہیں۔ گھر کی دیکھ بھال اور کام کاج کی قوت رکھتے ہیں اور یہ دونوں چھوٹے بچے ہیں نوعمری کی وجہ سے ان سے یہ باتیں ممکن نہیں۔ لہذا قاعدہ کے مطابق محبت ہم سے زیادہ ہونی چاہئے پھر اگر زیادہ نہ ہوتی تو خیر برابر ہی ہوتی۔ ہمارے والد کو اس کا خیال کرنا اور ہم سے زیادہ محبت کرنا چاہئے تھا مگر انہوں نے اس معاملہ میں کھلی ہوئی بے انصافی کر رکھی ہے کہ اپنے نفع اور نقصان کا ان کو صحیح اندازہ نہیں۔

حضرت یوسف کے قتل کے لئے بھائیوں کا باہمی مشورہ

سوتیلے بھائیوں میں رشک وحسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی اور آخر میں آپس میں مشورہ کیا کہ یوسفؑ کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد کی خصوصی محبت اور توجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں اس لئے یوسف کا قصہ ہی یہاں ختم کر دینا چاہئے۔ اگر یہ باپ کی نظروں سے دور ہو جائے تو پھر ہمارا معاملہ درست ہو سکتا ہے اور ممکن ہے کہ اسی درمیان میں ان کو کسی طرح یوسف علیہ السلام کے خواب کی بھی خبر ہو گئی ہو اس لئے مشورہ کیا کہ کوئی تدبیر ایسی کرنی چاہئے کہ یوسف باپ کے سامنے نہ رہے خواہ قتل کر دو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آسکے اور باپ وہاں تک نہ پہنچ سکیں۔ دونوں صورتوں میں جب یوسف باپ سے جدا ہو جائے گا اور یہاں نہ ہوگا تو باپ کی ساری توجہ اور مہربانیوں اور شفقت وعنایت کے تنہا ہم ہی حق دار رہ جائیں گے۔ بنیامین یعنی حضرت یوسفؑ کے چھوٹے بھائی کے معاملہ کو غالباً ان کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی اس لئے ان کے متعلق کچھ خیال نہ کیا۔ الغرض دسوں سوتیلے بھائیوں نے یہ سوچا کہ یوسف کا اس طرح خاتمہ ہو تو یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے اور باپ کا دست شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا اور ہم باپ کے منظور نظر ہو جائیں گے اور قتل کے بعد باپ سے عذر و معذرت کر کے پھر ویسے ہی ہو جائیں گے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ السَّيَّارَةِ اِنْ

اُنہیں میں سے ایک کہنے والے نے کہا کہ یوسف کو قتل مت کرو اور ان کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دو تا کہ اُن کو کوئی راہ چلتا نکال لے جائے اگر تم کو

كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ۝١٠ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ لَنٰصِحُوْنَ ۝١١ اَرْسِلْهُ

کرنا ہے سب نے کہا کہ ابا اس کی کیا وجہ ہے کہ یوسف کے بارہ میں آپ ہمارا اعتبار نہیں کرتے حالانکہ ہم ان کے خیر خواہ ہیں آپ ان کو کل کے روز

مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ۝١٢ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْٓ اَنْ تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ

ہمارے ساتھ بھیجئے کہ ذرا وہ کھاویں کھیلیں ہم اُن کی پوری حفاظت رکھیں گے۔ یعقوبؑ نے فرمایا کہ مجھ کو یہ بات غم میں ڈالتی ہے کہ تم اسکو لے جاؤ اور

اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ۝١٣ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ وَنَحْنُ عُصْبَةٌ

میں یہ اندیشہ کرتا ہوں کہ اسکو کوئی بھیڑیا کھا جائے اور تم اس سے بے خبر رہو۔ وہ بولے کہ اگر ان کو کوئی بھیڑیا کھا جاوے اور ہم ایک جماعت کی جماعت

اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ۝١٤

ہوں تو ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے۔

قَالَ کہا	قَآئِلٌ ایک کہنے والا	مِّنْهُمْ ان سے	لَا تَقْتُلُوْا نہ قتل کرو	يُوْسُفَ یوسف	وَاَلْقُوْهُ اور اُسے ڈال آؤ	فِيْ میں	غَيٰبَتِ اندھا	الْجُبِّ کنواں
يٰٓاَبَانَا اے ہمارے ابا	قَالُوْا کہنے لگے	كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ تم کرنیوالے ہو	اِنْ اگر	السَّيَّارَةِ چلتا مسافر	بَعْضُ کوئی	يَلْتَقِطْهُ اٹھالے اس کو		
لَنٰصِحُوْنَ البتہ خیر خواہ	لَهٗ اس کے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	يُوْسُفَ یوسف	عَلٰى پر	لَا تَاْمَنَّا تو ہمارا اعتبار نہیں کرتا	مَا لَكَ کیا ہوا تجھے		
لَحٰفِظُوْنَ البتہ محافظ	لَهٗ اسکے	وَاِنَّا اور بیشک ہم	وَيَلْعَبْ اور کھیلے کودے	يَّرْتَعْ وہ کھائے	غَدًا کل	مَعَنَا ہمارے ساتھ	اَرْسِلْهُ اسے بھیج دے	
اَنْ کہ	وَاَخَافُ اور میں ڈرتا ہوں	بِهٖ اسے	تَذْهَبُوْا تم لے جاؤ	اَنْ کہ	لَيَحْزُنُنِيْٓ غمگین کرتا ہے	اِنِّيْ بیشک مجھے	قَالَ اس نے کہا	
اَكَلَهُ اسے کھا جائے	لَئِنْ اگر	قَالُوْا وہ بولے	غٰفِلُوْنَ بے خبر	عَنْهُ اس سے	وَاَنْتُمْ اور تم	الذِّئْبُ بھیڑیا	يَّاْكُلَهُ اسے کھا جائے	
الذِّئْبُ بھیڑیا	وَنَحْنُ اور ہم	عُصْبَةٌ ایک جماعت	اِنَّآ بیشک ہم	اِذًا اس صورت میں	لَّخٰسِرُوْنَ زیاں کار			

منصوبہ کی تیاری

گزشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام کے سوتیلے بھائیوں کو رشک وحسد پیدا ہوا اور یوسف علیہ السلام کے خلاف سازش ہونے لگی۔ چنانچہ ان سب بھائیوں نے جمع ہو کر یوسف علیہ السلام کے خلاف مشورہ کیا۔ کسی نے کہا کہ ان کو قتل کر دو لیکن سب سے بڑے بھائی نے کہا کہ قتل کرنا تو بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بغیر اس کے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اس کو بستی سے دور کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو۔ جس سے غرض یہ تھی کہ عمداً قتل کرنے کا گناہ بھی اپنے سر نہ لیں اور ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کہ کوئی مسافر ادھر سے گزرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے جائے اس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خون ناحق میں ہاتھ نہ رنگنے پڑیں گے۔

حضرت یعقوبؑ سے برادران یوسف کی مکارانہ درخواست

جب سب بھائیوں نے یہ مشورہ طے کرلیا کہ یوسف کو ساتھ لے جائیں اور کسی غیر آباد کنوئیں میں ڈال آئیں۔ چنانچہ اس مشورہ پر اتفاق کر لینے کے بعد اپنے والد کو دھوکہ دینے کے لئے سب مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام کے پاس آئے۔ اور کہتے ہیں کہ اباجی آخر کیا بات ہے کہ جو آپ ہمیں یوسف کے بارہ میں امین نہیں جانتے؟ ہم تو اس کے بھائی ہیں۔ اس کی خیر خواہی ہم سے زیادہ کون کرسکتا ہے۔ ان کی ان باتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ شاید پہلے بھی وہ کچھ اس قسم کی درخواستیں کر چکے تھے مگر حضرت یعقوب علیہ السلام کا دل ان کے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔ الغرض سب بھائیوں نے مل کر حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہا کہ یوسف کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ آخر ہم گھر بھر کی بکریاں جانور چراتے ہیں دن بھر جنگل کی تازی ہوا کھاتے ہیں۔ آپ ہیں کہ یوسف کو کبھی اپنی آنکھ سے اوجھل ہی نہیں ہونے دیتے۔ اسے پھرنے چلنے کھیلنے کودنے کا کوئی موقع ہی نہیں دیتے۔ بچوں کو روز نہیں تو کبھی کبھی تو آزادی کے ساتھ کھیلنا کودنا چاہئے۔ یوسف کے قویٰ خالی گھر میں پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ اس کو ہمارے ساتھ جنگل بھیج دیجئے۔ وہاں جنگل کے پھل و میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف کو ساتھ لے جانے کی پرزور درخواست کی اور اطمینان دلایا کہ ہم برابر اس کی حفاظت کریں گے۔

حضرت یعقوب علیہ السلام کا اندیشہ

حضرت یعقوب علیہ السلام نے ان کے اصرار کے جواب میں فرمایا کہ یوسف کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے اس پر یہ خوف مزید رہا کہ یوسف بچہ ہے تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ یعقوب علیہ السلام کو بھیڑیئے کا خطرہ یا تو اس وجہ سے ہوا کہ کنعان میں بھیڑیوں کی کثرت تھی اور یا اس وجہ سے کہ انہوں نے خواب میں دیکھا تھا کہ وہ کسی پہاڑی کے اوپر ہیں اور یوسف اس کے دامن میں نیچے ہیں۔ اچانک دس بھیڑیوں نے انہیں گھیر لیا اور ان پر حملہ کرنا چاہا مگر ایک بھیڑیئے ہی نے مدافعت کر کے چھڑا دیا۔ پھر یوسف زمین کے اندر چھپ گئے۔ جس کی تعبیر بعد میں اس طرح ظاہر ہوئی کہ دس بھیڑیئے یہ دس بھائی تھے اور جس بھیڑیئے نے مدافعت کر کے ان کو ہلاکت سے بچایا وہ سب سے بڑا بھائی تھا اور یوسف کا زمین میں چھپ جانا کنوئیں کی گہرائی سے تعبیر تھی۔

حضرت عبداللہ بن عباسؓ سے ایک روایت میں منقول ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو اس خواب کی بناء پر خود ان بھائیوں سے خطرہ تھا۔

برادران یوسف کا جھوٹی تسلی و تشفی دینا

مفسرین نے لکھا ہے کہ اس جنگل میں بھیڑیئے بھی کثرت سے تھے اور حضرت یعقوب علیہ السلام کی اسی بات کو انہوں نے لے لیا اور دماغ میں بسالیا کہ یہی ٹھیک عذر ہے۔ یوسف کو الگ کر کے باپ کے سامنے یہی گھڑنت گھڑ دینگے۔ چنانچہ اسی وقت بات بنائی اور جواب دیا کہ ابا آپ نے بھلا فکر کیا ہمارے جیسی طاقت ور جماعت کی موجودگی میں بھیڑیا کھا جائے تو سمجھئے کہ ہم بالکل ہی گئے گزرے ہوئے اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا۔ کہ ہم دس تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے ایک کمزور بچہ بھیڑیئے کے منہ میں پہنچ جائے۔ گویا یہ ممکن نہیں اگر ایسا ہو جائے تو ہم سب بیکار نکلے۔ عاجز اور نقصان والے ہی ہوئے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

فَلَمَّا ذَهَبُوا بِهِ وَأَجْمَعُوا أَنْ يَجْعَلُوهُ فِي غَيَابَتِ الْجُبِّ ۚ وَأَوْحَيْنَا إِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِأَمْرِهِمْ

سو جب اُن کو لے گئے اور سب نے پختہ عزم کرلیا کہ اُن کو کسی اندھیرے کنویں میں ڈال دیں۔ اور ہم نے اُن کے پاس وحی بھیجی کہ تم ان لوگوں کو یہ بات جتلاؤ گے

هَٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُونَ ﴿١٥﴾ وَجَاءُوا أَبَاهُمْ عِشَاءً يَبْكُونَ ﴿١٦﴾ قَالُوا يَا أَبَانَا إِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ

اور وہ تم کو پہچانیں گے بھی نہیں۔ اور وہ لوگ اپنے باپ کے پاس عشاء کے وقت روتے ہوئے پہنچے۔ کہنے لگے ابا ہم سب تو آپس میں دوڑنے میں لگ گئے

وَتَرَكْنَا يُوسُفَ عِنْدَ مَتَاعِنَا فَأَكَلَهُ الذِّئْبُ ۖ وَمَا أَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَنَا وَلَوْ كُنَّا صَادِقِينَ ﴿١٧﴾

اور یوسف کو ہم نے اپنی چیز بست کے پاس چھوڑ دیا بس ایک بھیڑیا اُن کو کھا گیا اور آپ تو ہمارا کاہے کو یقین کرنے لگے گو ہم کیسے ہی سچے ہوں۔

وَجَاءُوا عَلَىٰ قَمِيصِهِ بِدَمٍ كَذِبٍ ۚ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ أَنْفُسُكُمْ أَمْرًا ۖ فَصَبْرٌ جَمِيلٌ ۖ

اور یوسف کی قمیص پر جھوٹ موٹ کا خون بھی لگالائے تھے۔ یعقوبؑ نے فرمایا بلکہ تم نے اپنے دل سے ایک بات بنالی ہے سو صبر ہی کروں گا جس میں شکایت کا

وَاللَّهُ الْمُسْتَعَانُ عَلَىٰ مَا تَصِفُونَ ﴿١٨﴾

نام نہ ہوگا اور جو باتیں تم بناتے ہوئے اُن میں اللہ ہی مدد کرے۔

فَلَمَّا پھر جب	ذَهَبُوا وہ لے گئے	بِهِ اس کو	وَأَجْمَعُوا اور انہوں نے اتفاق کرلیا	أَنْ يَجْعَلُوهُ کہ اسے ڈال دیں	فِي غَيَابَتِ میں اندھا		
الْجُبِّ کنواں	وَأَوْحَيْنَا اور ہم نے وحی بھیجی	إِلَيْهِ اس کی طرف	لَتُنَبِّئَنَّهُمْ کہ تو انہیں ضرور جتائے گا	بِأَمْرِهِمْ ان کا کام	هَٰذَا اس	وَهُمْ اور وہ	
لَا يَشْعُرُونَ نہ جانتے ہوں گے	وَجَاءُوا اور وہ آئے	أَبَاهُمْ اپنے باپ کے پاس	عِشَاءً اندھیرا پڑے	يَبْكُونَ روتے ہوئے	قَالُوا وہ بولے		
يَا أَبَانَا اے ہمارے ابا	إِنَّا ہم	ذَهَبْنَا دوڑنے گئے	نَسْتَبِقُ آگے نکلنے	وَتَرَكْنَا اور ہم نے چھوڑ دیا	يُوسُفَ یوسف	عِنْدَ پاس	مَتَاعِنَا اپنا اسباب
فَأَكَلَهُ تو اسے کھا گیا	الذِّئْبُ بھیڑیا	وَمَا اور نہیں	أَنْتَ تو	بِمُؤْمِنٍ باور کرنے والا	لَنَا ہم پر	وَلَوْ كُنَّا اور خواہ ہوں ہم	صَادِقِينَ سچے
وَجَاءُوا اور وہ آئے	عَلَىٰ پر	قَمِيصِهِ اس کی قمیص	بِدَمٍ خون کے ساتھ	كَذِبٍ جھوٹا	قَالَ اس نے کہا	بَلْ بلکہ	سَوَّلَتْ بنالی
لَكُمْ تمہارے لئے	أَنْفُسُكُمْ تمہارے دل	أَمْرًا ایک بات	فَصَبْرٌ پس صبر	جَمِيلٌ اچھا	وَاللَّهُ اور اللہ	الْمُسْتَعَانُ مدد چاہتا ہوں	
عَلَىٰ پر	مَا تَصِفُونَ جو تم بیان کرتے ہو						

بھائیوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں میں گرا دینا

گذشتہ درس میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے کہہ سن کر حضرت یوسفؑ کو ان کے سوتیلے بھائی جنگل سیر و تفریح کرانے کے بہانے سے اپنے ہمراہ لے گئے۔ اب آگے کیا صورت حال ہوئی۔ یہ ان آیات میں بتلایا گیا ہے۔

علامہ ابن کثیرؒ نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ باپ کے آنکھوں سے ہٹتے ہی ان سب بھائیوں نے یوسف کو ایذائیں دینی شروع کردیں۔ مارتے پیٹتے برا بھلا کہتے اس کنوئیں کے پاس پہنچے اور ہاتھ پاؤں رسی سے جکڑ کر کنوئیں میں گرانا چاہا۔ آپ ایک ایک کے دامن سے چمٹتے

ہیں اور ایک ایک سے رحم کی درخواست کرتے ہیں لیکن ہر ایک جھڑک دیتا ہے اور دھکا دے کر مار پیٹ کر ہٹا دیتا ہے۔ مایوس ہو گئے سب نے مل کر مضبوط باندھا اور کنوئیں میں لٹکا دیا۔ آپ نے کنوئیں کا کنارہ ہاتھ سے تھام لیا لیکن بھائیوں نے انگلیوں پر مار مار کر اسے بھی ہاتھ سے چھڑا دیا۔ کنوئیں میں آدھی دور آپ پہنچے ہوں گے کہ انہوں نے رسی کاٹ دی۔ آپ تہ میں جا گرے۔ کنوئیں کے درمیان ایک پتھر تھا جس پر آپ کھڑے ہو گئے۔

کنوئیں میں پہنچتے ہی وحی الٰہی کا نزول

عین اس مصیبت، سختی اور تنگی کے وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کی جانب وحی کی کہ آپ کا دل مطمئن ہو جائے آپ صبر وسہار سے کام لیں اور انجام کا آپ کو علم ہو جائے۔ یہ وحی بطریق الہام تھی یا فرشتہ کے ذریعہ اس کی تفصیل قرآن پاک میں نہیں۔ بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ جب ابراہیم علیہ السلام آگ میں پھینکے گئے تھے تو ان کے لئے ایک بہشتی لباس آیا تھا۔ یہ لباس تبرکات کے ساتھ حضرت یعقوب علیہ السلام کو ملا۔ آپ نے یوسف علیہ السلام کے گلے میں تعویذ کی طرح ڈال دیا تھا۔ بھائیوں نے کنوئیں میں ڈالتے وقت آپ کے کرتے کو اتار لیا تھا کہ اسے خون سے آلودہ کر کے باپ کو دکھائیں گے۔ ننگے بدن آپ کو کنوئیں میں ڈالا تو جبرئیل امین آئے اور حضرت ابراہیمؑ والا پیراہن جو تعویذ کی طرح گلے میں لٹکا تھا اسے کھول کر پہنایا اور مراتب عالیہ کی بشارتیں سنائیں اور بتلایا کہ آپ کے بھائی مجبور اور مطیع ہو کر آپ کے پاس آویں گے۔ حضرت یعقوب اور حضرت یوسف علیہما السلام میں باہمی مفارقت کے متعدد وجوہ مذکور ہوئے ہیں جو احتیاطاً ترک کئے جاتے ہیں اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے خاصان کے مصائب انتقام کے لئے نہیں بلکہ انعام کے لئے ہوتے ہیں تو حق تعالیٰ کی طرف سے یوسف علیہ السلام کو وحی ہوئی کہ گھبراؤ نہیں۔ ایک دن ایسا آئے گا کہ یہ سب کارروائیاں تم ان کو یاد دلاؤ گے اور اس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے اور انہیں خبر بھی نہ ہو گی کہ یہ جو ہم سے بول رہا ہے یہی یوسف ہے۔ چنانچہ آگے چل کر معلوم ہو گا کہ کس طرح حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو مصر کی بادشاہت عطا کی اور کس طرح آپ کے بھائی سائل بن کر آپ کے دربار میں پہنچے۔

برادران یوسف بھائی کی قمیص کو خون آلود کر کے اور روتے پیٹتے باپ کے پاس

الغرض یوسف علیہ السلام کو کنوئیں میں ڈال کر اب سب بھائیوں نے گھر کی طرف واپسی کا ارادہ کیا۔ گویا گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی تاریکی ان کی سنگدل اور جھوٹی آہ وبکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ جب اندھیرا چھا گیا تو ان بھائیوں نے گھر پہنچ کر رونا دھونا شروع کر دیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام رونے کی آواز سن کر گھبرا کر باہر نکلے اور پوچھا کہ کیا ہوا اور یوسف کہاں ہے؟ تو کہنے لگے کہ ابا جان کیا کہیں جنگل میں جا کر جی چاہا کہ بھاگیں دوڑیں۔ یوسف کو سامان کے پاس بٹھا دیا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیئے نے یوسف کو آدبوچا۔ اس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔ آپ تو یوسف کے معاملہ میں پہلے ہی سے ہماری طرف سے بدگمان ہیں۔ ہم لاکھ سچے ہوں مگر آپ ہمارا یقین کاہے کو کرنے لگے۔ یہ کہتے جاتے تھے اور روتے جاتے تھے۔ کم از کم رونے کی آواز تو بنا ہی رکھی تھی۔ اگر اندھیرا نہ ہوتا تو ان کا چہرہ بھی بتا دیتا یہ سب بناوٹی باتیں ہیں۔ پھر بھی کہانی صاف گھڑی ہوئی معلوم ہوتی تھی۔ اور ایک ڈھونگ یہ رچایا کہ یوسفؑ کی قمیص جو کنوئیں میں ڈالتے وقت ان کے بدن سے اتار لی تھی کسی جانور کو مار کر اس کے خون سے بھر لی تھی اور وہ جھوٹا خون آلود کرتہ پیش کر کے کہنے لگے کہ بھیڑیئے کے زخمی

کرنے سے یہ کرتا یوسف کا خون آلودہو گیا۔

حضرت یعقوب علیہ السلام پر سازش کا انکشاف اور آپ کا صبر کرنا

نادان یہ نہ سمجھے کہ بھیڑیا پکڑتا تو سب سے پہلے قمیص پھٹتی اس کے کیا معنی کہ بدن تو زخمی اور لہولہان ہو گیا لیکن قمیص پر ذرا بھی آنچ نہ آئی اور وہ بالکل صحیح سالم رہی۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے دیکھتے ہی کہہ دیا کہ یہ ساری کہانی تمہاری گھڑی ہوئی ہے اور یہ خون جھوٹا خون ہے۔ بعض تفاسیر میں ہے کہ یعقوب علیہ السلام کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہوگا جو یوسف کو تو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح سالم اتار کر رکھ گیا۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر سمجھ لیا کہ یہ سب ان کی سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال فرمایا کہ میں صبر جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہوگا نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو ان کی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔

مفسرین نے لکھا ہے کہ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کئے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہے گا اور ایک مدت معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں۔ یوسف ابھی ملیں گے نہیں۔ چنانچہ یعقوب علیہ السلام سمجھ گئے کہ یہ من جانب اللہ ایک ابتلا اور آزمائش ہے۔ ظالم کے ظلم پر اور ماکر کے مکر پر تو صبر ضروری نہیں مگر قضا و قدر پر صبر ضروری ہے۔ قضا و قدر کے مقابلہ میں کوئی تدبیر کارگر نہیں ہو سکتی۔ اس لئے اس وقت صبر جمیل ہی بہتر ہے اور صبر جمیل کے یہ معنی ہیں کہ جب کوئی مصیبت نازل ہو تو بندوں سے شکایت نہ کرے کہ یہ مصیبت مجھ پر کہاں سے آ گئی۔ اس لئے یعقوب علیہ السلام رو دھو کر خاموش بیٹھ گئے اور نہ یوسف کی جستجو میں پڑے اور نہ بیٹوں سے انتقام کا ارادہ فرمایا۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اس باپ بیٹے کے قصے سے مقصود یہ بتلانا ہے کہ دیکھو صبر جمیل ایسا ہوتا ہے۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسکین و تسلی

چنانچہ اس قصہ سے ایک طرف تو حضرت یعقوب اور یوسف علیہما السلام کے صبر و تحمل کا نقشہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھینچنا تھا تا کہ آپ کے قلب مبارک کو تسکین ہو اور معلوم ہو جائے کہ بعض وقت اپنے ہی بھائی بند اپنے ذاتی اغراض اور دلی جذبات کے تحت اپنے ہی عزیز بھائی کے جانی دشمن ہو جاتے ہیں اور اس کے ساتھ بدسلوکی پر کمر باندھ لیتے ہیں۔ پھر اس قصہ میں ان لوگوں کے لئے بھی تنبیہ موجود ہے جو جذبات میں پھنس کر اپنے ہی بھائیوں اور عزیزوں کے دشمن ہو جاتے ہیں۔ انہیں اس قصہ سے یہ سبق سیکھنا چاہئے کہ اس قسم کا سلوک کرنے والے آخر کار ذلیل و خوار ہوتے ہیں اور جن کو وہ ظلم و ستم سے دبانا بلکہ نیست و نابود کرنا چاہتے تھے وہ ہی انجام کار کامیاب ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ اسے عزت و شوکت عطا فرماتے ہیں۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ کو قرآن کریم کا جزو بنا کر ہمیشہ کے لئے محفوظ کر دیا تا کہ ہر زمانہ میں اس سے ظالم اور مظلوم دونوں سبق حاصل کرتے رہیں اور ظلم کے انجام سے غافل نہ ہوں۔ ظالم ظلم سے رکے اور مظلوم ہمت اور صبر سے کام لے اور یقین رکھے کہ ظالم آخر کار پست ہو کر رہے گا۔

دعا کیجئے: یا اللہ! ہم نہ ظالم، مظلوم ہوں۔ ظلم سے ہر طرح فارغ رہیں۔ یا اللہ! ہم کو زندگی کے ہر حال میں حق سے وابستہ رکھنا اور ناحق سے بچانا۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَجَآءَتْ سَیَّارَۃٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَھُمْ فَاَدْلٰی دَلْوَہٗ قَالَ یٰبُشْرٰی ھٰذَا غُلٰمٌ وَاَسَرُّوْہُ

اور ایک قافلہ آ نکلا اور اُنہوں نے اپنا آدمی پانی لانے کے واسطے بھیجا' اُس نے اپنا ڈول ڈالا' کہنے لگا کہ ارے بڑی خوشی کی بات ہے یہ تو بڑا اچھا لڑکا

بِضَاعَۃً وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَعْمَلُوْنَ ﴿۱۹﴾ وَشَرَوْہُ بِثَمَنٍ بَخْسٍ دَرَاھِمَ مَعْدُوْدَۃٍ وَکَانُوْا

نکل آیا اور اُن کو مال قرار دیکر چھپالیا۔ اور اللہ کو ان سب کی کارگزاریاں معلوم تھیں۔ اور ان کو بہت ہی کم قیمت کو بیچ ڈالا یعنی گنتی کے چند درہم کے عوض؛

فِیْہِ مِنَ الزَّاھِدِیْنَ ﴿۲۰﴾

اور وہ لوگ کچھ اُن کے قدردان تو تھے ہی نہیں

وَجَآءَتْ اور آیا	سَیَّارَۃٌ ایک قافلہ	فَاَرْسَلُوْا پس انہوں نے بھیجا	وَارِدَھُمْ اپنا پانی بھرنے والا	فَاَدْلٰی پس اس نے ڈالا	دَلْوَہٗ اپنا ڈول		
قَالَ اس نے کہا	یٰبُشْرٰی آہا	ھٰذَا یہ	غُلٰمٌ ایک لڑکا	وَاَسَرُّوْہُ اور اسے چھپالیا	بِضَاعَۃً مال تجارت سمجھ کر	وَاللّٰہُ اور اللہ	عَلِیْمٌ جاننے والا
بِمَا اسے جو	یَعْمَلُوْنَ وہ کرتے تھے	وَشَرَوْہُ اور انہوں نے اسے بیچ دیا	بِثَمَنٍ دام	بَخْسٍ کھوٹے	دَرَاھِمَ درہم	مَعْدُوْدَۃٍ گنتی کے	
وَکَانُوْا اور وہ تھے	فِیْہِ اس میں	مِنَ سے	الزَّاھِدِیْنَ بے رغبت				

قافلہ والوں کا حضرت یوسفؑ کو کنوئیں سے نکالنا

لکھا ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام تین روز تک کنوئیں میں رہے اور قدرت الٰہی نے ان کی حفاظت کی۔ بھائیوں نے کنوئیں میں تو ڈال دیا تھا لیکن ان کی خبر گیری برابر کرتے رہے کیونکہ وہ یہ تو نہیں چاہتے تھے کہ یہ مرجائیں۔ بلکہ ان کی دلی خواہش یہی تھی کہ کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے اس لئے حضرت یوسفؑ کو بھائی کنوئیں میں ڈال کر بے فکر نہیں ہوگئے تھے بلکہ روزانہ خیر خبر رکھتے تھے اور کچھ کھانا بھی پہنچاتے تھے۔

ایک دن مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ وہاں سے گزرا انہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا۔ اس نے ڈول کنوئیں میں ڈالا تو یوسف علیہ السلام چھوٹے تو تھے ہی ڈول میں ہو بیٹھے اور رسی اپنے ہاتھ سے پکڑ لی اب جو کھینچنے والے نے ڈول کھینچا تو یہ دیکھ کر کہ کنوئیں سے ایک خوبصورت حسین و جمیل لڑکا نکلا تو بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے۔ اچھی قیمت پر بکے گا۔ چنانچہ وہ کھینچنے والا ان کو قافلہ میں لایا مگر اس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا تاکہ اوروں کو خبر نہ ہو۔ اس لئے کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہوجائیں گے تو شاید اس نے یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تاکہ مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

بھائیوں کی سنگدلی کا ایک اور منظر کہ بھائی کو بیچ دیا

قدرت خداوندی یہ سب دیکھ رہی تھی کہ بھائی تو یوسفؑ کو بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کارروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا۔ لیکن اس کی مصلحت تاخیر میں تھی۔ اس لئے سب چیزوں کو جانتے ہوئے اور دیکھتے ہوئے انہیں ڈھیل دی گئی۔ اور اپنی تکوینی مصلحتوں و عظمتوں کے تحت ان کے منصوبوں کو چلنے دیا۔

برادران یوسف تو برابر کھوج میں لگے ہی تھے جب ان کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے یوسفؑ کو کنوئیں سے نکال لے گئے تو وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اس لئے ہم رکھنا نہیں چاہتے۔تم خرید وتو خرید سکتے ہو مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جاوے۔لکھا ہے کہ کل ۱۸ درہم میں بیچ ڈالا۔ اور نو سوتیلے بھائیوں نے دو دو درہم (جس کے تقریباً آٹھ آنہ ہمارے پاکستانی سکہ میں ہوتے ہیں بانٹ لئے) ایک سوتیلے بھائی نے حصہ نہیں لیا۔ اسی طرح اونے پونے بیچ کر اپنے سر سے بلا ٹالی اور قافلہ یوسف کو لے کر مصر کی طرف روانہ ہوا۔ان بھائیوں نے جو اس قدر سستا بیچ دیا تو یہ کوئی تعجب کی بات نہ تھی۔ وہ تو اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے۔ جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا۔لکھا ہے کہ حضرت یوسف نے بھی اپنے تئیں ظاہر نہ کیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ یہ قتل ہی کر دیں اس لئے چپ چاپ بھائیوں کے ہاتھوں آپ بک گئے اور قافلہ والے ان کو لے کر مصر پہنچے۔

حضرت یوسفؑ کا صبر

اب غور کیجئے کہ حضرت یوسفؑ کی زندگی کا یہ پہلو اپنے اندر کیسی عظمتیں پنہاں رکھتا ہے۔چھوٹی سی عمر ہے والدہ کا انتقال ہو چکا ہے۔باپ کی آغوش محبت تھی وہ بھی چھوٹی۔وطن چھوٹا' بھائیوں نے کیسی بے وفائی کی۔ آزادی کی جگہ غلامی نصیب ہوئی۔مگر ان تمام باتوں کے باوجود نہ شور وشیون ہے نہ ہائے واویلا۔ نہ جزع وفزع ہے نہ الحاح وزاری۔قسمت پر شاکر۔ مصائب پر صابر اور اللہ کے فیصلہ پر راضی برضا۔سر نیاز خم کئے مصر کے بازار میں فروخت ہونے جارہے ہیں۔اللہ اکبر۔

حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے تسلی

علامہ ابن کثیرؒ **واللہ علیم بما یعملون** یعنی اللہ تعالیٰ کو ان کی سب کارگزاریاں معلوم تھیں۔اس پر لکھتے ہیں کہ اس جملہ میں حق تعالیٰ کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی یہ ہدایت اور تسلی ہے کہ آپ کی قوم جو کچھ آپ کے ساتھ اس وقت کر رہی ہے یا کرے گی وہ سب اللہ کے علم وقدرت سے باہر نہیں۔اگر اللہ تعالیٰ چاہیں تو ایک آن میں سب کو بدل ڈالیں اور مخالفین ومعاندین کے کسی منصوبہ کو نہ چلنے دیں لیکن تقاضائے حکمت یہی ہے کہ ان لوگوں کو اس وقت اپنی قوت آزمائی کرنے دی جائے۔اور ان کے منصوبوں کو چلنے دیا جائے لیکن انجام کار آپ کو غالب کر کے حق کو غالب کیا جائے گا۔جیسا کہ یوسف علیہ السلام کے ساتھ کیا گیا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنی حکمت ورحمت پر ہم کو بھی یقین کامل نصیب فرما۔

یا اللہ! دنیا میں جو کچھ ہو رہا ہے یہ آپ کی مشیت ہی کے تحت ہو رہا ہے۔ظالموں نے ظلم پر جو کمر باندھ رکھی ہے اور مظلوموں نے جو آہ وبکا کر رکھی ہے یہ سب آپ کے علم میں ہے اور آپ کو قدرت ہے کہ آپ ایک سیکنڈ میں حالات بدل دیں مگر آپ کی حکمت جس امر کو مقتضی ہوتی ہے ویسے ہی حالات پیش آتے ہیں۔

یا اللہ! اپنی رحمت سے ہمارے ساتھ زندگی کے ہر لمحہ میں اپنی رحمت وشفقت کا ہی معاملہ فرما اور اپنے شکر گزار بندوں میں شامل ہونا نصیب فرما۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَقَالَ الَّذِی اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ وَلَدًا ؕ

اور جس شخص نے مصر میں اُن کو خریدا تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ اس کو خاطر سے رکھنا کیا عجب ہے کہ ہمارے کام آوے یا ہم اسکو بیٹا بنالیں

وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِی الْاَرْضِ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ غَالِبٌ

اور ہم نے اسی طرح یوسفؑ کو اس سرزمین خوب قوت دی اور تاکہ ہم اُن کو خوابوں کی تعبیر دینا بتلا دیں۔ اور اللہ تعالیٰ اپنے

عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا وَّعِلْمًا ؕ

کام پر غالب ہے ولیکن اکثر آدمی نہیں جانتے۔ اور جب وہ اپنی جوانی کو پہنچے ہم نے اُن کو حکمت اور علم عطا فرمایا

وَكَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾

اور ہم نیک لوگوں کواسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں۔

وَقَالَ اور بولا	الَّذِی وہ جو	اشْتَرٰىهُ اسے خریدا	مِنْ سے	مِصْرَ مصر	لِامْرَاَتِهٖٓ اپنی عورت کو	اَكْرِمِیْ مَثْوٰىهُ اسے عزت واکرام سے رکھ	
عَسٰى شاید	اَنْ کہ	يَنْفَعَنَا ہم کو نفع پہنچائے	اَوْ یا	نَتَّخِذَهٗ ہم اسے بنالیں	وَلَدًا بیٹا	وَكَذٰلِكَ اور اس طرح	مَكَّنَّا ہم نے جگہ دی
لِيُوْسُفَ یوسفؑ کو	فِی میں	الْاَرْضِ زمین	وَلِنُعَلِّمَهٗ اور تاکہ ہم اسے سکھائیں	مِنْ سے	تَاْوِيْلِ انجام نکالنا	الْاَحَادِيْثِ باتیں	وَاللّٰهُ اور اللہ
غَالِبٌ غالب	عَلٰٓى اَمْرِهٖ اپنے کام پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	وَلَمَّا اور جب	بَلَغَ پہنچ گیا
اَشُدَّهٗ اپنی قوت	اٰتَيْنٰهُ ہم نے اسے عطا کیا	حُكْمًا حکم	وَعِلْمًا اور علم	وَكَذٰلِكَ اور اسی طرح	نَجْزِی ہم جزا دیتے ہیں	الْمُحْسِنِيْنَ نیکی کرنیوالے	

مصر کے بازار میں حضرت یوسفؑ کا عزیز مصر کے ہاتھ فروخت ہونا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ یوسف علیہ السلام کو ان کے بھائیوں نے اپنا غلام بتلا کر ایک مصر جانے والے قافلہ کے مسافروں کے ہاتھ فروخت کر کے ان کی حراست میں آپ کو دے دیا۔ اور قافلہ مصر کی طرف روانہ ہوگیا۔ برادران یوسف اب بے فکر ہوگئے اور سمجھ لیا کہ باپ کی پوری توجہ ہماری ہی طرف ہوگی لیکن اللہ تعالیٰ کو کچھ اور ہی منظور تھا۔

یوسف علیہ السلام کو نبوت کے ساتھ بادشاہت بھی دینی منظور تھی۔ بھائیوں کی دشمنی اور ناشائستہ حرکات ان کے عروج کے لئے اکسیر ثابت ہوئیں۔ اگر اس طرح فروخت نہ کئے جاتے تو مصر کیسے پہنچتے اور مملکت مصر کیسے حاصل ہوتی۔ الغرض قافلہ مصر پہنچا۔ مصر کی حکومت کا مدارالمہام جس کو ہماری اصطلاح میں وزیراعظم سمجھئے اور جس کا لقب عزیز تھا۔ وہ سیر کے لئے مصر کے بازار سے گزر رہا تھا کہ یوسفؑ پر اس کی نظر پڑی اور آپ کے حسن و جمال سے متاثر ہوا اور کیوں نہ متاثر ہوتا۔ صحیح مسلم میں شب معراج کی حدیث میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں یوسف علیہ السلام سے ملا تو دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے پورے عالم کے حسن و جمال میں سے آدھا ان کو عطا فرمایا ہے اور باقی آدھا سارے جہان میں تقسیم ہوا ہے۔ تفسیر قرطبی میں لکھا ہے کہ لوگوں نے بڑھ بڑھ کر قیمتیں لگانا شروع کیا۔ یہاں تک کہ یوسف علیہ السلام کے وزن کے برابر سونا اور اسی کی برابر مشک اور اسی وزن کے

ریشمی کپڑے قیمت لگ گئی۔ عزیز مصر کو یہ دولت ملنی تھی۔ اس نے یہ سب چیزیں قیمت میں ادا کر کے یوسف علیہ السلام کو خرید لیا۔

عزیز مصر کا حضرت یوسفؑ کو اپنا بیٹا بنا کر گھر میں رکھنا

عزیز مصر حضرت یوسف کو لے کر اپنے گھر آیا اور چونکہ لاولد تھا اس نے اپنی بیوی سے کہا کہ نہایت پیارا' قبول صورت اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اس کو پوری عزت آبرو سے رکھو۔ غلاموں کا سا معاملہ مت کرو شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے۔ ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنالیں۔

چنانچہ اس عزیز مصر نے حضرت یوسفؑ کے ساتھ غلاموں کا سا معاملہ نہیں کیا بلکہ اپنی اولاد کی طرح عزت و احترام کے ساتھ رکھا اور حضرت یوسف اپنی عصمت مآب زندگی' حلم و وقار' امانت وسلیقہ مندی کے پاک اوصاف کی بدولت اس کی آنکھوں کا تارا اور دل کے مالک بن جاتے ہیں۔ جس نے اپنی ریاست' دولت ثروت اور گھریلو زندگی کی تمام ذمہ داریاں سب حضرت یوسف کے سپرد کر دیں اور ان سب کا امین بنا دیا۔ اس پر حق تعالیٰ فرماتے ہیں کہ ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف کو بھائیوں کی حاسدانہ سختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اس کے دل میں حضرت یوسفؑ کی محبت و وقعت القاء فرمائی۔

گذشتہ حالات و آزمائشوں کی حکمت

اس طرح ہم نے ان کو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہل مصر کی نظروں میں ان کو وجیہ اور محبوب بنا دیا تا کہ یہ چیز آئندہ ترقیات اور سر بلندیوں کا پیش خیمہ ہو۔ اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے ہمراہ رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا کہ سلطنت کے رموز واشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو ان کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو۔ بھائیوں نے تو حضرت یوسف کو گرانا چاہا اور اللہ نے ان کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ مگر اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے اور اللہ تعالیٰ جب اپنے کسی خاص بندے پر عنایت کرنا چاہتا ہے تو وہ اس کے کیسے اسباب پیدا فرما دیتا ہے لیکن اکثر لوگ اس حقیقت کو نہیں سمجھتے اور اسباب ظاہرہ ہی کو سب کچھ سمجھ کر بس انہی کی فکر میں لگے رہتے ہیں۔ مسبب الاسباب اور قادر مطلق کی طرف دھیان نہیں دیتے جو غالب اور قادر ہے اور جو اس کا ارادہ ہوتا ہے اس کے ویسے ہی اسباب پیدا ہو جاتے ہیں۔

حضرت یوسفؑ پر علم وحکمت کا فیضان

گذشتہ حالات جن سے حضرت یوسف علیہ السلام گزرے ان سے آپ کی تعلیم و تربیت مقصود تھی اگر چہ بظاہر وہ کس قدر تکلیف دہ تھے۔ جب یوسف علیہ السلام کے تمام قویٰ حد کمال کو پہنچ گئے اور جوان بالغ ہو گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم وحکمت کا فیض پہنچا۔ آپ بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے اور ان کے درمیان فیصلہ فرماتے۔ علم شرائع کے پورے ماہر اور تعبیر رویاء کا علم تو آپ کا مخصوص حصہ تھا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے حالات کی بناء پر ایک عام قانون الٰہی بیان فرمایا جاتا ہے اور بتلایا جاتا ہے کہ جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے مصائب و حوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق' نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ ان پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَرَاوَدَتْهُ الَّتِیْ هُوَ فِیْ بَیْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَیْتَ لَكَ ؕ قَالَ

اور جس عورت کے گھر میں یوسفؑ رہتے تھے وہ اُن سے اپنا مطلب حاصل کرنے کو اُنکو پھسلانے لگی اور سارے دروازے بند کر دیئے اور کہنے لگی آ جاؤ تم ہی سے کہتی ہوں یوسف علیہ السلام نے کہا معاذ اللہ وہ یعنی تمہارا شوہر عزیز مصر میرا

مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ ؕ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا ج

مربی ہے کہ مجھ کو کیسی اچھی طرح رکھا۔ بلاشبہ ظالم فلاح نہیں پاتے۔ اور تحقیق فکر کی اس عورت نے اسکی یعنی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور یوسف نے فکر کی عورت کے جال سے نکلنے کی اگر یوسف علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی

لَوْلَاۤ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِیْنَ ﴿۲۴﴾

دلیل و حجت کو نہ دیکھا ہوتا (تو ایسے وقت میں ثابت قدم رہنا مشکل تھا) اسی طرح ہم نے یوسف علیہ السلام کو اپنی برہان دکھلائی تا کہ ہم اُن سے بے حیائی اور برائی کو دور رکھیں۔ بیشک وہ ہمارے برگزیدہ مخلص بندوں میں سے تھے

وَرَاوَدَتْهُ اور اسے پھسلایا	الَّتِیْ وہ عورت جو	هُوَ اس	فِیْ میں	بَیْتِهَا اس کا گھر	عَنْ نَّفْسِهٖ اپنے آپ کو روکنے سے	وَغَلَّقَتِ اور بند کر دیئے		
الْاَبْوَابَ دروازے	وَقَالَتْ اور بولی	هَیْتَ لَكَ آ جا جلدی کر	قَالَ اس نے کہا	مَعَاذَ اللّٰهِ اللہ کی پناہ	اِنَّهٗ بیشک وہ	رَبِّیْ میرا مالک		
اَحْسَنَ بہت اچھا	مَثْوَایَ اور رہنا سہنا	اِنَّهٗ بیشک	لَا یُفْلِحُ بھلائی نہیں پاتے	الظّٰلِمُوْنَ ظالم	وَلَقَدْ هَمَّتْ اور بیشک اس عورت نے ارادہ کیا			
بِهٖ اس کا	وَهَمَّ اور وہ ارادہ کرتے	بِهَا اس کا	لَوْلَا اگر نہ ہوتا	اَنْ کہ	رَّاٰ دیکھے	بُرْهَانَ دلیل	رَبِّهٖ اپنا رب	كَذٰلِكَ اسی طرح
لِنَصْرِفَ ہم نے پھیر دیا	عَنْهُ اس سے	السُّوْٓءَ برائی	وَ اور	الْفَحْشَآءَ بے حیائی	اِنَّهٗ بیشک وہ	مِنْ سے	عِبَادِنَا ہمارے بندے	الْمُخْلَصِیْنَ برگزیدہ

حضرت یوسفؑ کی دوسری آزمائش زلیخا کی غلط کوششیں اور حضرت یوسف کا اس سے بچ نکلنا

جیسا کہ گذشتہ دروس میں ذکر ہو چکا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کی بچپن کی پہلی مصیبت یا آزمائش کا دور ختم ہو چکا تھا اور اب وہ عزیز مصر کے بہت بڑے گھرانے کے مالک بنے ہوئے تھے۔ اب وقت کی ایک دوسری کٹھن اور سخت آزمائش شروع ہوئی اور وہ یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی جوانی کا عالم تھا۔ حسن و خوبروئی کا کوئی ایسا پہلو نہ تھا جو ان کے اندر موجود نہ ہو۔ عزیز مصر کی بیوی اپنے دل پر قابو نہ پا سکی اور یوسف علیہ السلام پر پروانہ وار فدا اور نثار ہونے لگی۔ خانوادہ نبوت کا چشم و چراغ اور منصب نبوت کے لئے منتخب بھلا ان سے یہ کس طرح ممکن تھا کہ ناپاکی اور فحش میں مبتلا ہوں اور عزیز مصر کی بیوی کے ناپاک عزائم پورے ہوں۔ لیکن عزیز مصر کی اس عورت نے اس طرح جادو چلتے نہ دیکھا تو ایک روز بے قابو ہو کر مکان کے دروازے بند کر دیئے اور اپنی ناپاک خواہش کا بے تابانہ اظہار کیا۔ حضرت یوسف علیہ السلام کے لئے یہ وقت سخت آزمائش کا تھا۔ ایک طرف شاہی خاندان کی نوجوان عورت۔ آرائش حسن و زینت کی بے پناہ نمائش، عیش و نشاط کے سامان، نفسیاتی جذبات پورا کرنے کی ہر قسم کی سہولتیں، دوسری طرف خود یوسف علیہ السلام کی جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی اور اسباب ایسے تھے کہ جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا مگر خدائے قدوس نے جس کو محسن قرار دے کر علم و حکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا اس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا داؤ چل جاتا۔ یوسف علیہ السلام نے جب یہ حال دیکھا کہ بھاگنے کے لئے راستہ ہی نظر نہیں آتا۔ سب دروازے بند ہیں تو گھبرا کر اول تو یہ کہا معاذ اللہ یعنی خدا کی پناہ۔ اللہ مجھے اس کام سے بچائے اور عزیز مصر کی بیوی سے کہا جس کی طرف تو مجھے بلاتی ہے جس کی قباحت و

شناعت میں کوئی شبہ نہیں۔ پھر یہ کہ عزیز مصر تیرا شوہر جس نے مجھے خریدا ہے وہ میرا مربی اور محسن ہے اس نے مجھے اچھی طرح رکھا اور مجھ پر احسان کیا۔ اس کے احسان کے بدلہ میں میں اس کے ساتھ برائی نہیں کرسکتا۔ ولی نعمت کے حق کی رعایت عقلاً و شرعاً فرض ولازم ہے اس لئے میں اس کے حرم میں خیانت کے دست درازی نہیں کرسکتا۔ جس محسن نے مجھے ایسی عزت وراحت سے رکھا کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ ظالم لوگ جو حق کو نہ پہچانیں اور نیکی کے بدلہ بدی کریں وہ فلاح نہیں پاتے۔ پس اگر معاذ اللہ میں بھی ایسا کروں تو ظالم ٹھہروں گا اور فلاح نہ پاؤں گا۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہئے۔ لہذا تجھ کو بھی چاہئے کہ اس برے کام سے بھاگ کر اللہ کی پناہ میں داخل ہو جا اور سمجھ لے کہ زنا اپنے اوپر بھی ظلم ہے اور شوہر کے اوپر بھی ظلم ہے۔ غرض نہ آپ کا خیال پہلے کبھی اس عورت کی طرف تھا اور نہ اس وقت اسے بری نظر سے دیکھ رہے تھے۔ بلکہ اس کی حالت پر افسوس اور رحم کی نظر ڈال رہے تھے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام کی عصمت کے متعلق حق تعالیٰ نے ارشاد فرمایا کہ ہم نے ان کا خیال بھی پاک صاف رکھا اور گناہ کو عمل میں لانے سے بھی بچایا۔ کیونکہ ہم تو پہلے ہی ان کو برے کاموں اور برے خیال سے چھڑا کر اپنا خالص بندہ بنا چکے تھے۔

گناہوں سے محفوظ رکھنے والی ذات اللہ تعالیٰ کی ہے

الغرض ان آیات سے معلوم ہوا کہ گناہوں سے روکنے والی اصل چیز اللہ کا خوف ہے حضرت یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ مجھے فتنہ نے گھیر لیا ہے تو فوراً منہ سے معاذ اللہ نکالا اور دل سے دعا کی کہ اے اللہ مجھے اس گناہ سے بچایئے۔ تو جس کی نظروں میں خداوند ذوالجلال والاکرام کی عظمت وجلال ہو وہ نفس وشیطان کے جال میں کہاں پھنس سکتا ہے۔ تو یہاں یہ ہدایت اور تعلیم ملتی ہے کہ اگر گناہ یا بری بات میں پھنسنے کا اندیشہ ہو تو فوراً اللہ تعالیٰ کی مدد کے لئے پکارنا چاہئے اور اس سے عرض کرنی چاہئے کہ وہ گناہ سے بچائے۔

حضرت یوسفؑ اور زلیخا کے مختلف ارادے

یہاں ان آیات میں **ولقد همت به وهم بها** کا جو جملہ آیا ہے جس کا لفظی ترجمہ یہ ہے کہ تحقیق عورت نے فکر کی یا ارادہ کیا اس کا اور اس نے یعنی یوسفؑ نے فکر کی یا ارادہ کیا اس عورت کا تو **ولقد همت به** کی تفسیر میں بالاتفاق سب مفسرین نے یہی لکھا ہے کہ اس عورت یعنی عزیز مصر کی بیوی زلیخا نے فکر کی یوسف علیہ السلام کو پھانسنے کی اور ان سے اپنی بری غرض حاصل کرنے کی لیکن **وهم بها** یعنی یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کی اسکے تفسیر میں' مفسرین کے مختلف اقوال ہیں کہ یوسف علیہ السلام نے اس عورت کے متعلق کس بات کی فکر کی یا ارادہ کیا؟ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اس عورت کے مارنے اور دفع کرنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے بھاگنے اور اس کے جال سے نکلنے کا ارادہ کیا۔ کسی نے لکھا ہے کہ آپ نے اپنے نفس سے اس امر قبیح کے دفعیہ کا ارادہ کیا۔

اسی سلسلہ میں حضرت شیخ اکبر محی الدین ابن عربیؒ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ روحانی اور کشفی طور پر حضرت یوسف علیہ السلام سے میری ملاقات ہوئی تو میں نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں آپ کے قصہ میں یہ فرمایا ہے۔

ولقد همت به وهم بها

اوراس ھم کی کوئی تعیین نہیں فرمائی۔ بظاہر اشتراک معلوم ہوتا ہے۔ یوسف علیہ السلام نے جواب میں یہ فرمایا ہاں تم نے سچ کہا لیکن وہ اشتراک صرف لفظ میں ہے نہ کہ معنی میں۔ اس نے یہ ارادہ کیا کہ مجھے اپنے مطلب پر مجبور کرے اور میں نے یہ ارادہ کیا کہ میں اس کے دفعہ کرنے میں غالب آجاؤں۔ پس اشتراک طلب قہر اور غلبہ میں ہے مگر ہر ایک کا مقصد اور مطلب الگ الگ اور جدا جدا ہے۔ اور فرمایا کہ دلیل اس کی یہ ہے کہ خود امراۃ العزیز نے اقرار کیا الئٰن حصحص الحق انا راودتہٗ عن نفسہ (یعنی عزیز مصر کی بیوی نے کہا حق بات سب کے سامنے بالکل ظاہر ہوگئی میں نے ہی یوسف سے اپنی بری نیت کی خواہش کی تھی یعنی میں نے یوسف کو اپنی طرف مائل کرنا چاہا تھا) اور میری قصہ میں کسی جگہ قرآن میں یہ نہیں آیا کہ میں نے اس عورت سے اپنی خواہش ظاہر کی۔ اور یہ فرمایا کہ میں کیسے اس کا ارادہ کرتا اللہ نے مجھے اپنی برہان دکھلائی'' (معارف القرآن حضرت کاندھلویؒ)

برہان ربی

اب یہاں قرآن کریم نے یہ واضح نہیں کیا کہ وہ برہان ربی جو یوسف علیہ السلام کے سامنے آئی کیا چیز تھی؟ اس لئے اس میں حضرات مفسرین کے مختلف اقوال ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباسؓ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بطور معجزہ اس خلوت گاہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام کی صورت اس طرح ان کے سامنے کردی کہ وہ اپنی انگلی دانتوں میں دبائے ہوئے ان کو متنبہ کر رہے ہیں اور بعض مفسرین نے فرمایا کہ عزیز مصر کی صورت ان کے سامنے کردی گئی۔ بعض نے فرمایا کہ یوسف علیہ السلام کی نظر چھت کی طرف اٹھی تو اس میں یہ آیت قرآنی لکھی ہوئی دیکھی۔

وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۗ وَسَآءَ سَبِيْلًا

یعنی زنا کے پاس نہ جاؤ کیونکہ وہ بڑی بے حیائی اور قہر خداوندی کا سبب اور معاشرہ کے لئے بہت برا راستہ ہے۔)

(معارف القرآن جلد پنجم) واللہ اعلم بالصواب

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے برگزیدہ پیغمبر حضرت یوسف علیہ السلام کی عفت وعصمت کے طفیل میں ہم کو بھی نیک چلنی اور پارسائی عطا فرمادے۔

یا اللہ! نفس وشیطان کی چالوں سے ہر حال میں ہماری حفاظت فرما۔ اور ہر چھوٹے بڑے گناہ سے ہم کو بچنے کی توفیق نصیب فرما۔

یا اللہ! اپنے مخلص بندوں میں ہم کو بھی شامل فرمالے اور جیسی آپ اپنے مخلصین کی حفاظت فرماتے ہیں ہماری بھی ہر حال میں حفاظت فرمائیے۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيصَهُ مِنْ دُبُرٍ وَّأَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ۚ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ

اور دونوں آگے پیچھے دروازے کی طرف کو دوڑے اور اس عوت نے اُن کا کرتہ پیچھے سے پھاڑ ڈالا۔ اور دونوں نے اس عورت کے شوہر کو دروازے

أَرَادَ بِأَهْلِكَ سُوٓءًا إِلَّآ أَنْ يُّسْجَنَ أَوْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِي عَنْ نَّفْسِي

کے پاس پایا۔ عورت بولی کہ جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اس کی سزا بجز اس کے اور کیا ہے کہ وہ جیل خانہ بھیجا جائے یا اور کوئی

وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ أَهْلِهَا ۚ إِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكَٰذِبِينَ ﴿۲۶﴾

دردناک سزا ہو یوسف نے کہا یہی مجھ سے اپنا مطلب نکالنے کو پھسلاتی تھی اور اس عورت کے خاندان میں سے ایک نے گواہی دی کہ اُن کا کرتہ اگر

وَإِنْ كَانَ قَمِيصُهُ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ وَهُوَ مِنَ الصَّٰدِقِينَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيصَهُ

آگے سے پھٹا ہے تو عورت سچی ہے اور یہ جھوٹے اور اگر وہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہے تو عورت جھوٹی اور یہ سچے سو جب اُن کا کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوا دیکھا

قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ إِنَّهُ مِنْ كَيْدِكُنَّ ۖ إِنَّ كَيْدَكُنَّ عَظِيمٌ ﴿۲۸﴾ يُوسُفُ أَعْرِضْ عَنْ هَٰذَا ۜ

کہنے لگا کہ یہ تم عورتوں کی چالاکی ہے بیشک تمہاری چالاکیاں بھی غضب ہی کی ہیں۔ اے یوسف اس بات کو جانے دو

وَاسْتَغْفِرِي لِذَنْبِكِ ۖ إِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخَاطِئِينَ ﴿۲۹﴾

اور اے عورت تو اپنے قصور کی معافی مانگ بیشک سراسر تو ہی قصوروار ہے۔

وَاسْتَبَقَا اور دونوں دوڑے	الْبَابَ دروازہ	وَقَدَّتْ اور عورت نے پھاڑ دی	قَمِيصَهُ اس کی قمیص	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	وَأَلْفَيَا اور دونوں کا ملا			
سَيِّدَهَا عورت کا خاوند	لَدَا الْبَابِ دروازہ کے پاس	قَالَتْ وہ کہنے لگی	مَا جَزَآءُ کیا سزا	مَنْ جو	أَرَادَ ارادہ کیا	بِأَهْلِكَ تیری بیوی سے	سُوٓءًا برائی	
إِلَّا سوائے	أَنْ یہ کہ	يُّسْجَنَ قید کیا جائے	أَوْ یا	عَذَابٌ أَلِيمٌ دردناک عذاب	قَالَ اس نے کہا	هِيَ اس	رَاوَدَتْنِي مجھے پھسلایا	عَنْ سے
نَفْسِي میرا نفس	وَشَهِدَ اور گواہی دی	شَاهِدٌ ایک گواہ	مِنْ سے	أَهْلِهَا اس کے لوگ	إِنْ اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اس کی قمیص	قُدَّ پھٹی ہوئی
مِنْ قُبُلٍ آگے سے	فَصَدَقَتْ تو وہ سچی	وَ اور	هُوَ وہ	مِنَ سے	الْكَاذِبِينَ جھوٹے	فَإِنْ اور اگر	كَانَ ہے	قَمِيصُهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	فَكَذَبَتْ تو وہ جھوٹی	وَهُوَ اور وہ	مِنَ سے	الصَّادِقِينَ سچے	فَلَمَّا تو جب	رَاٰ دیکھا	قَمِيصَهُ اسکی قمیص
قُدَّ پھٹی ہوئی	مِنْ دُبُرٍ پیچھے سے	قَالَ اس نے کہا	إِنَّهُ بیشک یہ	مِنْ سے	كَيْدِكُنَّ تم عورتوں کا فریب	إِنَّ بیشک	كَيْدَكُنَّ تمہارا فریب	
عَظِيمٌ بڑا	يُوسُفُ یوسف	أَعْرِضْ جانے دے	عَنْ سے	هَٰذَا اس	وَاسْتَغْفِرِي اور اے عورت بخشش مانگ	لِذَنْبِكِ اپنے گناہ		
إِنَّكِ بیشک تو	كُنْتِ تو ہے	مِنَ سے	الْخَاطِئِينَ خطا کار					

اپنے اپنے ارادے کی تکمیل کیلئے حضرت یوسف وزلیخا میں کشمکش

گذشتہ آیات میں تذکرہ ہوا تھا کہ عزیز مصر کی بیوی۔ حضرت یوسف علیہ السلام اپنے خواہش نفس کے پورا کرنے کے درپے تھی مگر

حضرت یوسفؑ اس سے اپنا پیچھا چھڑا کر علیحدہ رہنا چاہتے تھے حتیٰ کہ ایک موقع پر تنہائی کے لئے گھر کے دروازے بھی بند کر لئے تھے مگر حق تعالیٰ نے یوسف علیہ السلام کو اس ابتلاء میں ہر طرح سے محفوظ رکھا۔

اب آگے ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اس عورت نے پھر وہی اصرار کیا تو اس وقت یوسف علیہ السلام وہاں سے جان بچا کر بھاگے اور وہ آپ کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے لپکی اور دونوں آگے پیچھے دروازہ کی طرف دوڑے۔ آگے حضرت یوسفؑ تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں اور پیچھے عزیز مصر کی بیوی زلیخا آپ کو روکنے کے لئے تعاقب کر رہی تھی۔ اتفاقاً یوسف علیہ السلام کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا۔ اس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا یوسف علیہ السلام رکے نہیں۔ آپ نے زور لگا کر آگے دوڑ جاری رکھی۔ اس کھینچا تانی میں آپ کا کرتہ پیچھے سے پھٹ گیا۔ مگر اب بھی وہ باز نہ آئی اور برابر ان کو پکڑنے کے لئے آپ کے پیچھے دوڑی چلی گئی۔ مگر یوسف علیہ السلام جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔

خاوند کے سامنے زلیخا کی چکر بازی

ادھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے ادھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی اتفاقاً پہنچ گیا۔ اب عورت نے جو اپنے خاوند عزیز مصر کو دیکھا تو سخت شرمندہ ہوئی اور فوراً بات بنانی شروع کی اور اپنے کو بے گناہ ثابت کرنے کے لئے یوسف علیہ السلام پر الزام لگایا کہ اس کا ارادہ میرے ساتھ بدی کا تھا اور میں آبرو بچانے کے لئے بھاگی تھی اور یہ میرے پیچھے مجھے پکڑنے بھاگا تھا یہ کہہ کر اس نے کہا کہ اب جس نے آپ کی بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کیا اس کی اس کے سوا اور کوئی سزا نہیں کہ اسے جیل خانہ بھیجا جاوے یا اور کوئی سخت سزا دی جائے اور جب یوسف علیہا السلام نے اپنی آبرو کو خطرہ میں دیکھا اور خیانت کی بدترین تہمت چڑھتے دیکھی تو مجبور ہو کر اپنے اوپر سے الزام ہٹانے اور صاف اور سچی حقیقت کے ظاہر کر دینے کے لئے عزیز مصر سے کہا کہ حقیقت یہ ہے کہ یہی میرے پیچھے پڑی تھی۔ میں نے بھاگ کر جان بچائی یہ میرے بھاگنے پر مجھے پکڑ رہی تھی یہاں تک کہ میرا کرتہ بھی پھاڑ دیا۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی پر معصوم گواہ کی فیصلہ کن گواہی

یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے لگا۔ بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ظاہر کرنے کو بول پڑا اور بعض مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ گواہ کوئی مرد دانا تھا جس نے نہایت پتہ کی بات کہی۔ اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض روایات میں ہے تب تو اس بچہ کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف علیہ السلام کے حق میں مفید ہو خود مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی سچائی کی تھی۔ کرتے کا آگے سے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہئے اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقت حال پر مطلع ہو چکا تھا مگر اس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف علیہ السلام کی برأت ثابت کر دے۔ جو پیرایہ اظہار واقعہ کا اس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف علیہ السلام نے (معاذ اللہ) اس کی طرف اقدام کیا تو ان

کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتہ بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسفؑ کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی میں دروازہ کی طرف بھاگا اس نے پکڑنے کے لئے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہو گا کیونکہ اس صورت میں یوسف اس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ ادھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔

عزیز مصر پر بیوی کے مکر کا انکشاف

بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ یوسف علیہ السلام کا آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر و فریب ہے۔ یوسف قصوروار نہیں چنانچہ اس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پرفریب کارروائی اسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ عزیز مصر نے یوسفؑ سے استدعا کی کہ جو کچھ ہونا تھا ہو چکا آئندہ اس کا ذکر مت کرنا کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے اور عورت سے کہا کہ یوسف سے اپنے قصور کی معافی مانگ۔ یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

یہ آیات بتا رہی ہیں کہ عورتوں کا فتنہ اور ان کی مکاری زبردست بلا ہے۔ کسی عالم کا قول ہے کہ میں شیطان سے اتنا نہیں ڈرتا جتنا کہ عورتوں سے ڈرتا ہوں۔ عورتوں کا کید عظیم ہے اور شیطان کا مکر ضعیف ہے جیسا کہ قرآن میں ارشاد ہے۔ ان کید الشیطٰن کان ضعیفاً نیز شیطان چوروں کی طرح چھپ کر مکر کرتا ہے اور عورت سامنے آ کر مکر کرتی ہے۔

زلیخا نے فوری طور پر ایسی بات گھڑی کہ جو اپنا سارا قصور حضرت یوسفؑ کے سر تھوپ دیا مگر معلوم ہوا کہ نیک بندہ اگر اپنی نیکی پر قائم رہے تو غیب سے اس کی مدد کے سامان ہو جاتے ہیں۔ اس میں قرآن کے متبعین کے لئے ہدایت ہے کہ ہر حال میں صداقت وحقانیت پر قائم رہو۔ کسی لالچ یا خوف سے سچائی کو ہاتھ سے جانے نہ دو۔ اللہ غیب سے تمہاری مدد فرمائے گا۔

دعا کیجئے

یا اللہ! یہ دنیا آپ نے ابتلا اور آزمائش کی جگہ بنائی ہے اور جو جتنا آپ کا مخلص اور مقبول اطاعت گزار اور فرمانبردار بندہ ہوتا ہے اسی قدر اس کا امتحان سخت اور کڑا ہوتا ہے۔ اور وہ آپ ہی کی نصرت اور تائید سے اس امتحان میں کامیاب ہو کر نکلتے ہیں۔

یا اللہ! ہمارے ضعف پر رحم فرما کر ہماری آزمائش کو آسان فرما اور اپنی تائید ونصرت سے ہم کو ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرما اور اپنے فضل وکرم سے ہماری ہر مشکل کو آسان فرما اور صراط مستقیم پر قائم رہنے میں ہماری مدد فرما۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِيْنَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ تُرَاوِدُ فَتٰىهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا لَنَرٰىهَا فِيْ

اور چند عورتوں نے جو کہ شہر میں رہتی تھیں یہ بات کہی کہ عزیز کی بی بی اپنے غلام کو اُس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کے واسطے پھسلاتی ہے اس غلام کا عشق اس کے دل

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۳۰﴾ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً وَّاٰتَتْ كُلَّ

میں جگہ کر گیا ہے ہم تو اس کو صریح غلطی میں دیکھتے ہیں سو جب اس عورت نے ان عورتوں کی یہ بدگوئی سنی تو کسی کے ہاتھ اُن کو بلا بھیجا اور اُن کے واسطے مسند تکیہ لگایا اور ہر

وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّيْنًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ وَقُلْنَ حَاشَ

ایک کو اُن میں سے ایک ایک چاقو دے دیا اور (یوسف سے) کہا کہ ذرا ان کے سامنے تو آ جاؤ سو عورتوں نے جوان کو دیکھا تو حیران رہ گئیں اور ان پر ایسی بدحواسی طاری

لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيْمٌ ﴿۳۱﴾ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ ؕ وَلَقَدْ

ہوئی کہ اپنے ہاتھ کاٹ لئے اور کہنے لگیں حاش للہ یہ شخص آدمی ہرگز نہیں یہ تو کوئی بزرگ فرشتہ ہے۔ وہ عورت بولی تو وہ شخص یہی ہے جس کے بارہ میں تم مجھ کو برا بھلا کہتی

رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُوْنًا مِّنَ

تھیں اور واقعی میں نے اس سے اپنا مطلب حاصل کرنے کی خواہش کی تھی مگر یہ پاک صاف رہا اور اگر آئندہ کو (بھی) میرا کہنا نہیں کریگا تو بے شک جیل خانہ بھیجا جائیگا۔

الصّٰغِرِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَيْهِ ۚ وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّيْ كَيْدَهُنَّ

اور بے عزت بھی ہوگا۔ یوسفؑ نے دعا کی کہ اے میرے رب جس کام کی طرف یہ عورتیں مجھ کو بلا رہی ہیں اُس سے تو جیل خانہ میں جانا ہی مجھ کو زیادہ پسند ہے اور اگر آپ

اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿۳۳﴾ فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ؕ اِنَّهٗ هُوَ

ان کے داؤ پیچ کو مجھ سے دفع نہ کریں گے تو اُن کی طرف مائل ہو جاؤں گا اور نادانی کا کام کر بیٹھوں گا۔ سو ان کی دُعا اُن کے رب نے قبول کی اور اُن عورتوں کے داؤ پیچ کو اُن

السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾

سے دور رکھا۔ بیشک وہ بڑا سننے والا خوب جاننے والا ہے۔ پھر مختلف نشانیاں دیکھنے کے بعد ان لوگوں کو یہی مصلحت معلوم ہوا کہ اُن کو ایک وقت تک قید میں رکھیں

وَقَالَ اور کہا	نِسْوَةٌ عورتیں	فِي الْمَدِيْنَةِ شہر میں	امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ عزیز کی بیوی	تُرَاوِدُ پھسلا رہی ہے	فَتٰىهَا اپنا غلام	عَنْ سے	نَفْسِهٖ اس کا نفس			
قَدْ شَغَفَهَا جگہ پکڑ گئی ہے	حُبًّا اس کی محبت	اِنَّا لَنَرٰىهَا بیشک ہم اسے دیکھتی ہیں	فِيْ میں	ضَلٰلٍ گمراہی	مُّبِيْنٍ کھلی	فَلَمَّا پھر جب				
سَمِعَتْ اس نے سُنا	بِمَكْرِهِنَّ اُن کا فریب	اَرْسَلَتْ دعوت بھیجی	اِلَيْهِنَّ ان کی طرف	وَاَعْتَدَتْ اور تیار کی	لَهُنَّ ان کیلئے	مُتَّكَاً ایک محفل				
وَاٰتَتْ اور دی	كُلَّ وَاحِدَةٍ ہر ایک کو	مِّنْهُنَّ ان میں سے	سِكِّيْنًا ایک ایک چھری	وَّقَالَتِ اور کہا	اخْرُجْ نکل آ	عَلَيْهِنَّ ان پر	فَلَمَّا پھر جب			
رَاَيْنَهٗ انہوں نے اسے دیکھا	اَكْبَرْنَهٗ ان پر انکا رعب چھا گیا	وَقَطَّعْنَ اور انہوں نے کاٹ لئے	اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ	وَقُلْنَ اور کہنے لگیں	حَاشَ پناہ					
لِلّٰهِ اللہ کی	مَا هٰذَا نہیں یہ	بَشَرًا بشر	اِنْ نہیں	هٰذَا یہ	اِلَّا مگر	مَلَكٌ فرشتہ	كَرِيْمٌ بزرگ	قَالَتْ وہ بولی	فَذٰلِكُنَّ سو یہ وہی ہے	الَّذِيْ جو کہ

لُمْتُنَّنِيْ تم نے ملامت کی مجھے | فِيْهِ اس میں | وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ اور میں نے اسے پھسلایا | عَنْ سے | نَفْسِهٖ اس کا نفس | فَاسْتَعْصَمَ تو اس نے بچالیا

وَلَئِنْ اور اگر | لَّمْ يَفْعَلْ اس نے نہ کیا | مَآ جو | اٰمُرُهٗ میں کہتی ہوں اسے | لَيُسْجَنَنَّ البتہ قید کر دیا جائیگا | وَلَيَكُوْنًا اور البتہ ہو جائیگا | مِّنَ سے

الصّٰغِرِيْنَ بے عزت | قَالَ اس نے کہا | رَبِّ اے میرے رب | السِّجْنُ قید | اَحَبُّ زیادہ پسند | اِلَيَّ مجھ کو | مِمَّا اس سے جو | يَدْعُوْنَنِيْٓ مجھے بلاتی ہیں

اِلَيْهِ اسکی طرف | وَ اور | اِلَّا تَصْرِفْ اگر نہ پھیرا | عَنِّيْ مجھ سے | كَيْدَهُنَّ ان کا فریب | اَصْبُ مائل ہو جاؤں گا | اِلَيْهِنَّ انکی طرف | وَاَكُنْ اور میں ہونگا

مِّنَ ۔ ۔ | الْجٰهِلِيْنَ جاہل | فَاسْتَجَابَ سو قبول کرلی | لَهٗ اس کی دعا | رَبُّهٗ اس کا رب | فَصَرَفَ پس پھیر دیا | عَنْهُ اس سے | كَيْدَهُنَّ انکا فریب

اِنَّهٗ بیشک وہ | هُوَ وہ | السَّمِيْعُ سننے والا | الْعَلِيْمُ جاننے والا | ثُمَّ پھر | بَدَا لَهُمْ انہیں سوجھا | مِّنْۢ بَعْدِ اس کے بعد

مَا رَاَوُا جب انہوں نے دیکھیں | الْاٰيٰتِ نشانیاں | لَيَسْجُنُنَّهٗ اسے ضرور قید میں ڈالیں | حَتّٰى حِيْنٍ ایک مدت تک

شہر میں واقعہ کا افشاء ہونا اور عورتوں کا زلیخا کو ملامت کرنا

گذشتہ آیات میں بیان ہوا تھا کہ عزیز مصر نے فیصلہ کر دیا یوسف علیہ السلام بے قصور ہیں اور اپنی بیوی سے کہا سراسر تیرا ہی قصور ہے اور تو معافی مانگ اور یوسف علیہ السلام سے کہا کہ تم اس کا اب ذکر ہی نہ کرو چنانچہ یوسف علیہ السلام نے اس واقعہ کا اظہار کسی سے نہیں کیا۔ لیکن داستان عشق کہاں چھپتی ہے اس واقعہ کی خبر شہر میں ہوگئی۔ چرچے ہونے لگے۔ چند امیر زادیوں نے نہایت تعجب اور حقارت سے اس قصہ کو دہرایا کہ دیکھو وزیر کی بیوی ہے اور ایک غلام پر جان دے رہی ہے۔ ہمارے نزدیک تو یہ زلیخا کی انتہائی غلطی ہے۔ عشق کا بھوت اس پر بری طرح سوار ہے۔ وہ تو دیوانی ہوگئی ہے کہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی اور ایک غلام پر گرنے لگی۔

لعن طعن سے بچنے کیلئے زلیخا کی کارروائی

زلیخا کو عورتوں کے اس لعن طعن کی خبر ہوگئی اور اس نے ایک زنانہ مجلس ومحفل آراستہ کی اور ان شہر کی طعنہ دینے والی عورتوں اور امیر زادیوں کو بلا بھیجا کہ تمہاری دعوت ہے اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے اور پھل وغیرہ ان کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دے دیا تا کہ تراشنے کے قابل چیزوں کے کاٹنے میں چاقو سے کام لیا جائے۔ یہ سب سامان درست کر کے عزیز مصر کی بیوی نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جنہیں کہیں قریب ہی چھپا رکھا تھا آواز دی کہ نکل کر باہر آؤ۔ آپ کا نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی تمام عورتیں حضرت یوسف علیہ السلام کا حسن و جمال مشاہدہ کرنے سے ہوش وحواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی بجائے اپنے ہاتھ کاٹ لئے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی پاکی وصداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیئے جبکہ یوسف علیہ السلام نے آنکھ اٹھا کر بھی ان کے حسن وخوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا آپ کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر عقل وہوش کھو بیٹھی۔ تو تمام عورتیں بے اختیار بول اٹھیں کہ حاشا وکلاء یہ آدمی نہیں حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ جب حضرت یوسف سامنے سے چلے گئے اور عورتوں کو ہوش آیا اور تکلیف محسوس ہوئی تب پتہ چلا کہ بجائے پھلوں کے ہاتھ کاٹ لئے ہیں۔

زلیخا کی حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کی دھمکی

اب عزیز مصر کی بیوی زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن وتشنیع کا جواب دے۔ چنانچہ اس نے ان عورتوں سے کہا کہ دیکھا تم نے یہ وہی ہے جس کے بارے میں تم مجھے مطعون کرتی تھیں۔ حسن وصورت کے معائنہ میں جب زلیخا نے سب کو شریک کرلیا اور سب

نے اعتراف کرلیا اور زلیخا کو معذور سمجھا تو اس کے بعد اس نے حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن سیرت کو بیان کیا اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کردیا کہ بیشک میں نے اسے ہر چند اپنی طرف مائل کرنا چاہا لیکن یہ میرے قبضہ میں نہیں آیا۔لیکن اب میں صاف صاف کہے دیتی ہوں کہ اگر اس نے میرا کہانہ مانا تو ذلیل ہوگا اور جیل میں ڈال دیا جائے گا۔گویا زلیخا نے جب ہر قسم کی ترغیب اور لالچ کی انتہا کردی تو اب دھمکیوں سے مرعوب کرنا چاہا کہ شاید اسی طرح کاربراری ہو جائے۔عزیز مصر کی بیوی زلیخا تو یوسف علیہ السلام کے پیچھے پڑی ہی تھی وہ سب امیرزادیاں جو زلیخا کی دعوت میں آئی تھیں وہ بھی یوسف علیہ السلام سے زلیخا کی ہمدردی میں کہنے لگیں کہ تم کو اپنی محسنہ سے ایسی بے اعتنائی مناسب نہیں۔ جو یہ کہے ماننا چاہئے۔ ورنہ سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا۔خواہ مخواہ سر پر مصیبت لینے سے کیا فائدہ۔زلیخا یہ دھمکی دے ہی چکی تھی کہ اگر میرا کہانہ مانا تو جیل میں ڈلوادوں گی۔

حضرت یوسف علیہ السلام کی استقامت و بہادری اور توکل علی اللہ

یوسف علیہ السلام ان سب عورتوں کی بے تکی باتوں سے سخت رنجیدہ ہوئے اور جب یہ دیکھا کہ شیطان اب ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہ احدیت میں درخواست کی کہ اے میرے رب مجھے ان کے مکروفریب سے بچایئے۔اگر اس سلسلہ میں مجھے قید خانہ جانا پڑے تو میں قید کو ارتکاب معصیت پر ترجیح دیتا ہوں۔اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائیں گے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہوکر ان کی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔اے باری تعالیٰ تجھ سے مدد طلب کرتا ہوں اور تجھی پر بھروسہ رکھتا ہوں۔یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلا دیا گیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے بلکہ حفاظت الٰہی پر نظر رکھتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نے آپ کی دعا قبول فرمائی اور آپ کو عصمت وعفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا اور کوئی فریب آپ پر چلنے نہ دیا۔

حضرت یوسفؑ کو جیل بھجوانے کا فیصلہ

عزیز مصر نے یوسف علیہ السلام کی صداقتوں کی تمام نشانیاں دیکھنے اور سمجھ لینے کے باوجود اپنی بیوی کی فضیحت ورسوائی دیکھ کر یہ ہی طے کرلیا اور مصلحت اسی میں معلوم ہوئی کہ یوسف علیہ السلام کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ یہ معاملہ لوگوں کے دلوں سے محو ہو جائے اور یہ چرچے بند ہو جائیں اس میں ایک غرض تو یہ ہوگی کہ ایک طرف تو عورت کی بدنامی زائل ہو دوسرے ایک مدت تک یوسف علیہ السلام اس کی نظر سے دور رہیں۔اس طرح یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں جانا پڑا۔

یہاں قید خانہ میں بھی تائید ایزدی نے دستگیری کی اور آپ نے اپنے پاکیزہ کردار اور اخلاق حمیدہ کی بناء پر جلد ہی وہ درجہ حاصل کرلیا کہ داروغہ جیل نے سب انتظام آپ ہی کے ہاتھوں میں سونپ دیا اور وہ جیلخانہ جیل خانہ نہ رہا۔ بلکہ عبادت خانہ اور خلوت خانہ اور خانقاہ اور درس گاہ بن گیا۔

اہل ایمان کے لئے سبق

ان آیات سے معلوم ہوا کہ اللہ کے مخلص بندے ان اسباب عیش اور ذرائع راحت و آرام کو جو دوامی تباہی کا باعث اور معصیت الٰہی کا سبب ہوتے ہیں ٹھکرا کر مصائب و تکالیف کو پسند کرتے ہیں۔ان آیات میں مسلمانوں کے لئے یہ سبق موجود ہے کہ وہ دنیوی شوکت وجاہ اور لذت ونعمت جو اخروی تباہی کا سبب ہو۔ہرگز اختیار نہ کریں بلکہ ایمان اور عمل صالح کے ساتھ فاقہ کرنے' قید ہونے اور گوناگوں تکالیف برداشت کرنے کو قابل ترجیح سمجھیں۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ؕ قَالَ اَحَدُهُمَآ اِنِّيْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّيْٓ

اور یوسف کے ساتھ اور بھی دو جوان قید خانہ میں داخل ہوئے۔ اُن میں سے ایک نے کہا کہ میں اپنے کو خواب میں دیکھتا ہوں کہ شراب نچوڑ رہا ہوں اور

اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ؕ نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝۳۶

دوسرے نے کہا کہ میں اپنے کو اس طرح دیکھتا ہوں کہ اپنے سر پر روٹیاں لئے جاتا ہوں اُن میں سے پرندے کھاتے ہیں ہم کو اس خواب کی تعبیر بتلائیے۔

قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ؕ ذٰلِكُمَا مِمَّا

آپ ہم کو نیک آدمی معلوم ہوگے ہیں یوسف نے فرمایا کہ جو کھانا تمہارے پاس آتا ہے جو تم کو کھانے کے لئے ملتا ہے میں اس کے آنے سے پہلے اُس کی

عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ؕ اِنِّيْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝۳۷

تعبیر تم کو بتلادوں گا یہ بتلادینا اس علم کی بدولت ہے جو مجھ کو میرے رب نے تعلیم فرمایا ہے۔ میں نے تو ان لوگوں کا مذہب چھوڑ رکھا ہے جو اللہ پر ایمان نہیں لاتے

وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَآءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ مَا كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ

اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔ اور میں نے اپنے باپ دادوں کا مذہب اختیار کر رکھا ہے ابراہیمؑ کا اسحٰقؑ کا اور یعقوبؑ کا ہم کو کس طرح زیبا نہیں کہ اللہ کے

شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝۳۸

ساتھ کسی کو شریک قرار دیں یہ (عقیدۂ توحید) ہم پر اور دوسرے لوگوں پر خدائے تعالیٰ کا ایک فضل ہے۔ لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے

وَدَخَلَ اور داخل ہوئے	مَعَهُ اس کیساتھ	السِّجْنَ قید خانہ	فَتَيٰنِ دو جوان	قَالَ کہا	اَحَدُهُمَا ان میں سے ایک	اِنِّيْ اَرٰىنِيْ بیشک میں دیکھتا ہوں	
اَعْصِرُ نچوڑ رہا ہوں	خَمْرًا شراب	وَقَالَ اور کہا	الْاٰخَرُ دوسرا	اِنِّيْ اَرٰىنِيْ میں دیکھتا ہوں	اَحْمِلُ اٹھائے ہوئے ہیں	فَوْقَ اوپر	رَاْسِيْ اپنا سر
خُبْزًا روٹی	تَاْكُلُ کھارہے ہیں	الطَّيْرُ پرندے	مِنْهُ اس سے	نَبِّئْنَا ہمیں بتلائے	بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر	اِنَّا نَرٰىكَ بیشک ہم تجھے دیکھتے ہیں	مِنَ سے
الْمُحْسِنِيْنَ نیکوکار	قَالَ اس نے کہا	لَا يَاْتِيْكُمَا تمہارے پاس نہیں آئیگا	طَعَامٌ کھانا	تُرْزَقٰنِهٖ جو تمہیں دیا جاتا ہے	اِلَّا مگر	نَبَّاْتُكُمَا میں تمہیں بتلادونگا	
بِتَاْوِيْلِهٖ اسکی تعبیر	قَبْلَ قبل	اَنْ کہ	يَّاْتِيَكُمَا وہ آئے تمہارے پاس	ذٰلِكُمَا یہ	مِمَّا اس سے جو	عَلَّمَنِيْ مجھے سکھایا	رَبِّيْ میرا رب
اِنِّيْ بیشک میں	تَرَكْتُ میں نے چھوڑا	مِلَّةَ دین	قَوْمٍ وہ قوم	لَا يُؤْمِنُوْنَ وہ ایمان نہیں لاتے	بِاللّٰهِ اللہ پر	وَهُمْ اور وہ	بِالْاٰخِرَةِ آخرت سے
هُمْ وہ	كٰفِرُوْنَ انکار کرتے ہیں	وَاتَّبَعْتُ اور میں نے پیروی کی	مِلَّةَ دین	اٰبَآءِيْ اپنے باپ دادا	اِبْرٰهِيْمَ ابراہیمؑ	وَاِسْحٰقَ اور اسحٰقؑ	
وَيَعْقُوْبَ اور یعقوبؑ	مَا كَانَ نہیں ہے	لَنَا ہمارے لئے	اَنْ کہ	نُّشْرِكَ ہم شریک ٹھہرائیں	بِاللّٰهِ اللہ کا	مِنْ شَيْءٍ کسی شے	ذٰلِكَ یہ
مِنْ سے	فَضْلِ اللّٰهِ اللہ کا فضل	عَلَيْنَا ہم پر	عَلَى النَّاسِ لوگوں پر	وَلٰكِنَّ اور لیکن	اَكْثَرَ اکثر	النَّاسِ لوگ	لَا يَشْكُرُوْنَ شکر ادا نہیں کرتے

جیل خانہ میں حضرت یوسف کے دو ساتھی

گذشتہ آیات میں بیان ہو چکا ہے کہ باوجودیکہ حضرت یوسف علیہ السلام کی صداقت و پاکی کے بہت سے نشان دیکھے جا چکے تھے

مگر عزیز مصر اور اس کے گھر والوں کی رائے یہی ہوئی کہ کچھ عرصہ کے لئے یوسف علیہ السلام کو قید خانہ میں بھیج دیا جائے۔ چنانچہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں پہنچا دیئے گئے۔ اور یوسف علیہ السلام نے جو دعا میں درخواست کی تھی کہ اے پروردگار ایسے زنانخانہ اور محل سرائے سے جیل خانہ بہتر ہے تو بارگاہ خداوندی میں یوسف علیہ السلام کی دعا بلفظ قبول ہوئی کہ زنانخانہ سے نکال کر جیل خانہ بھیج دیئے گئے۔

اب ان آیات میں بتلایا جاتا ہے کہ اسی زمانہ میں جب کہ یوسف علیہ السلام قید خانہ میں داخل کئے گئے دو اور نوجوان قیدی جیلخانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہ مصر کا باورچی یا نانبائی تھا اور دوسرا ساقی یعنی بادشاہ کو شراب پلانے والا تھا۔ دونوں بادشاہ کو کھانے پینے کی چیز میں زہر ملا دینے کے الزام میں ماخوذ تھے اور تحقیقات ان کے خلاف جاری تھی۔ تحقیقات کے خاتمہ تک ان کو قید خانہ میں رکھے جانے کا حکم ہوا تھا۔

جیل کے قیدیوں اور عملہ پر حضرت یوسفؑ کے اخلاق و کردار کا اثر

یوسف علیہ السلام جیل میں داخل ہوئے تو اپنے پیغمبرانہ اخلاق اور رحمت و شفقت کے سبب سب قیدیوں کی دلداری اور خبر گیری فرماتے۔ جو بیمار ہو گیا اس کی عیادت کرتے۔ خدمت کرتے جس کو غمگین و پریشان پایا اس کو تسلی دیتے۔ صبر کی تلقین اور رہائی کی امید سے اس کا دل بڑھاتے۔ خود تکلیف اٹھا کر دوسروں کو آرام دینے کی فکر کرتے اور رات بھر اللہ تعالیٰ کی عبادت میں مشغول رہتے۔ آپ کی یہ حالت دیکھ کر جیل کا داروغہ بھی متاثر ہوا اور جیل کے سب قیدی آپ کی بزرگی کے معتقد ہو گئے۔ داروغہ نے کہا کہ اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں آپ کو چھوڑ دیتا مگر اب اتنا ہی کر سکتا ہوں کہ آپ کو یہاں کوئی تکلیف نہ پہنچے۔

الغرض قید خانہ میں یوسف علیہ السلام کی مروت و امانت، راست گوئی، حسن اخلاق، کثرت عبادت، معرفت تعبیر رویا اور ہمدردی خلائق کا چرچا تھا۔

جیل کے دوساتھیوں کے خوابوں کی تعبیر بتلانا اور توحید و رسالت کی تبلیغ کرنا

یہ دونوں قیدی حضرت یوسف علیہ السلام سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے یعنی شاہی باورچی اور ساقی نے اپنا اپنا خواب حضرت یوسف علیہ السلام سے بیان کیا۔ ساقی نے کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ میں شراب بنانے کے لئے انگور نچوڑ رہا ہوں اور بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں۔ باورچی نے کہا کہ میں نے یہ خواب دیکھا ہے کہ میرے سر پر روٹیوں کا خوان ہے جس میں سے پرندے نوچ نوچ کر کھا رہے ہیں۔ انہوں نے یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔ یوسف علیہ السلام نے اول ان کو تسلی دی اور فرمایا کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تم کو جلد بتلا دی جائے گی۔ روزمرہ جو کھانا تم کو کھانے کو ملتا ہے اس کے آنے سے پیشتر میں تم کو تعبیر بتلا دوں گا لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا۔ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا منجم نہیں بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی الٰہی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا ہے کہ میں نے ہمیشہ کافروں اور باطل پرستوں کے دین ملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباواجداد حضرت ابراہیم علیہ السلام، حضرت اسحٰقؑ اور حضرت یعقوبؑ جیسے انبیاء و مرسلین کے دین توحید پر چلا اور ان کا اسوۂ

حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو بھی کسی درجہ میں خدا کا شریک نہ بنائیں۔ نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں نہ ربوبیت اور معبودیت میں، صرف اسی کے آگے جھکیں۔ اسی کی عبادت کریں اور اسی پر بھروسہ رکھیں اور اپنا مرنا جینا سب اسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہر حال حضرت یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت موثر طرز میں ان قیدیوں کو ایمان و توحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت اور تبلیغ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں۔ قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے تو ان حالات سے فرض تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اٹھائیں اول ان کو دین کی باتیں سکھلائیں اور یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر خواب کی معلوم ہو جائے گی تا کہ وہ نصیحت سے اکتائیں نہیں۔ پھر حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ ہمارا خالص توحید اور ملت ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت و فضل ہے کیونکہ خاندان ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمت عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہیئے یہ تھا کہ اس کا احسان مان کر راہ توحید پر چلتے وہ الٹی ناشکری کر کے شرک وعصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

دعا کیجئے

یا اللہ! اپنے انبیاء و رسل کے اسوۂ حسنہ کا کوئی ذرہ ہم کو بھی نصیب فرمادے تا کہ ہماری بھی دین و دنیا سدھر جائے۔

یا اللہ! ہر حال میں ہم کو اپنی ذات عالی سے صحیح اور قوی تعلق نصیب فرمادے تا کہ ہم آپ ہی کی طرف ہر معاملہ میں رجوع کرنے والے اور آپ ہی پر بھروسہ کرنے والے اور آپ ہی سے مدد مانگنے والے بن جائیں اور آپ کے احکام وہدایات کے تابعدار ہو کر آپ کے فرمانبردار بندے بن جائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰہُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ﴿۳۹﴾ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ

اے قید خانہ کے رفیقو! متفرق معبود اچھے یا ایک معبود برحق جو سب سے زبردست ہے وہ اچھا تم لوگ تو خدا کو چھوڑ کر صرف

دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَآءً سَمَّیْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰہُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ

چند بے حقیقت ناموں کی عبادت کرتے ہو جن کو تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے ٹھہرا لیا ہے خدا تعالیٰ نے تو اُن کی کوئی دلیل بھیجی نہیں۔

اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰہِ ؕ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِیَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

حکم خدا ہی کا ہے اُس نے یہ حکم دیا ہے کہ بجز اُس کے اور کسی کی عبادت مت کرو یہی سیدھا طریقہ ہے لیکن اکثر

النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۴۰﴾ یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَیَسْقِیْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا الْاٰخَرُ

لوگ نہیں جانتے اے قید خانہ کے رفیقو! تم میں ایک تو (بری ہو کر) • اپنے آقا کو شراب پلایا کرے گا۔ اور دوسرا

فَیُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّیْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ؕ قُضِیَ الْاَمْرُ الَّذِیْ فِیْهِ تَسْتَفْتِیٰنِ ؕ﴿۴۱﴾ وَقَالَ

سولی دیا جائے گا اور اُس کے سر کو پرندے کھاویں گے۔ جس بارہ میں تم پوچھتے تھے وہ اسی طرح مقدر ہو چکا اور جس

لِلَّذِیْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِیْ عِنْدَ رَبِّكَ ۫ فَاَنْسٰىهُ الشَّیْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ

شخص پر رہائی کا گمان تھا اُس سے یوسف نے فرمایا کہ اپنے آقا کے سامنے میرا بھی تذکرہ کرنا پھر اسکو اپنے آقا کے سامنے تذکرہ کرنا شیطان نے بھلا دیا

فِی السِّجْنِ بِضْعَ سِنِیْنَ ﴿۴۲﴾

تو قید خانہ میں اور بھی چند سال اُن کا رہنا ہوا

یٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ اے میرے قید کے ساتھیو!	ءَاَرْبَابٌ کیا کئی معبود	مُتَفَرِّقُوْنَ جدا جدا	خَیْرٌ بہتر	اَمِ اللّٰہُ یا اللہ	الْوَاحِدُ ایک یکتا	الْقَهَّارُ زبردست	
مَا نہیں	تَعْبُدُوْنَ تم پوجتے	مِنْ دُوْنِهٖٓ اسکے سوا	اِلَّآ مگر	اَسْمَآءً نام	سَمَّیْتُمُوْهَا تم نے رکھ لئے ہیں	اَنْتُمْ تم	وَاٰبَآؤُكُمْ اور تمہارے باپ دادا
مَا نہیں	اَنْزَلَ اللّٰہُ اللہ نے اتاری (اس کیلئے)	بِهَا اس کیلئے	مِنْ سُلْطٰنٍ کوئی سند	اِنْ نہیں	الْحُكْمُ حکم	اِلَّا لِلّٰہِ مگر اللہ کا	
اَمَرَ اس نے حکم دیا	اَلَّا کہ نہ	تَعْبُدُوْٓا عبادت کرو تم	اِلَّآ مگر	اِیَّاهُ صرف اس کی	ذٰلِكَ یہ	الدِّیْنُ الْقَیِّمُ سیدھا دین	وَلٰكِنَّ اور لیکن
اَكْثَرَ النَّاسِ اکثر لوگ	لَا یَعْلَمُوْنَ نہیں جانتے	یٰصَاحِبَیِ اے میرے ساتھیو	السِّجْنِ قید خانہ	اَمَّا جو	اَحَدُكُمَا تم میں سے ایک		
فَیَسْقِیْ سو وہ پلائے گا	رَبَّهٗ اپنا مالک	خَمْرًا شراب	وَاَمَّا اور جو	الْاٰخَرُ دوسرا	فَیُصْلَبُ تو سولی دیا جائے گا	فَتَاْكُلُ پس کھائیں گے	
الطَّیْرُ پرندے	مِنْ رَّاْسِهٖ اس کے سر سے	قُضِیَ فیصلہ ہو چکا	الْاَمْرُ کام	الَّذِیْ وہ جو	فِیْهِ اس میں	تَسْتَفْتِیٰنِ تم پوچھتے تھے	وَقَالَ اور کہا
لِلَّذِیْ اس سے جس	ظَنَّ اس نے گمان کیا	اَنَّهٗ کہ وہ	نَاجٍ بچے گا وہ	مِّنْهُمَا ان دونوں سے	اذْكُرْنِیْ میرا ذکر کرنا	عِنْدَ پاس	رَبِّكَ اپنا مالک
فَاَنْسٰىهُ پس اس کو بھلا دیا	الشَّیْطٰنُ شیطان	ذِكْرَ رَبِّهٖ اپنے مالک سے ذکر کرنا	فَلَبِثَ تو رہا	فِی السِّجْنِ قید میں	بِضْعَ سِنِیْنَ چند برس		

قیدیوں کو عقیدہ توحید کی تعلیم و تفہیم

ان آیات میں بھی تبلیغی وعظ و نصیحت کا مضمون جاری ہے اور انہی قیدیوں ہی کو مخاطب فرما کر یوسف علیہ السلام نے سمجھایا کہ مختلف قسم کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں مثلاً کوئی تمہارے عقیدہ میں پانی برسانے والا ہے کوئی ہوا چلانے والا ہے کوئی دھوپ اور روشنی دینے والا ہے۔ کوئی بیماری سے صحت دینے والا ہے وغیرہ وغیرہ تو ان سینکڑوں دیوتاؤں سے لو لگانا اور ہر ایک کے سامنے سر جھکانا بہتر ہے یا اس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف و قبضہ حاصل ہے اور جس کے آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے نہ اختیار نہ اسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے تو سوچو کہ سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔ تم نے یونہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کی حقیقت ذرہ برابر نہیں ان ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو۔ ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہئے۔ قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی اللہ تعالیٰ یہی حکم بھیجتا رہا ہے کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو اور اس توحید خالص کے راستہ میں کجی بالکل نہیں۔ سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

دونوں کے خوابوں کی تعبیر اور اس کا سچ ثابت ہونا

اب فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے ان کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی کہ جس نے خواب میں شیرۂ انگور نچوڑتے اپنے تئیں دیکھا تھا اس کی تعبیر یہ ہے کہ وہ بادشاہ کا پھر ساقی بن جائے گا اور اس کو شراب پلائے گا اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں نوچ نوچ کر کھاتے دیکھا اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا اور پھر جانور اس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے۔ قضا و قدر کا فیصلہ یہی ہے جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی۔ یہ بالکل طے شدہ امر ہے جس کے خلاف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ساقی بادشاہ کو زہر دینے کی تہمت سے بری ہو گیا اور باورچی کو جرم ثابت ہو جانے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

بری ہونیوالے قیدی کے ذمہ لگانا کہ وہ بادشاہ سے میرا ذکر کرے اور اس کا بھول جانا

ان دونوں قیدیوں میں سے یوسف علیہ السلام کو جس شخص کے بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو یوسف علیہ السلام نے اس سے فرمایا کہ اپنے بادشاہ سے میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں پڑا ہوا ہے۔ چنانچہ خواب کی تعبیر بجنسہ جیسا حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا پوری ہوئی اور وہ ساقی قید خانہ سے چھوٹ کر پھر بادشاہ کے دربار میں اپنی پرانی خدمت پر مامور ہو گیا مگر شیطان نے اس چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات اور وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اسے بادشاہ کے سامنے حضرت یوسف علیہ السلام کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو کئی سال اور قید خانہ میں رہنا پڑا۔

اب غور کیجئے کہ کسی مصیبت سے خلاصی کے لئے کسی شخص کو کوشش کا ذریعہ بنانا اگرچہ شرعاً جائز ہے توکل کے خلاف نہیں مگر اللہ جل شانہ کو اپنے برگزیدہ پیغمبروں کے لئے ایسی جائز کوشش بھی پسند نہیں کہ جس میں سوائے خدائے قدوس کے کسی دوسرے کی مدد پر نظر ہو۔ نبی اور صدیق کے اور حق تعالیٰ کے درمیان کوئی واسطہ نہ ہونا ہی انبیاء کا اصلی مقام ہے۔ شاید اسی لئے شیطان کو ساقی پر مسلط کر دیا گیا کہ مدت تک اس کو یوسف علیہ السلام کا بادشاہ سے ذکر کرنا یاد ہی نہ آیا۔ اور اس لئے مزید چند سال قید خانہ میں رہنا پڑا۔ صدیقین و مقربین کے لئے جس درجہ کا صبر و تحمل مناسب ہے ان سے وہی مطلوب ہے۔ سچ ہے۔

جن کے درجے ہیں سوا۔ ان کو سوا مشکل ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ إِنِّيٓ أَرَىٰ سَبْعَ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعَ سُنۢبُلَٰتٍ

ور بادشاہ نے کہا کہ میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں فربہ ہیں جن کو سات لاغر گائیں کھا گئیں اور سات بالیں سبز ہیں

خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ ۖ يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ أَفْتُونِي فِي رُءْيَايَ إِن كُنتُمْ لِلرُّءْيَا تَعْبُرُونَ ﴿٤٣﴾

ور ان کے علاوہ سات خشک ہیں۔ اے دربار والو! اگر تم تعبیر دے سکتے ہو تو میرے اس خواب کے بارہ میں مجھ کو جواب دو

قَالُوٓا أَضْغَٰثُ أَحْلَٰمٍ ۖ وَمَا نَحْنُ بِتَأْوِيلِ الْأَحْلَٰمِ بِعَٰلِمِينَ ﴿٤٤﴾ وَقَالَ الَّذِي نَجَا مِنْهُمَا

وہ لوگ کہنے لگے کہ یوں ہی پریشان خیالات ہیں۔ اور ہم لوگ خوابوں کی تعبیر کا علم بھی نہیں رکھتے اور اُن دو قیدیوں میں سے جو رہا ہو گیا تھا اُس ــ کہا

وَادَّكَرَ بَعْدَ أُمَّةٍ أَنَا۠ أُنَبِّئُكُم بِتَأْوِيلِهِۦ فَأَرْسِلُونِ ﴿٤٥﴾ يُوسُفُ أَيُّهَا الصِّدِّيقُ أَفْتِنَا فِي

اور مدت کے بعد اسکو خیال آیا کہ میں اسکی تعبیر کی خبر لائے دیتا ہوں آپ لوگ مجھ کو ذرا جانے کی اجازت دیجئے (وہ قید خانہ میں پہنچا اور کہا) اے یوسف! اے صدق مجسم! آپ

سَبْعِ بَقَرَٰتٍ سِمَانٍ يَأْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَسَبْعِ سُنۢبُلَٰتٍ خُضْرٍ وَأُخَرَ يَابِسَٰتٍ ۙ

ہم لوگوں کو اس (خواب) کا جواب (یعنی تعبیر) دیجئے کہ سات گائیں موٹی ہیں اُن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات بالیں ہری ہیں اور اس کے علاوہ (سات) خشک ہیں۔

لَّعَلِّيٓ أَرْجِعُ إِلَى النَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَعْلَمُونَ ﴿٤٦﴾ قَالَ تَزْرَعُونَ سَبْعَ سِنِينَ دَأَبًا فَمَا

تاکہ میں اُن لوگوں کے پاس لوٹ کر جاؤں تاکہ اُن کو بھی معلوم ہو جائے۔ آپ نے فرمایا کہ تم سات سال متواتر غلہ بونا پھر جو فصل

حَصَدتُّمْ فَذَرُوهُ فِي سُنۢبُلِهِۦٓ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تَأْكُلُونَ ﴿٤٧﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِ ذَٰلِكَ سَبْعٌ

کاٹو اس کو بالوں ہی میں رہنے دینا ہاں مگر تھوڑا سا جو تمہارے کھانے میں آوے (نکال لینا) پھر اس کے بعد سات برس ایسے سخت آویں گے

شِدَادٌ يَأْكُلْنَ مَا قَدَّمْتُمْ لَهُنَّ إِلَّا قَلِيلًا مِّمَّا تُحْصِنُونَ ﴿٤٨﴾ ثُمَّ يَأْتِي مِنۢ بَعْدِ

جو کہ اس ذخیرہ کو کھا جاویں گے جس کو تم نے ان برسوں کے واسطے جمع کر کے رکھا ہو گا۔ ہاں مگر تھوڑا سا جو رکھ چھوڑ و گے پھر اس کے بعد

ذَٰلِكَ عَامٌ فِيهِ يُغَاثُ النَّاسُ وَفِيهِ يَعْصِرُونَ ﴿٤٩﴾ ع

ایک برس ایسا آئے گا جس میں لوگوں کے لئے خوب بارش ہو گی اور اس میں شیرہ بھی نچوڑیں گے۔

وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	إِنِّيٓ کہ وہ	أَرَىٰ میں دیکھتا ہوں	سَبْعَ سات	بَقَرَٰتٍ گائیں	سِمَانٍ موٹی تازی	يَأْكُلُهُنَّ وہ کھاتی ہیں	سَبْعٌ سات
عِجَافٌ دُبلی پتلی	وَسَبْعَ اور سات	سُنۢبُلَٰتٍ خوشے	خُضْرٍ سبز	وَأُخَرَ اور دوسرے	يَابِسَٰتٍ خشک	يَٰٓأَيُّهَا الْمَلَأُ اے میرے سردارو		
أَفْتُونِي بتلاؤ مجھے تعبیر	فِي میں	رُءْيَايَ میرے خواب	إِنْ اگر	كُنتُمْ ہو تم	لِلرُّءْيَا خواب کی	تَعْبُرُونَ تعبیر دینے والے	قَالُوٓا انہوں نے کہا	
أَضْغَٰثُ پریشان	أَحْلَٰمٍ خواب	وَمَا اور نہیں	نَحْنُ ہم	بِتَأْوِيلِ تعبیر دینا	الْأَحْلَٰمِ خواب	بِعَٰلِمِينَ جاننے والے	وَقَالَ اور اس نے کہا	
الَّذِي وہ جو	نَجَا بچا	مِنْهُمَا ان دو سے	وَادَّكَرَ اور اسے یاد آیا	بَعْدَ بعد	أُمَّةٍ ایک مدت	أَنَا۠ أُنَبِّئُكُم میں بتلاؤں گا تمہیں	بِتَأْوِيلِهِۦ اس کی تعبیر	

سِمَانٍ موٹی تازی	بَقَرٰتٍ گائیں	سَبْعِ سات	فِيْ میں	اَفْتِنَا ہمیں بتا	اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ اے بڑے سچے	يُوْسُفُ اے یوسف	فَاَرْسِلُوْنِ سو مجھے بھیج دو	
يٰبِسٰتٍ خشک	وَّاُخَرَ اور دوسرے	خُضْرٍ سبز	سُنْۢبُلٰتٍ خوشے	وَّسَبْعِ اور سات	عِجَافٌ دبلی پتلی	سَبْعٌ سات	يَّاْكُلُهُنَّ وہ کھارہی ہیں	
تَزْرَعُوْنَ کھیتی باڑی کروگے	قَالَ اس نے کہا	يَعْلَمُوْنَ آگاہ ہوں	لَعَلَّهُمْ شاید وہ	اِلَى النَّاسِ لوگوں کی طرف	اَرْجِعُ میں لوٹوں	لَّعَلِّيْٓ تاکہ میں		
قَلِيْلًا تھوڑا جتنا	اِلَّا مگر	فِيْ سُنْۢبُلِهٖٓ اس کے خوشہ میں	فَذَرُوْهُ تو اسے چھوڑ دو	حَصَدْتُّمْ تم کاٹو	فَمَا پھر جو	دَاَبًا لگاتار	سِنِيْنَ سال	سَبْعَ سات
يَّاْكُلْنَ کھا جائیں گے وہ	شِدَادٌ سخت	سَبْعٌ سات	مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اس کے بعد میں	يَاْتِيْ آئیں گے	ثُمَّ پھر	تَاْكُلُوْنَ تم کھالو	مِّمَّا سے	
يَاْتِيْ آئے گا	ثُمَّ پھر	تُحْصِنُوْنَ تم بچاؤ گے	مِّمَّا سے	قَلِيْلًا تھوڑا سا	اِلَّا سوائے	لَهُنَّ ان کیلئے	قَدَّمْتُمْ تم نے رکھا	مَا جو
يَعْصِرُوْنَ وہ نچوڑیں گے	وَفِيْهِ اور اس میں	النَّاسُ لوگ	يُغَاثُ بارش برسائی جائیگی	فِيْهِ اس میں	عَامٌ ایک سال	مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ اسکے بعد		

بادشاہ کا خواب

حضرت یوسف کی رہائی کا غیبی انتظام

گذشتہ آیات میں یہاں تک ذکر ہو چکا کہ کس طرح حضرت یوسف علیہ السلام قید خانہ میں زندگی گزار رہے ہیں۔ اب جب قدرت خداوندی کو یہ منظور ہوا کہ حضرت یوسف علیہ السلام قید خانے سے بعزت واکرام پاکیزگی برات اور عصمت کے ساتھ نکلیں۔ اس لئے قدرت نے یہ سبب بنایا کہ بادشاہ مصر جن کا لقب فرعون ہوتا تھا۔ اس نے ایک خواب دیکھا جس سے وہ بہت متعجب ہوا۔ اس نے اپنا دربار منعقد کیا اور تمام امراء رؤسا' کاہن منجم وغیرہ کو جمع کیا اور اپنا خواب بیان کیا اور کہا کہ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ سات گائیں موٹی فربہ ہیں جن کو سات دبلی گائیں کھا گئیں اور سات سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور انہیں خشک کردیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر نے دیکھا جو آخرکار یوسف علیہ السلام کی رہائی کا سبب اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔

یوسف علیہ السلام کے اس قصہ میں جابجا اس پر متنبہ فرمایا گیا ہے کہ خدا تعالیٰ جب کوئی بات چاہتا ہے۔ غیر متوقع طریقہ سے اس کے ایسے اسباب فراہم کردیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال بھی نہیں جاتا۔ بہرحال ابھی یوسف علیہ السلام قید خانہ ہی میں تھے کہ بادشاہ مصر مذکورہ بالا خواب دیکھ کر صبح کو پریشان خاطر تھا اور اس عجیب وغریب خواب سے حیران تھا۔ چنانچہ دربار کے مشیروں سے اپنا خواب کہا اور خواب کی تعبیر چاہی۔ مگر درباری بھی اس کو سن کر فکر وتردد میں پڑ گئے اور جب حل نہ کرسکے تو اپنی درماندگی اور بیچارگی کو چھپانے کے لئے کہنے لگے کہ بادشاہ سلامت یہ خواب نہیں بلکہ پریشان خیالات ہیں جس کا کوئی خاص مطلب نہیں ہے۔ ہم سچے خواب کی تو تعبیر دے سکتے ہیں مگر پریشان خیالات کو حل نہیں کرسکتے۔

شاہی خواب کی تعبیر کے لئے

حضرت یوسفؑ کا تذکرہ خیر

بادشاہ کو درباریوں کے اس جواب سے اطمینان نہ ہوا کہ اس اثناء میں ساقی کو اپنا خواب اور یوسف علیہ السلام کی تعبیر کا واقعہ یاد آ گیا۔ اس نے بادشاہ اور اہل دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دے دو تو میں اس خواب کی تعبیر لا سکتا ہوں۔ قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فن تعبیر کا ماہر ہے میں تعبیر لینے کے لئے ان کی خدمت میں حاضر ہونا چاہتا ہوں۔ چنانچہ بادشاہ نے اجازت دی اور وہ قید خانہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کے پاس پہنچا۔ اور حضرت یوسف علیہ

السلام کو بادشاہ کا خواب سنایا اور کہا کہ آپ اس کو حل کیجئے۔ آپ صدق مجسم ہیں جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہو کر رہی۔ امید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہو بہو پوری ہو کر رہے گی اور کیا عجب ہے کہ جن لوگوں نے مجھے بھیجا ہے جب میں صحیح تعبیر لے کر ان کے پاس واپس جاؤں وہ آپ کی حقیقی قدر و منزلت معلوم کر لیں۔

خواب کی تعبیر اور حضرت یوسفؑ کی پیغمبرانہ بصیرت کا مظاہرہ

اب حضرت یوسف علیہ السلام کا کمال صبر و استقلال اور جلالت قدر کا اندازہ کیجئے کہ آپ نے تعبیر بتلانے میں ذرا نہ دیر کی نہ کوئی شرط لگائی۔ نہ اس ساقی کو ملامت کی۔ نہ اس کو برسوں بھولے رہنے پر جھڑکا۔ نہ یہ سوچا کہ جن ظالموں نے مجھ کو بے قصور قید خانہ میں ڈال رکھا ہے وہ اگر تباہ ہو جائیں اور اس خواب کا حل نہ پا کر برباد ہو جائیں تو اچھا ہے۔ ان کی یہی سزا ہے۔ نہیں ایسا کچھ بھی نہیں کیا بلکہ اسی وقت خواب کی تعبیر دی اور صرف یہی نہیں کہ تعبیر بتلا دی بلکہ اپنی جانب سے آئندہ کے لئے صحیح تدبیر بھی بتلا دی۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے۔

حضرت یوسف علیہ السلام کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں جن میں متواتر خوش حالی رہے گی۔ کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالو گے۔ صرف آئندہ تخم ریزی کے لئے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا۔ یہ قحط کے سات سال دبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گایوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران حضرت یوسف علیہ السلام نے ازراہ شفقت و ہمدردی خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرما دی کہ اول سات سال میں جو پیداوار ہو اسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اٹھاؤ۔ کھانے کے لئے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اسے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا کہ اس طرح کیڑے اور سڑنے گلنے سے محفوظ رہ سکے اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے۔ ایسا نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر اور تدبیر بتلانے کے بعد آپ نے ایک بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی۔ یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اس میں حق تعالیٰ کی طرف سے خوب بارش ہوگی۔ کھیتی باڑی پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے۔ جانوروں کے تھن دودھ سے بھر جائیں گے۔ انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ خوب رس نچوڑیں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی کیونکہ وہ ساقی یہی کام کرتا تھا۔

دعا کیجئے: اللہ تعالیٰ ہم کو بھی صدق' دیانت' امانت کی پاکیزہ زندگی گزارنے کی توفیق عطا فرماویں۔ اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے اور شریعت مطہرہ کی پابندی کرنے کی توفیق نصیب فرماویں۔ اور حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و استقلال کے طفیل میں ہم کو بھی دین اسلام پر ثابت قدمی نصیب فرماویں اور مرضیات الٰہی کو ہمہ وقت پیش نظر رکھنے کی توفیق عطا فرماویں۔ آمین۔ وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰى رَبِّكَ فَسْئَلْهُ

اور بادشاہ نے حکم دیا، کہ اُن کو میرے پاس لاؤ۔ پھر جب اُن کے پاس قاصد پہنچا آپ نے فرمایا کہ تو اپنی سرکار کے پاس لوٹ جا

مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِيْ قَطَّعْنَ اَيْدِيَهُنَّ ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِكَيْدِهِنَّ عَلِيْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا

پھر اُس سے دریافت کر کہ ان عورتوں کا کیا حال ہے، جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔ میرا رب ان عورتوں کے فریب کو خوب جانتا ہے۔ کہا کہ تمہارا

خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ يُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَيْهِ مِنْ

کیا واقعہ ہے جب تم نے یوسف سے اپنے مطلب کی خواہش کی عورتوں نے جواب دیا کہ حاش للہ ہم کو ان میں ذرا بھی تو برائی کی بات

سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِيْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ؗ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ وَاِنَّهٗ

معلوم نہیں ہوئی۔ عزیز کی بیوی کہنے لگی کہ اب تو حق بات ظاہر ہو ہی گئی۔ میں نے اُن سے اپنے مطلب کو خواہش کی تھی اور بیشک

لَمِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَيْبِ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ

وہی سچے ہیں۔ یوسف نے فرمایا کہ یہ اہتمام محض اس وجہ سے ہے تاکہ عزیز کو یقین کے ساتھ معلوم ہو جائے کہ میں نے اسکی عدم موجودگی میں اسکی آبرو میں دست اندازی نہیں کی

كَيْدَ الْخَآئِنِيْنَ ﴿۵۲﴾

اور یہ کہ اللہ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

وَقَالَ اور کہا	الْمَلِكُ بادشاہ	ائْتُوْنِيْ میرے پاس لاؤ	بِهٖ اسے	فَلَمَّا پس جب	جَآءَهُ اس کے پاس آیا	الرَّسُوْلُ قاصد	قَالَ اس نے کہا	
ارْجِعْ لوٹ جا	اِلٰى طرف	رَبِّكَ اپنا مالک	فَسْئَلْهُ پس اس سے پوچھو	مَا بَالُ کیا حال؟	النِّسْوَةِ عورتیں	الّٰتِيْ وہ جو	قَطَّعْنَ انہوں نے کاٹے	
اَيْدِيَهُنَّ اپنے ہاتھ	اِنَّ رَبِّيْ بیشک میرا رب	بِكَيْدِهِنَّ ان کا فریب	عَلِيْمٌ واقف	قَالَ اس نے کہا	مَا خَطْبُكُنَّ کیا حال تھا تمہارا	اِذْ جب		
رَاوَدْتُّنَّ تم نے پھسلایا	يُوْسُفَ یوسف	عَنْ سے	نَّفْسِهٖ اس کا نفس	قُلْنَ وہ بولیں	حَاشَ پناہ	لِلّٰهِ اللہ کی	مَا نہیں	عَلِمْنَا ہم نے معلوم کی
عَلَيْهِ اس پر	مِنْ سُوْٓءٍ کوئی برائی	قَالَتِ بولی	امْرَاَتُ عورت	الْعَزِيْزِ عزیز	الْـٰٔنَ اب	حَصْحَصَ ظاہر ہوگئی	الْحَقُّ حقیقت	اَنَا میں
رَاوَدْتُّهٗ اسے پھسلایا میں نے	عَنْ سے	نَّفْسِهٖ اس کا نفس	وَاِنَّهٗ اور وہ بیشک	لَمِنَ البتہ	الصّٰدِقِيْنَ سچے	ذٰلِكَ یہ	لِيَعْلَمَ تاکہ وہ جان لے	
اَنِّيْ بیشک میں	لَمْ اَخُنْهُ نہیں اسکی خیانت کی	بِالْغَيْبِ پیٹھ پیچھے	وَاَنَّ اللّٰهَ اور بیشک اللہ	لَا يَهْدِيْ نہیں چلنے دیتا	كَيْدَ فریب	الْخَآئِنِيْنَ دغاباز		

بادشاہ کا حضرت یوسف سے متاثر ہو کر دربار میں بلوانا

گزشتہ آیت میں بیان ہوا تھا کہ حضرت یوسف علیہ السلام نے قاصد کو بادشاہ مصر کے خواب کی تعبیر اور اس کے ساتھ ہی تدبیر بھی بتلادی۔ جب خواب کی تعبیر معلوم کر کے قاصد پلٹا اور اس نے بادشاہ کو تمام حقیقت سے مطلع کیا تو بادشاہ کو اپنے خواب کی تعبیر پر یقین آ گیا۔ ساتھ ہی اسے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ تعبیر دینے والا کوئی بہت ہی عالم فاضل شخص ہے جسے خواب کی تعبیر میں کمال حاصل ہے۔ نیز بہت ہی بلند اخلاق اور حسن تدبیر اور

خلق اللہ کا نفع چاہنے والا اور محض بے طمع شخص ہے۔اب اسے شوق ہوا کہ خود حضرت یوسف علیہ السلام سے ملاقات کرے چنانچہ بادشاہ مصر نے اسی وقت حکم دیا کہ جاؤ انہیں آزاد کر کے میرے پاس لے آؤ۔

حضرت یوسفؑ کا مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے باہر آنے سے انکار

قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا اور بادشاہ کا پیغام پہنچایا اور بادشاہ کے طلب واشتیاق کا حال سنایا تو حضرت یوسف علیہ السلام نے قید خانہ سے باہر آنے سے انکار کر دیا اور فرمایا کہ اس طرح تو میں جانے کو تیار نہیں تم اپنے آقا کے پاس جاؤ اور اس سے کہو کہ وہ یہ تحقیق کرے کہ ان عورتوں کا معاملہ کیا تھا۔جنہوں نے اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔پہلے یہ بات صاف ہو جائے کہ انہوں نے کیسی کچھ مکاریاں کی تھیں اور میرا پروردگار تو ان کی مکاریوں سے خوب واقف ہے۔

غور کیجئے کہ حضرت یوسف علیہ السلام بے قصور اور بے خطا برسوں سے قید خانہ میں بند تھے اور بلاوجہ ان کو قیدی بنایا ہوا تھا۔اب جبکہ بادشاہ نے مہربان ہو کر رہائی کا مژدہ سنایا تو ایسے موقع پر بڑے سے بڑا انسان مسرت اور خوشی کے ساتھ فوراً قید خانہ سے باہر نکل آتا مگر حضرت یوسف علیہ السلام نے ایسا نہیں کیا اور گزشتہ معاملہ کی تحقیق کا مطالبہ شروع کر دیا اور اس کی وجہ یہ ہے کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی نظر میں اپنی دینی اور اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت ووجاہت سے زیادہ ضروری تھی۔آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت اور ارشاد و تبلیغ کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے۔آپ نے خیال کیا کہ اگر میں شاہی فرمان کے موافق چپ چاپ قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصیبتیں اٹھائیں اس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں گے اور معاندین کچھ زمانہ کے بعد ان ہی بے اصل واقعات سے فائدہ اٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔ان مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر واستقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک یعنی بادشاہ مصر سے جا کر دریافت کر کہ ان عورتوں کے قصہ کی کیا حقیقت ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لئے تھے۔حضرت یوسف علیہ السلام کو ان عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں سے معلوم ہوگی۔یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہوگا۔اس لئے واقعہ کے ایک خاص جز یعنی ہاتھ کاٹنے کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس معروف ومشہور قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے۔

حضرت یوسفؑ کی پاکدامنی اور زلیخا کی غلطی کا برملا اعتراف واعلان

الغرض بادشاہ نے جب یہ سنا تو ان عورتوں کو بلوایا اور ان سے کہا کہ صاف صاف اور صحیح صحیح بتاؤ کہ اس معاملہ کی اصل حقیقت کیا ہے جب کہ تم نے یوسف پر ڈورے ڈالے تھے تاکہ تم اس کو اپنی طرف مائل کر لو۔بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تاکہ انہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت اور صبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بغیر اظہار برأت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں

کرتے۔ ادھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہوں گے ان سے بھی یوسف علیہ اسلام کی پاکی اور عورتوں کے مکر وفریب کی تائید ملی ہوگی۔ الغرض وہ سب عورتیں ایک زبان ہو کر بولیں کہ حاشاللہ ہم نے ان میں کوئی برائی کی بات نہیں پائی۔ مجمع میں عزیز کی بیوی بھی موجود تھی۔ سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد اس نے بھی صاف اقرار کر لیا کہ قصور امیرا ہے۔ یوسف بالکل سچے ہیں۔ بیشک میں نے ان کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا۔ لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤں میں آجاتے۔ غرض تمام صورت مقدمہ اور اظہارات اور ثبوت نزاہت یوسف علیہ السلام کا ان کے پاس کہلا کر بھیجا۔ اس وقت حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ یہ تمام اہتمام جو میں نے کیا محض اس وجہ سے تاکہ عزیز کو پورے یقین کے ساتھ معلوم ہو جاوے کہ میں نے اس کی عدم موجودگی میں اس کی آبرو میں دست اندازی نہیں کی اور یہ بھی معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ خیانت کرنے والوں کے فریب کو چلنے نہیں دیتا۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ یوسف علیہ السلام خدا کے سچے پیغمبر اور نبی معصوم تھے اس لئے ان کا دامن ہر قسم کی آلائش سے پاک وصاف تھا اور ان کی مقدس زندگی کا ایک لمحہ بھی کسی آلودگی سے ملوث نہیں ہوا تھا اس لئے خدا تعالیٰ کی کرشمہ سازی دیکھئے کہ یوسف علیہ السلام کے واقعہ سے متعلق جس قدر بھی شخصیتیں تھیں ان سب کی زبانی آپ کی طہارت نفس اور عصمت کا اعتراف کرایا۔

دعا کیجئے

حق تعالیٰ حضرت یوسف علیہ السلام کے مراتب اعلیٰ کے طفیل میں ہم کو بھی دیانت وامانت وتقویٰ وطہارت والی زندگی نصیب فرمائیں اور ہر حال میں حق پر قائم رہنے کی توفیق عطا فرمائیں اور شریعت مطہرہ کی ظاہراً و باطناً پابندی نصیب فرمائیں اور ہر طرح کی کجی وگمراہی سے بچائیں۔ اور نفس و شیطان کے پھندوں سے ہماری حفاظت فرمائیں۔ آمین۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ